01 Khutbat-e-Mahmood J-2

مواعظ فقیہ الامت

حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ
مفتی اعظم ہند دار العلوم دیوبند

جلد: دوم

ترتیب جدید

محمد فاروق غفرلہٗ
خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی)

01 Khutbat-e-Mahmood J-2

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

تفصیلات

نام کتاب:......................مواعظ فقیہ الامت (دوم)

افادات:..............................حضرت اقدس فقیہ الامت قدس سرہ

ترتیب جدید:...محمد فاروق غفرلہٗ

خادم جامعہ محمودیہ علی پور میرٹھ

تعداد:...۵۰۰۰

کمپوزنگ:....................مجیب الرحمن قاسمی لکھیم پوری شعبہ کمپیوٹر جامعہ ہذا

سن اشاعت:.................................۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰۱۵ء

صفحات:...۳۱۴

قیمت:............

-:ناشر:-

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) ۲۴۵۲۰۶

01 Khutbat-e-Mahmood J-1

اجمالی فہرست

مواعظ فقیہ الامت

جلد: دوم

تمت وبالفضل عمت

01 Khutbat-e-Mahmood J-1

تفصیلی فہرست

مواعظ فقیہ الامت

جلد: دوم

01 Khutbat-e-Mahmood J-1

تمت وبالفضل عمت

تفسیر سورۂ فاتحہ

اس بیان میں

☆......سورۂ فاتحہ کی تفسیر نہایت آسان طریقہ پر پیش کی گئی ہے۔
☆......جو عوام وخواص دونوں طبقوں کے لئے مفید ہے۔
☆......متقین کی صفات۔
☆......قبولیت دعا کے لئے شرائط۔
☆......تفسیر وتاویل کا فرق۔
☆......مفسرین کے ذوق کا اختلاف۔

....

تفسیر سورۂ فاتحہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ. اَمَّا بَعْدُ!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع کرتا ہوں اللہ ہی کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ، اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ، غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جو کہ تمام جہانوں کا پروردگار ہے بہت بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، بدلے کے جن کا مالک ہے (جس دن تمام اعمال کا بدلہ دیا جائے گا) اے پاک پروردگار تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں ہم کو چلا سیدھے راستے پر، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا، نہ ان کا راستہ جن پر غضب نازل ہوا اور نہ گمراہ لوگوں کا راستہ۔

تشریح: ترجمہ مکمل ہوا، اب رہا یہ کہ الف لام کیسا ہے "الحمد" میں زمخشری نے کیا لکھا؟ معتزلہ کیا کہتے ہیں؟ اور یہ کہ شروع کرتا ہوں یہ کہاں سے نکالا اور یہ کہ "ب" ابتداء کے لئے ہے، یہ شرح مائۃ عامل میں آیا، اسی طرح "ب" حروف جار اس کے بعد مجرور اور جار مجرور کا حق تو یہ ہے کہ اس کو مؤخر کیا جاوے، متعلق سے، لیکن یہاں تقدیم ماحقہ، التاخیر ہوا، یہ مفید ہے، حصر کو، اس لئے اس کا ترجمہ حصر کے ساتھ کیا (اللہ ہی کے نام سے) "ہی" حصر کا کلمہ

ہے۔ وغیرہ یہ اساتذہ درس میں بتادیں گے، یہ نہیں ترجمہ کیا کہ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے، بلکہ یہ کہ اللہ ہی کے نام سے جو نہایت مہربان رحم والا ہے، شروع کرتا ہوں۔

الحمد: تمام خوبیاں تمام کمالات اللہ ہی کے لئے ہیں، الف لام استغراق کا ہوگیا۔

اللہ: میں لام اختصاص کا ہے، اللہ جو سارے جہانوں کا پالنہار ہے، پالنے والا ہے، رب پالنے والا، عالم کی جمع عالمین ہے، ذوی العقول کو غیر ذوی العقول پر تغلیب کرکے جمع مذکر سالم کا صیغہ لایا ہے۔

الرحمن الرحیم: نہایت مہربان، رحم والا۔

مالک یوم الدین: دین کا ترجمہ بدلہ جیسے "داناهم كما دانوا" ہم نے لوگوں کو ایسا بدلہ دیا جیسے انھوں نے ہمارے ساتھ معاملہ کیا تھا۔

یوم الدین: یعنی بدلہ کے دن کا مالک ہے، مالک تو آج بھی ہے لیکن آج دوسرے بھی اپنے آپ کو مالک سمجھتے ہیں وہ دن ایسا ہوگا کہ اس دن کوئی بھی اپنے آپ کو مالک نہیں سمجھے گا، صرف اللہ کی مالکیت ظاہر ہوگی، کہیں گے: "لمن الملك اليوم" آج ملک کس کے لئے ہے؟ "لله الواحد القهار" اللہ کے لئے جو واحد قہار ہے۔ (سورۃ المؤمن:۱۶)

ایاک: کی ضمیر منفصل منصوب ہے، مقدم لائے، جب خداوند تعالیٰ کی یہ صفات ہیں کہ وہ تمام خوبیوں کا مالک ہے، تمام خوبیاں اس کے ساتھ مخصوص ہیں وہ تمام جہانوں کا مالک ہے، نہایت مہربان ہے رحم والا ہے، بدلے کے دن کا وہ مالک ہے، اب ان امور کی وجہ سے اس کا کیا حق ہے؟ یہی کہ ہم اسی کی عبادت کریں اس کے علاوہ کسی اور کی نہیں، اس لئے "نعبدك" کاف ضمیر متصل کی منصوب اس کو منفصل سے بدل کر مقدم کیا حصر کے لئے، اے خدا تیری ہی عبادت کرتے ہے، پہلے اسم ظاہر کے الفاظ استعمال کئے۔

....

اللّٰہ، رب، رحمن، رحیم، مالک: ان کے ذریعہ سے ذہن میں تصور قائم ہوا کہ خدائے پاک کیسا ہے؟ خدائے پاک ایسا ہے کہ ساری خوبیوں کا مالک ہے، جس کے اندر جو کمال جو خوبی ہے وہ حق تعالیٰ کی دی ہوئی ہے، اس کے پاس اپنی ذاتی خوبی نہیں، ساری خوبیوں کا خزانہ حق تعالیٰ کے پاس ہے، دنیا میں جس کے پاس جو کچھ آتا ہے اسی کا دیا ہوا آتا ہے، وہ سارے جہانوں کا پالنہار ہے، دیکھنے میں ہم سمجھتے ہیں کہ ماں باپ اولاد کو پالتے ہیں، پانی کھیتی کی پرورش کرتا ہے مگر حقیقت میں پالنے والا وہ ہے، اسی کے رحم و کرم سے سب دنیا قائم ہے، اس کا رحم اُٹھ جائے تو دنیا ٹوٹ ٹاٹ جائے، ختم ہو جائے، وہ یوم الدین کا مالک ہے، ان اسم ظاہر کے الفاظ سے صیغوں سے ایک تصور قائم ہوا کہ وہ کیسا ہے؟ جب وہ تصور قائم ہوا تو گویا کہ وہ حاضر ہے ہمارے دماغ میں پہلے غائب تھا جس کو اسم ظاہر کے صیغوں سے تعبیر کر رہے تھے، اب وہ حاضر ہو گیا، اس حاضر کو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ اے پاک پروردگار تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تیری عبادت بھی ہم خود نہیں کر سکتے ہیں، جب تک کہ تیری مدد شامل حال نہ ہو، اس لئے کہتے ہیں:

ایاک نستعین: تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں، عبادت میں بھی تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں، لہٰذا ہم کو سیدھے راستے پر چلا۔

اہدنا الصراط المستقیم: اِھْدِ، ایک ترجمہ یہ ہے کہ ہم کو سیدھا راستہ دکھا، ایک ترجمہ ہے کہ ہم کو سیدھا راستہ بتا، میں نے ترجمہ کیا کہ ہم کو سیدھے راستے پر چلا، راستہ دکھانا تو دور سے بھی ہو سکتا ہے، لیکن کوئی ضروری نہیں کہ آدمی اس راستہ پر پہنچ بھی جائے، اتا پتا زبان سے بھی بتایا جا سکتا ہے کہ فلاں جگہ کو جا کر فلاں نہر ہے دریا ہے فلاں پہاڑ ہے فلاں درخت ہے اس کے قریب کا راستہ، یہ بتانا ہوا، اور چلانا، خود چلانا، یہ ظاہر ہے، صراط مستقیم سیدھا راستہ، جو سیدھا راستہ ہوتا ہے وہ قریب تر ہوتا ہے، اقرب الطرق صراط مستقیم ہے۔

وہ سیدھا راستہ کیسا؟ اس کی کوئی نشانی ہے؟ تو بتایا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔

"صراط الذین انعمت علیھم"

وہ کون ہیں؟

"اولئك الذین انعم الله علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین" (سورۃ النساء:۶۹)

[اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور وہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔]

ان لوگوں کا راستہ جن کو سیدھے راستہ پر چلایا، سیدھے راستہ پر چلانا بہت بڑا انعام ہے، لہٰذا کہا ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا یعنی ان کو سیدھے راستہ پر چلایا اور اپنے قرب کے، اپنی رضا کے انعامات سے ان کو نوازا۔

"غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ"

نہ ان کا راستہ جن کے اوپر غضب نازل ہوا، "مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ" یہود ہیں اور "ضَآلِّيْنَ" نصاریٰ ہیں، یہود و نصاریٰ دونوں کا راستہ غلط ہوگیا، وہ سیدھے راستے پر نہیں چلے ان کے اوپر انعام نہیں ہے، ضال کہتے ہیں اس کو جو راستہ بھٹک گیا، بھول گیا، راہ حق کا طالب ہے، مگر راستہ بھٹک گیا، بھول گیا اس کو بتا دیا جائے سیدھا راستہ تو معاملہ آسان ہے، مغضوب علیہم، غضب والے، مغضوب اعراض کرنے والا ہوتا ہے، یعنی راستہ سیدھا بتایا جاتا ہے ادھر کو نہیں چلتا، دوسری طرف کو چلتا ہے، وہ راہ راست پر نہیں آسکتا، جب وہ بتانے پر بتانے والے پر اعتماد نہیں کرتا، اس کے بتانے پر نہیں چلتا بلکہ اس کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹ کر

دوسری طرف کو چلتا ہے وہ ہدایت نہیں پاسکتا ہے۔

دعا اور قبولیت دعا

یہ سورت دعا ہے، دعا کی گئی، دعا کے آداب میں سے کیا کیا ہے؟ ایک یہ کہ اللہ کے نام سے شروع کیا جائے، لہٰذا جو درخواست دی جائے باسمہ سبحانہ وتعالیٰ یا "بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ" وغیرہ سے شروع کی جائے، اس کی تعریف کی جائے کہ وہ کیسا ہے؟ اس کے آداب والقاب بیان کئے جائیں، اس کی شان کے لائق آداب والقاب وہ بھی اس نے خود ہی بتا دیئے حق تعالیٰ نے کہ اس طرح سے ہیں، یہ گویا کہ ایک درخواست ہے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں ہدایت کی صراط مستقیم کی، اس درخواست کے واسطے یہ آداب والقاب بتائے، پھر یہ وعدے کئے کہ "ایاك نعبد و ایاك نستعین" کہ ہم آپ کی عبادت کریں گے، ہم آپ سے مدد طلب کریں گے، آپ ہم کو سیدھا راستہ بتائیے، اور پورے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے جو درخواست دی جاتی ہے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے القاب کے ساتھ صدق دلی سے وہ قبول ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"ادعونی استجب لکم"

مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ (المؤمن:۶۰)

"اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ"

[ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما۔] (آسان ترجمہ)

یہ دعا ہے اس کی قبولیت کا وعدہ ہے، قبولیت کیسے ہوئی اس کی ایک صورت یہ ہے اس کو کہہ دیا گیا:

"الٓمّٓ ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ ۛۚ هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ" (البقرہ:۲)

....

[یہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں، یہ ہدایت ہے ان ڈر رکھنے والوں کے لئے۔](آسان ترجمہ)

تم نے ہدایت کی دعا کی ہے لو ہم یہ کتاب دیتے ہیں تم کو جو "ھدی للمتقین" متقین کے لئے ہدایت ہے، متقین کے لئے ہدایت کیسے؟

متقین: جلالین شریف میں لکھا ہے "السائرین الی التقوی" جو لوٹنے والے ہیں تقویٰ کی طرف، متقی تو کہتے ہی ہیں اسے جو ہدایت یافتہ ہو، پھر متقین کے لئے ہدایت کے کیا معنی؟ یہ تو غیر متقین کے لئے فاسق فاجر لوگوں کے لئے ہدایت ہونی چاہئے، متقین کے لئے ہدایت ہے اس کا کیا مطلب؟ جب کہ وہ پہلے سے ہدایت یافتہ ہیں۔

میں نے اپنے ایک دوست کو ایک کتاب کے لئے لکھا کہ پاکستان سے وہ کتاب خرید کے لیتے آنا، وہ جب کتاب لینے کسی کتب خانہ پر گئے، ان کی صورت کو دیکھ کر (چونکہ ان کی صورت جنٹل مینوں جیسی تھی) وہاں ان کو کہا کہ تمہارے کس کام کی یہ کتاب؟ یہ تو عالموں کے دیکھنے کی کتاب ہے، تو انہوں نے جواب دیا کہ جن کے واسطے لے جا رہا ہوں وہ تو عالموں کے عالم ہیں، دیکھئے کیا کہا عالموں کے عالم، حالانکہ جاہلوں کے عالم ہوا کرتے ہیں، انہوں نے بھی اس بات کی رعایت رکھی کہ وہ عالموں کے عالم ہیں۔(محاورہ کی رعایت)

اسی طرح یہاں کہ یہ متقین کے لئے ہدایت ہے، اُردو میں آپ اس کو یوں سمجھ لیجئے کہ جیسے ایک کورس ہے بی، اے، کا تو کہا جاتا ہے کہ یہ بی، اے، ہے کیا مطلب ہوتا ہے اس کا؟ یہ کہ جو شخص اس کورس کو پڑھے، حاصل کرلے وہ بی، اے، ہو جاتا ہے، اسی طرح سمجھو کہ یہ قرآن پاک ایک کورس ہے جو شخص اس کو پڑھے اس پر عمل کرے وہ متقی بن جاتا ہے۔

ھدی للمتقین: ہدایت ہے متقین کے لئے۔

……………………………………………………………………

صفات متقین

متقی کسے کہتے ہیں؟ آگے ان حضرات کی صفات بیان کر دی گئی ہیں:

"الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ"

جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، ان دیکھی بات پر ایمان لاتے ہیں، آنکھ دیکھی بات کو تو سب ہی مان لیتے ہیں، اور ہر شخص مان ہی لے گا آنکھوں سے دیکھ کر، جن عذابوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں ڈرایا تھا، اور لوگ مانتے نہیں تھے وہاں جب عذاب سامنے آئیں گے تو کہیں گے۔

"رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ" (السجدۃ:۱۲)

[ہمارے پروردگار! ہماری آنکھیں اور ہمارے کان کھل گئے، اس لئے ہمیں (دنیا میں) دوبارہ بھیج دیجئے۔ تاکہ ہم نیک عمل کریں، ہمیں اچھی طرح یقین آچکا ہے۔]

ترجمہ: اے رب اب ہمیں لوٹا دیجئے دنیا میں بھیج دو اب ہم عمل کریں گے۔

لیکن یہاں تو ایمان بالغیب مقصود ہے، ایمان مشاہدہ تھوڑا ہی ہے، اب ہر شخص دعویٰ کر سکتا ہے کہ مجھے ایمان بالغیب حاصل ہے، اس دعویٰ کے لئے کوئی دلیل بھی تو چاہئے تو کہا:

"وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ"

اقامت صلوٰۃ اس کی دلیل ہے، نماز پڑھتا ہے نماز کا پابند ہے، آگے کہا:

"وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ"

کہ جو کچھ ہم نے ان کو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، یہ نہ سمجھے کہ ہم قوت بازو سے کماتے ہیں، دینے والا اللہ ہے اسی نے دیا ہے وہی مانگ رہا ہے، کہہ رہا ہے کہ اس کے نام پر خرچ کرو، اس میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں، ایسے نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کے دیئے

ہوئے کو اٹھا کے جیب میں رکھ لیتے ہیں کہ یہ ہمارا ہے، ہماری ملکیت ہے ہم خرچ نہیں کریں گے، ایسا نہیں۔

"وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ" (البقرہ:۴)

اور وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں اس چیز پر جو آپ پر نازل کیا گیا اور جو کچھ نازل کیا گیا آپ سے پہلے، پچھلے انبیاء پر جو نازل کیا گیا تورات انجیل، زبور اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں، ہر نبی پر ایمان رکھتے ہیں۔

"لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ" (البقرہ:۲۸۵)

ہم ان رسولوں کے درمیان تفریق نہیں کرتے سب پر ایمان رکھتے ہیں۔

"وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ"

آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں کہ ضرور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں حساب دینا ہے۔

"فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَہٗ۔ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَہٗ" (سورۂ زلزال:۸،۷)

[چنانچہ جس نے ذرہ برابر کوئی اچھائی کی ہوگی، وہ اسے دیکھے گا، اور جس نے ذرہ برابر کوئی برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھے گا۔] (آسان ترجمہ)

ہر ہر چیز سامنے ہوگی۔ آگے فرمایا:

"اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ"

یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت پر ہیں، وہ ہدایت جس کی دعا کی تھی اور جس کو کہا تھا کہ کتاب مل گئی، تو جو لوگ یہ ایمان یہ اعمال اختیار کرتے ہیں، یہ لوگ ہدایت پر ہیں اپنے رب کی طرف سے اور یہ ہدایت کا ملنا رب کی ربوبیت کی وجہ سے ہے، حق تعالیٰ کی تربیت ہے، حق تعالیٰ شروع سے تربیت کرتے چلے آئے ہیں۔

....

"وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" (البقرہ)

یہی لوگ فلاح یاب ہیں کامیابی انھیں کو حاصل ہے۔

تقریباً بیس امور ایسے ہیں جن کے اوپر فلاح کو مرتب کیا ہے، قرآن کریم میں ان میں سب سے زیادہ "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ" (المومنون: ۱) کے شروع میں ہے کہ ان لوگوں نے فلاح پائی، اور الذین، الذین سے ان چیزوں کو بیان کرتے چلے گئے ہیں۔

ترجمہ وتفسیر کے لئے کن امور کی ضرورت

سائل: ترجمہ یا تفسیر میں کن امور کی رعایت کرنی چاہئے؟

حضرت: وہ تو پڑھانے والا آپ کے لئے جن امور کی رعایت مناسب سمجھے گا کرے گا، ایک تفسیر کا پڑھانا ہوتا ہے اس میں بہت پھیلاؤ ہوتا ہے اور وہ بھی مختلف طرق سے۔

مفسرین کے ذوق مختلف

مثلاً امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر پڑھانے کے لئے بیٹھیں گے تو فرق باطلہ کی تردید کرتے چلے جائیں گے کہ مرجیہ ایسے ہیں، معتزلہ ایسے ہیں، خوارج ایسے ہیں اور روافض ایسے، انہوں نے یہ کہا وہ کہا، یہ ان پر رد ہے وہ ان پر رد ہے۔

اس کا نمونہ اردو میں دیکھنا ہو تو مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر حقانی کو دیکھ لو، ان کا خاص کام فرق باطلہ کی تردید ہے، خاص کر نصاریٰ کی تردید کرتے چلے جاتے ہیں۔

امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ جب تفسیر کریں گے تو وہ فقہی مسائل استنباط کرتے چلے جائیں گے کہ اس آیت سے یہ مسئلہ نکلا اس سے یہ نکلا، سب کو فقہی بنا دیں گے۔

امام جریر بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کرنے کے لئے آئیں گے تو احادیث کا ڈھیر لگا

دیں گے آپ کے سامنے کہ یہ آیت فلاں موقع پر نازل ہوئی، یہ آیت فلاں موقع پر نازل ہوئی، فلاں موقع پر حضور اکرم ﷺ نے یہ فرمایا: یہ فرمایا۔

قاضی بیضاوی تفسیر کرنے کے لئے اٹھیں گے تو ساری ترکیب نحوی آپ کے سامنے رکھ دیں گے کہ یہ فاعل ہے مفعول ہے، یہ مفعول مطلق ہے، یہ حال ہے تمیز ہے، مستثنیٰ ہے، یہی کرتے چلے جائیں گے۔

لہٰذا جیسا جیسا ذوق ہوتا ہے بیان کرتے چلے جائیں گے۔

تفسیر، تاویل، تحریف

تفسیر کے معنی، مراد خداوندی کو بیان کرنا ہے، اس کے لئے تین باتوں کی ضرورت ہے، اول یہ کہ لفظ کو حقیقی معنی پر حمل کیا جاوے یا مجاز متعارف پر، آدمی اس سے باہر نہ نکلے، حقیقی معنی یا مجاز متعارف جو شائع ذائع ہے، دوسرے یہ کہ سیاق وسباق اور نصوص ظاہرہ کے خلاف نہ ہو وہ تفسیر، تیسرے یہ کہ شاہدان وحی کی شہادت سے مؤید ہو، شاہدان وحی کون ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جن کے سامنے وحی نازل ہوتی تھی، ان کے اقوال پیش کئے جائیں کہ انھوں نے اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے؟ یہ تفسیر کی ہے۔

یہ تینوں چیزیں پائی جائیں گی تو تفسیر ہے، اگر ان تین میں سے دو پائی گئیں ایک نہیں تو تاویل قریب ہے، اور اگر ایک ہی پائی گئی دو نہیں تو تاویل بعید ہے، اور اگر تینوں نہیں پائی گئیں تو تحریف ہے۔

ترجمہ قرآن پاک سب سے زیادہ مشکل

اور بھائی دیکھو میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ترجمہ قرآن پاک کا سب سے زیادہ مشکل ہے تفسیر اتنی مشکل نہیں ہے، حدیث اتنی مشکل نہیں، فقہ اتنی مشکل نہیں، کوئی فن اتنا مشکل نہیں جتنا مشکل

ترجمہ ہے، ترجمہ کے لئے ضروری ہے کہ آدمی مثلاً اردو میں ترجمہ کرے تو اردو کے پورے محاورات سے واقف ہو، عربی کے پورے محاورات سے واقف ہو، ہر چیز پر اس کو پورا عبور ہو، شان نزول بھی معلوم ہو، اس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال بھی اس کے ساتھ ہوں، دوسری نصوص جو بظاہر اس کے موافق ہوں وہ بھی اور جو اس کے معارض ہوں وہ بھی سامنے ہوں، تب جا کے ایک زبان کے لفظ کے مفہوم کو دوسری زبان کے لفظ میں ادا کرے۔

سب سے پہلا ترجمہ قرآن پاک

باقی اردو میں قرآن پاک کا ترجمہ نہایت جامع حضرت شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ ہے، پہلے تو ہندوستان میں اردو فارسی کسی زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ نہیں تھا، سب سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی میں قرآن پاک کا ترجمہ کیا۔

اس کے بعد ان کے دو بیٹوں حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کیا، ایک نے تحت اللفظ ترجمہ کیا اور ایک نے بامحاورہ ترجمہ کیا، تیسرے بیٹے (بڑے) نے تفسیر کی حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے، اس کے بعد سے معاملہ آسان ہو گیا۔

ترجمہ شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کے متعلق حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ قرآن پاک اگر اردو میں نازل ہوتا تو یہی ہوتا، اتنا جامع ہے یہ، یہ تو نہیں کہتا کہ یہی ہوتا، البتہ اس کی عبارتوں کی عبارتیں ہوتیں اگر اردو میں

نازل ہوتا، مشہور ہے کہ وہ الہامی ترجمہ ہے، ہر لفظ کا ایسا جچا تلا ترجمہ کیا ہے کہ بس قلب کے اندر وہ اترتا چلا جاتا ہے، بہت ہی جامع مثلاً:

"اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ" (ھود: ۱۱۴)

نیکیاں دور کر دیتی ہیں برائیوں کو اس پر حاشیہ میں ایک لفظ لکھ دیا جتنے میل اتنے صابن (جتنے میل اتنے صابن) بہت ہی جامع چیز ہے، جیسے جیسے، گناہ ان کو مٹانے کے لئے ویسی ویسی نیکیاں حق تعالیٰ نے تجویز فرمائی ہیں، بعضے گناہ ایسے ہیں کہ وضو کرنے سے معاف ہو جاتے ہیں، ترمذی کی روایت میں ہے کہ جب آدمی وضو کرتا ہے چہرہ دھوتا ہے تو چہرہ سے جو آخری قطرہ گرتا ہے پانی کا، اس کے ساتھ ساتھ وہ سب گناہ دھل جاتے ہیں جو چہرے نے کئے تھے، اسی طرح ہاتھ سے پیر سے، بعض گناہ ایسے ہیں کہ جب آدمی وضو کرنے کے بعد گھر سے چلتا ہے نماز کے لئے، تو ایک قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے، ایک قدم پر ایک گناہ معاف ہوتا ہے، ایک قدم پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے، وہ جو چل کر آتا ہے اس چلنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں، تو کچھ گناہ وضو کرنے سے معاف ہوئے، کچھ گناہ چلنے سے معاف ہوئے، کچھ گناہ صدقہ دینے سے معاف ہوتے ہیں، اور کچھ گناہ روزہ رکھنے سے معاف ہونے ہیں کچھ حج کرنے سے، حتی کہ آدمی جب حج کرتا ہے اس میں کچھ جنایت نہ کرے، پورے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے حج کرے تو ایسا ہو جاتا ہے جیسے کہ آج اس کی ماں نے اس کو جنا ہو، اور آج کل کچھ گناہ حج سے واپسی پر کسٹم میں معاف ہوتے ہیں، جو خلاف قانون سامان خرید کر لاتے ہیں، پھر پکڑ دھکڑ ہوتی ہے اچھی طرح سے، کچھ گناہ ایسے ہی کہ اس دنیا میں معاف ہی نہیں ہوتے، قبر میں جا کر معاف ہوں گے جب وہاں پٹائی ہوگی، اور کچھ گناہ میدان حشر میں میں جا کر معاف ہوں گے غرض جتنے میل اتنے صابن۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں ہے:

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ۔

....

ترجمہ: یہود نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ تو بندھ گیا۔

اس کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے کہا:

غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ۔ (المائدۃ: ۶۴)

[ہاتھ تو خود ان کے بندھے ہوئے ہیں، اور جو بات انہوں نے کہی ہے اس کی وجہ سے ان پر لعنت الگ پڑی ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ پوری طرح کشادہ ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔] (آسان ترجمہ)

دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، پھیلے ہوئے ہیں، کشادہ ہیں۔

یہود نے تو ایک ہی ہاتھ ثابت کیا تھا، واحد کا صیغہ لایا، یہاں جواب میں تثنیہ کا صیغہ لائے "یداہ" یہ تو دو ہاتھ ثابت ہوئے، تو بہت تلاش کیا کہ کہیں اس بارے میں کچھ ملے، تفسیر میں کسی نے کچھ نہیں لکھا، ہاں حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: اس کے دونوں ہاتھ قہر اور مہر کے کھلے ہوئے ہیں، کسی کی طرف مہر کا ہاتھ محبت کا اور کسی کی طرف قہر کا ہاتھ۔

آیت ہے: "يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا" (مریم: ۲۳)

[کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی، اور مرکر بھولی بسری ہوجاتی۔]

حضرت مریم کے جب بچہ پیدا ہوا، اور چونکہ بغیر شادی کے ہوا تھا جو کہ عام عرف کے خلاف تھا تو بدنامی، شرمندگی سب کچھ کا خدشہ تھا کہنے لگیں؛

"يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا"

کاش میں مرجاتی اس سے پہلے ہی پہلے۔

"وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا"

اور بھولی ہوئی آتی، بھول جاتی، حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: بس اس کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہے، انہوں نے ترجمہ کیا "بھولی بسری آتی"، محاورے کے موافق ترجمہ کردیا کہ یہ لفظ زائد نہیں ہے، اسی معنی میں آیا ہے۔

001 Khutbat-e-Mahmood J-2f

اسی طرح آیت ہے۔

"وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ" (المومنون:۵)

جولوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کیا ہے "تھامتے ہیں اپنی شرمگاہوں کو" تھامنا کیا ہے؟ یوں سمجھو جس طرح ایک گھوڑا ہے، قابو سے باہر ہو کر نکلا چلا جارہا ہے، لگام کے ذریعہ سے لگام کو کھینچ کر اس کو تھاما جائے روکا جائے یہ کہلاتا ہے تھامنا، بھینس ہے جو چلی جارہی ہے اس کو رسہ باندھ کر پکڑ کر زبردستی روکا جارہا ہے، یہ ہے تھامنا خالی گناہ نہ کرنے پر اجر نہیں بلکہ گناہ کا داعیہ موجود ہے، غلبہ ہے، اسباب موجود ہیں گناہ کرنے کے، پھر نفس کو روکتا ہے آدمی زبردستی جیسے کہ اس بھینس کو روکتا ہے رسے سے، تاکہ کف النفس کا مفہوم ہوجائے، اس لئے ترجمہ کیا "تھامتے ہیں اپنی شرمگاہوں کو"۔

اسی طرح سے آیت میں ہے۔

أَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ" (النساء:۴۳)

یا تم لمس کرو عورتوں کو، لمس کے کیا معنی ہیں، تم ہاتھ لگاؤ، جماع کرو، اختلاف اصول الشاشی سے پڑھتے چلے آرہے ہو، اس پر حضرت شاہ القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کیا "یا لگو تم عورتوں کو، بس سب اختلاف نکال دیا، قصہ ختم کردیا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کو سمجھ کر پڑھنے اور اس پر عمل کی توفیق دے۔ آمین

❑❑❑

....

تفسیر سورۂ والعصر

اس بیان میں

☆......سورۂ والعصر کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔
☆......زمانہ کی قسم کھانے کی وجہ۔
☆......چار طبقات کے علاوہ ہر انسان کا خسارہ میں ہونا۔
☆......چار طبقات کی تفصیل۔
☆......بعض سورتوں کے فضائل۔

....

تفسیر سورۂ والعصر

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اما بعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

"وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۔ الخ" (سورۃ العصر)

[زمانے کی قسم! انسان درحقیقت بڑے گھاٹے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائیں، اور نیک عمل کریں۔ اور ایک دوسرے کو حق بات کی نصیحت کریں اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کریں۔]

غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کی وجہ

قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ نے کسی کسی بات کو قسم کھا کر فرمایا: لوگوں کو منع کیا، بات بات پر قسم کھانے سے "وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰہَ عُرْضَۃً لِاَیْمَانِکُمْ" [اور اللہ (کے نام) کو اپنی قسموں میں اس غرض سے استعمال نہ کروکہ اس کے ذریعہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں اور لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرانے سے بچ سکو۔] اور خود حق تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا: قسم کا حاصل کیا ہے؟ قسم کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص اپنے مخاطب سے ایک بات کہتا ہے اور اس کو یقین دلانے کے لئے کسی عظیم اور بڑی ذات کا حوالہ دیتا ہے اس کو گواہ بناتا ہے، مثلاً ایک شخص ایک بات کہتا ہے کہ اللہ کی قسم یہ بات اس طرح سے ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ اے

مخاطب تو میری بات پر یقین کر لے میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں، اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہیں دلوں کے اندر کی چیزوں کو جانتا ہے۔

آنکھ کے اشاروں کو جانتا ہے۔

"یَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡیُنِ وَمَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ" (المؤمن: ۱۹)

[اللہ آنکھوں کی چوری کو بھی جانتا ہے اور ان باتوں کو بھی جن کو سینوں میں چھپا رکھا ہے۔]

ہر ارادہ کو جانتا ہے، اگر میں غلط بات کہوں تو وہ چونکہ جانتا ہے اور غلط بات سے ناخوش ہوتا ہے وہ مجھے سزا دے گا وہ اس پر قادر ہے، تو دو صفتیں حق تعالیٰ کی اس کے ذہن میں مرکوز کرنا ہوتی ہیں، ایک یہ کہ وہ عالم ہے ہر چیز کا، اس سے کوئی چیز مخفی نہیں سینہ کے اندر کی چیز بھی مخفی نہیں، زبان پر کچھ اور ہو سینہ میں کچھ اور ہو اس کو بھی جانتا ہے اور وہ قادر ہے غلط بات کو ناپسند کرتا ہے غلط بات پر سزا دے گا وہ قادر ہے تو یہ دو صفتیں اللہ تعالیٰ کی ذہن میں حاضر کرنا ہوتی ہیں ان دو صفتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے بات کہتا ہے کہ اللہ عالم ہے ہر چیز کا، دل کے ارادہ کو جانتا ہے۔

"یَعۡلَمُ مَا فِی الصُّدُوۡرِ، اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ"

اگر میں غلط بات کہتا ہوں گا تو اس کے علم میں ہے کہ میں غلط کہہ رہا ہوں اور وہ غلط بات سے ناخوش ہوتا ہے، مجھے سزا دینے پر قادر ہے۔

پھر وہی قاعدہ "وَهُوَ الۡقَادِرُ عَلٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَ عَلَیۡکُمۡ عَذَابًا مِّنۡ فَوۡقِکُمۡ اَوۡ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِکُمۡ" (الانعام: ۶۵)

اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے اوپر سے عذاب دے، پتھر برسا دے، بجلی گرا دے نیچے سے عذاب دے زمین پھٹ جائے اس کے اندر لوگ دھنس جائیں مر جائیں اس کو ہر طرح عذاب دینے کی قدرت حاصل ہے اسی واسطے اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا ناجائز ہے کیونکہ یہ صفتیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں کسی اور میں موجود نہیں اس

لئے اللہ ہی کے نام کے ساتھ قسم کھائی جائے یا اس کی صفات کے ساتھ کھائی جائے کسی اور غیر کے ساتھ کھانا جائز نہیں، یہ تو ہم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جب قسم کھاتے ہیں قاعدہ بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے قسم کھانے کی وجہ

جب حق تعالیٰ خود قسم کھا رہے ہیں اس کا کیا مطلب! اس کو کس چیز سے یقین دلانے سے بات مؤکد کرنی ہے ان کے سامنے کون سی ایسی ذات ہے جو ہر چیز سے واقف ہے اور اس چیز کے خلاف کرنے سے سزا دینے پر قادر ہیں، وہاں حاصل یہ ہوتا ہے کہ اے بندو! ہم تمہارے سامنے ایک چیز پیش کرتے ہیں تم اس کو سمجھو اگر تمہاری سمجھ میں نہ آئے تو فلاں فلاں چیزوں کے حالات پر غور کرو تو وہ بات سمجھ میں آجائے گی، یہ چیز شاہد ہے یعنی گواہ ہے، یعنی گواہ ہے، یعنی اس کے حالات پر غور کرنے سے اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی۔

ہر انسان خسارہ میں ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایک چیز "اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ" اِنَّ تحقیق کے لئے ہے یقین دلانے کے لئے ہے، "الانسان" پر الف لام استغراق کا ہے، انسان بالیقین بالتحقیق انسان کے تمام افراد "لفی خسر" لام تاکید کا ہے "خسر" میں تنوین تعظیم کے لئے ہے، "خسر عظیم" تمام انسان بڑے گھاٹے میں ہیں، یہ بات اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تمام انسان بڑے گھاٹے میں ہیں اس بات کو سمجھو اگر نہ سمجھ میں آئے تو......؟

زمانہ کے حالات میں غور وفکر

"والعصر" عصر کے حالات پر غور کرو، عصر کے معنی زمانہ، زمانہ کے حالات پر غور

کرو، تو سمجھ میں آجائے گا کہ انسان کس طرح گھاٹے میں ہے وہ زمانہ کے حالات کیا ہیں زمانہ کا حال یہ ہے کہ وہ گذرتا رہتا ہے ٹھہرتا نہیں، آپ کے پاس روپے ہیں آپ چاہیں تو اس کو جیب میں رکھ لیں نہیں خرچ کرتے جیب میں رکھا ہے، لیکن زمانہ کو کوئی شخص چاہے جیب میں رکھ کر نہ خرچ کرنا چاہے یہ نہیں کرسکتا ہے وہ تو خرچ ہوگا، آدمی سو رہا ہے سانس چل رہا ہے، گذر رہا ہے وقت، جاگ رہا ہے تو بھی وقت گذر رہا ہے، بچہ پیدا ہوا خوشی منائی جارہی ہے آہستہ آہستہ بڑھتا رہتا ہے خوشی کرتے ہیں کہ ایک سال کا ہوگیا خوشی ہورہی ہے دس سال کا ہوگیا بیس سال کا ہوگیا حالانکہ جب بیس سال کا ہوگیا تو اس میں خوشی کی کیا بات ہے جتنی عمر لے کر آیا تھا اس میں بیس سال کم ہوگئے، اگر ساٹھ سال کی عمر لے کر آیا ہے اللہ کی طرف سے تو دنیا میں اس کو بیس سال ہوگئے اس کا کیا مطلب کہ بیس سال اس کے عمر سے کم ہوگئے، ایک شخص ساٹھ ہزار روپیہ لے کر تجارت کے لئے چلتا ہے راستہ میں اس کے بیس ہزار روپیہ گر جاتے ہیں تو کیا ہوگا؟ بیس ہزار کا نقصان ہوگیا، دنیا کے لوگ نقصان نفع سمجھ لیتے ہیں، یہاں افسوس کی چیز کو خوشی کی چیز سمجھ رکھا ہے، حالانکہ آدمی کی عمر کم ہوتی جارہی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انسان بڑے گھاٹے میں ہے سب ہی انسان گھاٹے میں ہیں اس وجہ سے جس طرح ایک شخص ہے اس کے ہاں برف ہے برف کی ایک بڑی سل ہے اس کے ہاں گھر میں ضرورت ہے آٹا دال نمک تیل کی گھر کے کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں ہے وہ بازار جاتا ہے قیمت نہ ہوگی تو کیسے خریدیگا، وہ نقصان میں ہے، قیمت اس کے پاس وہی برف کی سل ہے وہ برف کی سل لے کر چلتا ہے جو چیز جس کے ہاں ہوتی ہے عامۃ اسی کو سامان کی قیمت قرار دیا جاتا ہے اسی سے سامان خریدا جاتا ہے، ہمارے بچپن کے زمانہ کی بات ہے کہ عورتیں دیہات سے آتی تھیں، کوئی اناج لے کر آرہی ہے کوئی چنے لے کر آرہی ہے کوئی گیہوں لے کر آرہی ہے اس سے خریدنے کے لئے، ایک بوتل تیل کے لئے کپاس لے کر آرہی ہے اس سے خریدنے کے لئے، کیونکہ پیسہ نہیں تھا، اسی طریقہ سے ایک شخص کے پاس پیسہ نہیں ہے برف کی سل ہے لے کر چلا ہے، بیوی بچے کھانے

کے انتظار میں بیٹھے ہیں لائے گا کچھ بازار سے آٹا لے کر آئے گا، دال لے کر آئے گا گھر میں پکانے کے واسطے اور یہ چلا بازار کی طرف برف کی سل لے کر، وہاں پہنچ کر اس نے کیا کیا دیکھا ایک جگہ کچھ مجمع بیٹھا ہے، کوئی شخص بندر کا تماشہ دکھار ہا ہے یہ بھی کھڑا ہو کر بندر کا تماشہ دیکھنے لگا اس کو جگہ بھی دھوپ میں ملی، تو کیا ہوگا برف کی سل آہستہ آہستہ پگھلنے لگی، پگھلتے پگھلتے ایک چوتھائی ختم ہوگئی، کھیل تماشہ ختم ہوا آگے چل کر کسی شادی کا باجا بج رہا تھا باجے کو کھڑے ہو کر دیکھتا رہا وہاں بھی برف پگھلتا رہا، پگھلتے گھلتے برف آدھا رہ گیا، آگے چلا وہاں دیکھا کہ لوگ محرم کا ماتم کر رہے ہیں، سینے پیٹ رہے ہیں، ایک چوتھائی برف رہ گیا، یہاں تک کہ چلتے چلتے ایک چھوٹی سی ڈلی رہ گئی، ادہر موسم بدلا ٹھنڈی ہوا چلی بادل آیا بارش برسنے لگی اب لوگوں کو برف کی ضرورت نہ رہی جو دوکانیں تھیں وہ بھی آہستہ آہستہ بند ہونے لگیں رات کا وقت ہے خرید وفروخت کا وقت ختم ہو رہا ہے ادھر اس کا وہاں کوئی جان پہچان کا بھی آدمی نہیں ہے اس بازار میں کہ رات کو وہیں ٹھہر جائے واپس جانے کے لئے پریشانی ہے، وہاں اس کے پاس کوئی سواری نہیں پیدل جانا ہے، نگاہ اس کی کمزور رات کو اندھیرے میں نظر بھی آتا نہیں ہے راستہ بھی دور راستے میں مشیر وغیرہ کا اندیشہ، چور ڈاکو کا بھی اندیشہ یہاں ٹھہرنے کو جگہ نہیں مکان جانے کو سواری نہیں، پیدل جانے کی ہمت نہیں، عوارض، خطرات بے شمار ہیں بڑا پریشان ہے، اب کیا کرے گا بتائیے! کتنا خسارہ میں ہے، اب اگر کسی دوکاندار کے پاس جاتا ہے کہتا ہے مجھے آٹا چاہئے تو وہ کہے گا لاؤ پیسہ یہ کہتا ہے پیسے تو ہیں نہیں یہ برف کی ڈلی ہے، لے لے، اس کے عوض دیدے، کہے گا اس کو کیا کروں گا میں اس کی کوئی قیمت ہی نہیں، بس یہی حال ہے، کتنا خسارہ میں رہے گا اگر یہ سمجھ دار ہوتا عقل سے کام لیتا، جیسے ہی بازار میں پہنچا ہوتا، پہلے اس کے پیسے بنالیتا یا اس کا آٹا لے لیتا جو چیز بھی خریدنی تھی وہ اس سے خرید لیتا، اب تو وہ سارا کا سارا ختم ہوگیا برف، پیسہ اس کے پاس نہیں یہاں ٹھہرنے کی جگہ نہیں، سامان مل نہیں رہا ہے، گھر جانے کے واسطے دشواریاں ہیں، کتنا پریشان ہے۔

....

دنیا ایک بازار اور انسان کا مقصد زندگی

اسی طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو ایک بازار بنایا ہے اور انسان کو اس بازار میں بھیجا ہے عالم آخرت سے اصل اس کا گھر وہاں ہے اس کو دنیا میں بھیجا کہ یہاں سے وہ چیزیں خریدے جو تیرے لئے آخرت میں کام آئیں گی اس دنیا میں جو چیزیں کار آمد تھیں وہ یہاں سے لے لیتا اور وہ چیزیں خریدتا جو آخرت کے گھر میں کام آئینگی۔

والدین کی کوتاہی

یہ آیا دنیا میں پیدا ہوا، بچپن کا زمانہ ہے کھیل کود کرتا ہے، ماں باپ لاڈ پیار کرتے ہیں کچھ زور سے بول دیا گالی کا لفظ بول دیا بچوں سے سن سنا کر، بس ماں بھی خوش ہوگئی باپ بھی خوش ہوگیا، ہنس کر بولے کہ بڑی عجیب بات کہی ہے حتیٰ کہ بڑے بڑے خراب الفاظ یاد کرتا ہے، ماں باپ اسے ڈانٹتے نہیں، تمیز سکھاتے نہیں، یہ برابر ان کو سناتا ہے ماں باپ کہتے ہیں بڑے ہوکر آپ سدھر جائے گا، حالانکہ بڑے ہوکر کیا ہوتا ہے جو چیز بچپن سے چلی آتی ہے بڑے ہوکر وہی پختہ ہو جاتی ہے اس کا چھوڑنا بڑا مشکل ہوتا ہے جو عادتیں پڑتی ہیں اچھی ہوں کہ بری بڑے ہوکر وہی پکتی ہیں بس، پھر کھیل کود کا زمانہ تھا پڑھنے کی فکر نہیں کی حتیٰ کہ اوباش بچوں کے ساتھ رہنے لگا بری عادتیں پیدا ہونے لگیں نہ قرآن پڑھا نہ حدیث پڑھی نہ دین کو سیکھا نہ نماز سیکھی کچھ نہیں حتیٰ کہ جتنے جتنے برے اخلاق تھے وہ سارے کئے اچھا کام کوئی نہیں کیا، اب جب بڑھاپا آیا منہ میں دانت نہیں پیٹ میں آنت نہیں بیٹھ کر اٹھنا مشکل، چند قدم چلنا مشکل اس وقت کسی نے کہا بڑے میاں قبر میں پیر لٹک رہے ہیں جانے والے ہو آخرت کے واسطے کچھ فکر کرلو، کچھ کلمہ سیکھ لو، کچھ نماز سیکھ لو، اب اس کو کلمہ سکھاتے ہیں تو ٹھیک طرح سے پڑھ نہیں پاتا نماز صحیح پڑھ نہیں پاتا۔

....

پونجی ختم راستہ خطرناک

جیسے کہ اس شخص کی سب پونجی ختم ہوگئی ایک دن میں جو برف لے کر آیا تھا یوں سمجھو وہ ایک دن ساری زندگی کا تھا وہ برف سارے کا سارا پگھل گیا ایک ڈلی رہ گئی جو کام کی نہیں رہی، اسی طرح اس شخص نے ساٹھ سال کی زندگی گذار دی اور اب چلنے کا وقت آ گیا آخرت کی طرف، یہاں ٹھہر نہیں سکتا اس واسطے کہ ملک الموت آجائے گا پکڑ لے گا وہ تھوڑا ہی چھوڑ دے گا، کون شخص ہے جو ذمہ داری لے گا ملک الموت سے کہدے کہ اچھا میں اپنے ہاں ٹھہرا لیتا ہوں آپ کے پاس پہنچا دوں گا، وہاں جانے کے لئے راستہ دیکھا نہیں، وہاں جانے کے لئے بڑے خطرات منکر نکیر کا معاملہ، قبر کا معاملہ، عذاب کے فرشتوں کا معاملہ یہاں ٹھہرنے کو جگہ نہیں وہاں جانے کو راستہ بڑا خطرناک ہے راستہ میں پریشانیاں ہیں اور جو عمر کا حصہ لے کر آیا تھا وہ بمنزلہ برف کے تھا وہ گھلتے گھلتے ختم ہو گیا اب جو ڈلی رہ گئی وہ کسی کام کی نہیں، اس شخص کی پریشانیوں کا حال کتنا سخت ہے اسی لئے فرمایا:

"وَالْعَصْرِ ۔ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ"

ہر انسان گھاٹے میں ہے گھاٹا کیا ہے؟ کہ برف کی طرح سے اس کی عمر کا ایک ایک قطرہ پگھلتا رہتا ہے اسی طرح سے انسان کی زندگی ختم ہوتی ہے، ہر انسان گھاٹے میں ہے، عالم ہے تو گھاٹے میں ہے جاہل ہے تو گھاٹے میں ہے مالدار ہے تو گھاٹے میں ہے، فقیر ہے تو گھاٹے میں، حاکم ہے تو گھاٹے میں محکوم ہے تو گھاٹے میں نیک ہے تو گھاٹے میں بد ہے تو گھاٹے میں، یعنی ہر ایک کی زندگی گذرتی ہی جارہی ہے، کوئی شخص ایسا نہیں جو عمر کا کچھ حصہ لے کر کپڑے میں باندھ کر یا صندوق میں بند کر کے رکھ دے کہ جب ضرورت پیش آئے نکال لاؤں، زندگی تو گذر رہی ہے اس کے محفوظ کرنے کی کوئی صورت ہی نہیں اس لئے فرماتے ہیں بالکل یقینی بات ہے پختہ بات ہے کسی شک وتردد کی گنجائش ہی نہیں کہ ہر انسان

گھاٹے میں ہے جو زندگی انسان کو دی گئی تھی اس کے ذریعہ سے اپنی آخرت کو درست کرلیتا وہ زندگی انسان کی اس دنیا میں آنے سے ختم ہو رہی ہے، اب کیا کرے گا۔

خسارہ سے چار طبقات کا استثنا

چار فرقوں کو مستثنیٰ کیا گیا، اِلاَّ اِلاَّ بھی تو قرآن میں آتا ہے:

پہلا طبقہ

"اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا" پہلا طبقہ وہ جنھوں نے ایمان قبول کیا دنیا میں آئے ایمان قبول کیا، صرف ایمان لائے کوئی اور عمل صالحہ نہیں کیا انشاء اللہ وہ بھی نجات کا ذریعہ بن جائے گا، اگر کسی شخص کو ایمان مل گیا اس دنیا میں آ کر تو ایسے جیسے ایک بہت بڑا پلاٹ مل گیا زمین کا اس کے اندر باغ لگا سکتا ہے دوکانیں بنا سکتا ہے، گھر بنا سکتا ہے، مسافر خانہ بنا سکتا ہے، مدرسہ مسجد بنا سکتا ہے، سب کچھ بنا سکتا ہے، غرض ایک پلاٹ اس کو مل گیا۔

صرف ایمان لایا اور جنت میں چلا گیا

ایسا بھی ممکن ہے کہ وہ صرف ایمان لایا اور جنت میں چلا گیا۔

ایک شخص جہاد میں آیا وہ شخص مسلمان نہیں تھا مشرک تھا مشرکوں کی طرف سے آیا لڑنے کے لئے قتال کے لئے، جہاد میں لڑا اور عین جہاد کی حالت میں اس نے کلمہ پڑھ لیا مسلمان ہو گیا، ایسے ہی جیسے اس نے کلمہ پڑھ لیا مسلمان ہو گیا فوراً اس کے ایک تیر لگ گیا ختم ہو گیا، شہید ہو گیا، اب دیکھئے ایک وقت کی اس نے نماز نہیں پڑھی، ایک دن کا اس نے روزہ نہیں رکھا، حج نہیں کیا، کوئی صدقہ نہیں کیا کوئی چیز نہیں کی صرف ایمان لایا کھلا جنت میں جائیگا۔

....

"مَنْ کَانَ آخِرِ کَلَامہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ" (مشکوۃ شریف:۱۴۱، حدیث:۱۶۲۱)

[جس شخص کا آخری کلام "لا الہ الا اللہ الخ" ہو جنت میں داخل ہوگا۔]

کا ایک صحیح مصداق یہ بھی ہے، ایک شخص آتا ہے اونٹ پر سوار پریشان حال، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھتا ہے کہ وہ کہاں ہیں؟ دیکھا یہ ہیں، کہا میں بڑی دور سے آرہا ہوں، راستے میں کھانے کو نہیں ملا، گھاس کی جڑیں کھود کر میں نے کھائی ہیں میں پوچھنے کے لئے آیا ہوں کہ ایمان کیا چیز ہے؟ بتایا گیا کہ ایمان یہ چیز ہے! یہ سنتے ہی واپس جانے لگا اور اونٹ پر سوار تھا اونٹ سے گرا اور گرتے ہی مرگیا، یہ بھی جنت میں گیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اہل جنت کی طرف دیکھنا چاہے فلاں شخص کو دیکھے سچا آدمی تھا اتنی دور سے چل کر آیا تھا ایمان کی حقیقت کو پوچھا پھر اس کا انتقال ہوگیا تو وہ جنتی ہے اس لئے ایمان بڑی دولت ہے۔

ایک طالب علمانہ لطیفہ

ابو ذر رحمۃ اللہ علیہ ایک محدث ہیں بہت زبردست محدث ہیں لاکھوں حدیثیں ان کو زبانی یاد تھیں، حدیث بیان کررہے ہیں مجمع کے سامنے "من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ یا من قال لا الہ الا اللہ" اتنا ہی کہا اور وہیں انتقال ہوگیا، اتنا کہتے ہی انتقال ہوگیا، شراح نے لکھا ہے کہ وہ حدیث پوری نہ کرسکے حدیث پوری کیا تھی؟

"من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ" (طبرانی:۵۵)

نہیں پڑھ سکے اس سے پہلے انتقال کرگئے، لیکن ہمارے استاد نے بتایا کہ حدیث انھوں نے پوری کردی، کیسے پوری کردی! بات کبھی تو پوری کی جاتی ہے زبان سے اور کبھی پوری کی جاتی ہے کسی اور اشارے سے، استاد کبھی بچوں سے کہتا ہے سبق یاد کرو اگر سبق یاد نہ کروگے تو) اشارہ فرمایا ہاتھ سے جیسے چھڑی سے مارنے کا اشارہ فرمایا کرتے ہیں) ورنہ۔۔۔۔

ہاتھ سے جو اشارہ کرتا ہے پٹائی کی طرف تو بات کو زبان سے پورا نہیں کرتا بلکہ ہاتھ سے پورا کرتا ہے، تو یہاں انھوں نے حدیث کو پورا کیا عمل سے "لا الہ الا اللہ" کہا اور جنت میں داخل ہو گئے، "من قال الخ" کہا اور جنت میں داخل ہو گئے، تو "من قال الخ" یہ کیا چیز ہے؟ یہ "الا الذین آمنوا" وہ لوگ جو ایمان لائے، یہ طبقہ جنت میں جائے گا خسارے سے بچے گا، جتنی زندگی غفلت میں گذرگئی تھی وہ گذرگئی تھی لیکن جیسے ہی کلمہ پڑھ لیا ایمان لایا جنت میں داخل ہو گئے، اللہ اپنے بندوں کے ساتھ ایسے ہی معاملات فرماتے ہیں۔

انتقال کے وقت مدینہ طیبہ میں ایک شخص "روضۃ من ریاض الجنۃ" میں بیٹھا ہوا قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا، اذان ہوئی، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اس نے بھی زبان سے کہا: اللہ اکبر، اللہ اکبر، پھر مؤذن نے اللہ اکبر، اللہ اکبر، کہا اس نے بھی، اللہ اکبر، اللہ اکبر، کہا پھر اس نے "اشھد ان لا الہ الا اللہ" کہا اس نے بھی اشھد ان الخ کہا، اس نے جب "اشھد ان محمدا رسول اللہ" کہا تو یہ جو بیٹھا ہوا قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی طرف نظر کی اور "اشھد ان محمداً رسول اللہ" کہا اور وہیں انتقال ہو گیا، آگے چلنے کی نوبت ہی نہیں آئی، اس لئے جو شخص "لا الہ الا اللہ" کہے جنت میں جائے گا، حدیث پاک صحیح ہے کسی اور توجیہ کی ضرورت نہیں، من قال الخ میں جیسے طلباء توجیہ کیا کرتے ہیں، بس جس شخص نے "لا الہ الا اللہ" کہا اس کو کسی نیک عمل کا موقعہ ہی نہیں ملا، لہذا یہی کافی ہو گیا اس کے واسطے ایک طبقہ تو گھاٹے سے بچ گیا جو ایمان لے آیا۔

دوسرا طبقہ

دوسرا طبقہ "وعملوا الصلحت" ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی کیا اعمال صالحہ کا میدان بہت بڑا وسیع ہے، ایک قسم نہیں بے شمار ہیں، اعمال صالحہ، اس پلاٹ کو کام میں لانے

کے واسطے بہت سے کام کیئے جاسکتے ہیں اس پلاٹ میں ایک شخص نے مسجد بنوادی جب تک اس میں نماز ہوتی رہے گی اس کو ثواب ملتا رہے گا، اسی پلاٹ میں ایک مدرسہ بنادیا جب تک اس میں پڑھائی ہوگی پڑھنے والے پڑھتے رہیں گے، پڑھانے والے پڑھاتے رہیں گے، اس کا ثواب ملتا رہے گا، اعمال صالحہ یہ چیز ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جن کی عمر تریسٹھ سال ہوئی ہے زیادہ نہیں ہوئی، غسل کرتے، وضو کرتے، مسواک کرتے، دو رکعت نفل پڑھتے، تب ایک حدیث لکھتے، اس طرح سولہ برس لگے ان کو بخاری شریف کی تصنیف فرمانے میں، اور احادیث کو تلاش کرنے نکلتے تھے کہاں محدث ہے کس کے پاس جانا ہے یہ صورت نہیں تھی اس زمانہ میں آج جو آپ کے یہاں ہے کہ گھنٹے مقرر ہیں اساتذہ متعین ہیں درسگاہیں تجویز شدہ ہیں کتابیں موجود ہیں پڑھنے کے لئے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ بھی ساتھ تھیں ان کو ٹھہرائے رکھنے کی جگہ نہ تھی ان کو ساتھ لئے لئے سفر کرتے تھے جہاں کوئی محدث ہوا ان سے حدیث لیتے تھے تریسٹھ سال کی عمر ہوئی، بخاری شریف تصنیف فرمائی اور اس شان کے ساتھ تصنیف فرمائی کہ ہر حدیث پاک کے شروع میں وضو و غسل و دو رکعت نفل پڑھی اس کے بعد ایک حدیث لکھی محنت کی، دنیا سے چلے گئے لیکن اتنا بڑا کام کر کے چلے گئے کہ اسی (۸۰) ہزار لوگوں نے بخاری شریف کی سند حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (سے براہ راست لی ہے دنیا میں، مشرق، مغرب، جنوب وشمال، جگہ جگہ بخاری شریف پڑھی جارہی ہے پڑھائی جاری ہے لوگ اس کا ترجمہ لکھ رہے ہیں حاشیہ لکھ رہے ہیں اس سے مسائل استنباط کر رہے ہیں مسائل بتا رہے ہیں، کتنا بڑا کام کر گئے ہیں۔

……………………………………

اسی طرح سے کسی شخص کو اس پلاٹ کے ساتھ ساتھ مال و دولت بھی عطا فرمائی یعنی ایمان کے ساتھ ساتھ دولت بھی عطا فرمائی ہے، وہ اپنی دولت کو خرچ کرتا ہے، غرباء پر خرچ کرتا ہے، مساکین پر خرچ کرتا ہے، دین کے کاموں پر خرچ کرتا ہے، اعمال صالحہ کا مستقل سلسلہ جاری ہے، اسی طرح سے دوسرے جتنے اعمال صالحہ ہیں ان کو اختیار کرتے ہیں، ایک طبقہ تو ایسا ہے جو فقط ایمان لایا اس سے حساب و کتاب کچھ ہے ہی نہیں، ایمان لایا پھر ختم ہوگیا، اس دنیا سے رخصت ہوگیا، ایک طبقہ آگے بڑھ کر اس کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ بھی کرتا رہے، اب مثلاً یہ دیکھئے کہ آدمی اپنے گھر سے درسگاہ تک آتا ہے، مسجد تک آتا ہے، خاموش چلا آتا ہے، کیوں خاموش خاموش چلا آتا ہے" درود شریف پڑھتا چلا آئے قرآن پاک پڑھتا چلا آئے، حدیث کی دعائیں پڑھتا چلا آئے، اب جتنے ساعات اس نے گھر سے مسجد تک خاموشی میں خرچ کئے اس کا حساب بھی تو ہوگا، نقصان ہی تو ہوگیا اس میں، کچھ نہیں کیا اس نے ہاں، اگر قرآن پاک پڑھتا چلا آتا۔

ہر ہر سانس قیمتی ہے

ہر ہر سانس اس کا کارآمد ہے، ہر سانس ایک ایک اشرفی سے زیادہ قیمتی ہے، اشرفی جیب میں لے کر چلتا ہے لیکن وہ جیب نیچے سے پھٹی ہے اشرفی نکلتی چلی جارہی ہے، گرتی چلی جارہی ہے، بازار تک دوکان پر جب پہونچا دیکھا تو پوری جیب خالی، خسارہ میں ہے، لیکن اگر اسی اشرفی سے کام لے لے، کافی ہے، یہی سانس بڑے قیمتی ہیں ان کو ضائع کرنا اشرفیوں کو ضائع کرنے سے زیادہ خسارہ ہے۔

تیرا ہر سانس نخل موسوی ہے
یہ زجر و مد جواہر کی لڑی ہے

یہ سانس کا اتار چڑھاؤ جواہر کی لڑی ہے، اس کو ضائع مت کرو اس کو کام

میں لاؤ تو اگر مکان سے مسجد تک آتے آتے "قل ھو اللہ" ہی مثلاً پڑھتا چلا آئے تو کتنا اچھا ہے۔

بعض سورتوں کے فضائل

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ" قل ھو اللہ" پڑھتا ہے۔ اس کو ایک تہائی قرآن شریف پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ (ترمذی شریف:۲/۱۱۷)

دس مرتبہ "قل ھو اللہ احد الخ" پڑھنے سے جنت میں ایک محل تیار ہو جاتا ہے۔

ایک سانس میں کئی دفعہ آدمی "قُل ھو اللہ احد" پڑھ سکتا ہے، اتنی بڑی کمائی محنت معمولی سی ہے کچھ بھی نہیں زبان کی معمولی سی حرکت سے "قل ھو اللہ" ادا ہو جاتی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ "الحمد شریف" پڑھنے سے اتنا ثواب ملتا ہے جتنا دو تہائی قرآن پڑھنے سے ملتا ہے۔

"اذا زلزلت الارض" پڑھنے میں اتنا ثواب ہے جتنا نصف قرآن پڑھنے میں ہے۔ (ترمذی:۲/۱۱۷)

سورۂ "یٰسین شریف" پڑھنے میں اتنا ثواب ہے جتنا دس قرآن پڑھنے میں ہے۔

اللہ نے کتنی سہولتیں مہیا کر رکھی ہیں، مگر پھر بھی انسان اس سے غافل رہے، اس کو اختیار نہ کرے، تو کتنا خسارہ میں ہے اور اس سے زیادہ خسارہ میں وہ شخص ہے جس کی زندگی کے سانس معاصی میں گذر جائیں خداوند تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کرے زیادہ گھاٹے ونقصان میں وہ شخص ہے، اور وہ ایسا ہو گیا جیسے کوئی شخص گھر سے جیب میں اشرفیاں لے کر چلا اور ان اشرفیوں کو بچھوؤں سے بدل لیا۔

بے شمار قسمیں اعمال صالحہ کی ہیں احادیث کی کتابیں پر ہیں فقہ کی کتابیں پر ہیں،

قرآن پاک پر ہے اعمال صالحہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کوتاہی نہیں فرمائی تمام اعمال صالحہ بیان فرمائے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس کے نقل کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ائمہ مجتہدین نے ان کو سامنے رکھ کر مسائل کے استنباط کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی، اب نمبر ہمارا ہے ہم ان کو پڑھیں، ان کی قدر کریں، ان پر عمل کریں، تو انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہوگی۔

تیسرا طبقہ

وتواصوا بالحق الخ: ایک طبقہ تیسرا ہے پہلا تو وہ ہے جو فقط ایمان لایا، دوسرا وہ جس نے اعمال صالحہ بھی کئے ہیں، تیسرا طبقہ وہ جس نے صبر کی تلقین کی ”وتواصوا بالحق“ ایک طبقہ وہ جو تواصی بالحق کرتا ہے، ایک دوسرے کو حق کی وصیت حق کی تلقین کرتا ہے حق پیش کرتے رہے حق قبول کرتے رہے ایک دوسرے کو تلقین کرتے رہے۔

کسی شخص کے ہاتھ پر ایک شخص کے ایمان لانے کی فضیلت

حدیث شریف میں آتا ہے:

”من اسلم علی یدیہ رجل واحد دخل الجنۃ یا وجبت لہ الجنۃ، او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم“ (طبرانی:۲۸۶/۱۷)

جس شخص کے ہاتھ پر ایک شخص ایمان لے آئے اس کیلئے جنت واجب ہوگئی، ”تواصی بالحق“ کی ایک شان یہ ہے لوگوں کو حق پہنچانا ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرنا۔

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے نوے لاکھ آدمی انکے ہاتھ پر ایمان لائے، اب نوے لاکھ آدمیوں میں سے نہ جانے کتنے حافظ ہوئے ہونگے، کتنے قاری ہوئے ہوں گے، کتنے عالم ہوئے ہوں گے، کتنے ولی ہوئے ہوں گے، اور آگے بھی انھوں نے کتنوں کو اسلام کی دعوت دی ہوگی، کتنے خسارے سے بچ کر کس قدر نفع کمانے والے ہیں، یہ جو پونجی ہے جسے سرمایہ حیات کہنا چاہئے، انسان کی زندگی کی ہر سانس یہ بڑی قیمتی چیز ہے اس کو ضائع نہیں کرنا چاہئے اس کو بیکار کرنے سے آگے انسان بڑے خسارے میں رہتا ہے۔

چوتھا طبقہ

"وتواصوا بالصبر" چوتھا طبقہ وہ جس نے خود بھی صبر کیا اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کی، "حبس النفس علی ما تکرہ رضاء اللہ تعالیٰ" صبر ہے، نفس کو محبوس کرنا ایسی چیزوں پر جس کو نفس ناپسند کرتا ہو اللہ کی رضامندی کے لئے، اللہ کے بندوں پر آزمائشیں آتی ہیں یہ دنیا آزمائش گاہ ہے، دار امتحان ہے۔

"الٓمٓ ۔ أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ" (العنکبوت: ۱)

کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم "آمنا" کہہ کر چھوٹ جائیں گے آزمائش نہیں ہوگی، آزمائش ہوگی بڑی بڑی آزمائش ہوں گی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ آزمائش انبیاء علیہم السلام کی ہوئی اور انبیاء علیہم السلام میں سب سے زیادہ آزمائش میری ہوئی، یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، انبیاء علیہم السلام کے

قصے آپ حضرات جانتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کیسی کیسی آزمائش ہوئی، مکان سے چلے، ہجرت کی، چلے بیوی ایک جگہ پر چھین لی گئی، چلے بت اللہ کی تعمیر کے لئے، بیوی بچے وہاں پر بے آب وگیاہ جگہ میں چھوڑنے کا حکم ہوا وہاں پر چھوڑ دے، چھوٹا معصوم بچہ، بیوی کوئی اور گھر نہیں کوئی اور جاننے والا نہیں، کوئی کھیتی کی پیداوار نہیں پھل کی پیداوار نہیں وہاں ایسی حالت میں چھوڑ کر چلے، تو پھر آگ میں ڈالنے کے لئے کتنا زبردست معاملہ کیا گیا آگ میں ڈالے گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتنا آزمایا گیا، حضرت عیسی علیہ السلام کو کتنا آزمایا گیا، حضرت نوح علیہ السلام کو کتنا آزمایا گیا سب کو آزمایا گیا، یہ سب قرآن پاک میں موجود ہے، اور اس امت کے اولیاء اللہ کی بھی آزمائش کی جاتی ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی آزمائش

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جیل میں ڈالا گیا دس کوڑے وہاں پر روزانہ لگتے تھے وہیں پر زہر دیا گیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی آزمائش

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مشکیں اس طرح زور سے کسی گئیں کہ مونڈھے ان کے الگ ہو گئے، ان حضرات نے کسی سے انتقام نہیں لیا۔

....

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی آزمائش

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا بشارت دی گئی کہ احمد کو بشارت دو آزمائش کی، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھانجے امام مزنی کو بھیجا وہ گئے جا کر انھوں نے نے کہا کہ استاد محترم نے یہ کہا یہ سن کر حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگے کہ استاد محترم کی خدمت میں سلام عرض کرو اور کہو کہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے، جب وہ واپس آئے تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ تم کو کچھ دیا بھی حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے، کیونکہ جو شخص خوش خبری سنائے کسی کو تو اس کو کچھ دیا کرتے ہیں دینے کا معمول ہے، کہا ہاں! مجھے اپنا کرتا اتار کر دیا اس خوش خبری میں، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا تم سے کہ تم یہ کرتا مجھے دیدو البتہ پانی میں بھگو کر اس کا پانی مجھے دیدو، چنانچہ اس کا پانی ان کو دیا جس کو انھوں نے پیا اور سر چہرہ پر ڈالا، آزمائش جب ہوئی "اَللّٰهُ الصَّمَدُ" "اَللّٰهُ الصَّمَدُ" کوڑے لگتے تھے تو ہر کوڑے کے بدلے میں کہتے تھے "غفر الله لك" ان کی اس طرح آزمائش ہوئی اور خدا جانے کس کس کی آزمائش ہوئی صبر کرے جتنا آدمی صبر کرے گا، اسی قدر اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہوگا۔

تو فرمایا چار طبقے ایسے ہیں جو خسران سے، گھاٹے سے، محفوظ رہے گے، ایک "الذین آمنوا" دوسرا "وعملوا الصٰلحت" تیسرے "وتواصوا بالحق" چوتھے "وتواصوا بالصبر"۔

شهر الصبر

اور یہ مہینہ اس کا نام ہی ہے "شہر الصبر" صبر کا مہینہ ہے رمضان کا مہینہ، اس لئے

گذر رہا ہے آج پچیس تاریخ ہے جتنا نقصان و گھاٹے میں گذرا اللہ اس کو معاف فرمائے، جتنا باقی ہے اللہ اس کی قدر دانی نصیب فرمائے، بھائی ہمارا جو عمل ایسا ہے جس کو ہم یوں سمجھتے ہیں نیک ہے وہ تو معاصی سے گھرا ہوا ہے بالکل سر سے پیر تک معاصی سے بھرا ہوا حق تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی لاج رکھتے ہوئے ہماری بخشش فرمائے۔ آمین

برحمتک یاارحم الراحمین۔

....

تفسیر سورۂ والعصر

اس بیان میں

☆......سورۂ والعصر کی تفسیر سادہ طریقہ پر بیان کی گئی ہے۔
☆......زمانہ کی قسم کھانے کی وجہ۔
☆......چار طبقات کے علاوہ ہر انسان کا خسارہ میں ہونا۔
☆......مقصد زندگی۔
☆......اپنی اور دوسروں کی اصلاح کی فکر۔

....

تفسیر سورۂ والعصر

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ۔ اما بعد!

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

"وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ۔ الخ" (سورۃ العصر)

[زمانے کی قسم! انسان درحقیقت بڑے گھاٹے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائیں، اور نیک عمل کریں۔ اور ایک دوسرے کو حق بات کی نصیحت کریں اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کریں۔]

اللہ تبارک تعالیٰ نے اس مختصر سی سورت میں بڑے عالی مضامین بیان فرمائے ہیں، انسان کی زندگی کا خلاصہ اور سارا نچوڑ بتادیا، قسم کھا کر فرمایا: "وَالعَصْرِ" قسم ہے زمانے کی۔

زمانہ کی قسم کھانے کی وجہ

قسم کیوں کھائی؟ قسم کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ جب آدمی کسی مخاطب سے بات کرتا ہے تو کہتا ہے کہ میں بالکل سچی دل کی بات بتاتا ہوں، اگر میں اس میں جھوٹ بولتا ہوں گا اللہ کو گواہ پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ جھوٹ کو ناپسند کرتا ہے، جھوٹی قسم کو ناپسند کرتا ہے، میرے جھوٹ بولنے پر واقف بھی ہوگا اور قادر بھی ہے اس کی سزا دینے پر، قسم کا حاصل اتنا ہی ہوتا ہے مخاطب کے

سامنے کسی بڑی ذات کو بطور گواہ کے پیش کرنا اس واسطے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا منع ہے کیونکہ پورے طور پر وہ ہی واقف ہے، یہ جو انسان کسی کے سامنے قسم کھا کر بات بتلاتا ہے، اس کی قسم کا یہ حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قسم کھائے اس کا کیا مطلب؟ اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی کوئی ایسی عظیم الشان چیز ہے؟ ایسا تو نہیں! وہاں قسم کا حاصل یہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اس پر غور کرو تمہاری سمجھ میں نہ آتا ہو تو فلاں شی کے حالات پر غور کرنے سے سمجھ میں آجاوے گا، مثلاً اس سورت میں کیا بات بتائی "ان الانسان لفی خسر" کیا مقصود ہے؟ انسان گھاٹے اور نقصان میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہر انسان نقصان اور گھاٹے میں ہے۔

انسان خسارہ میں ہے

اگر تمہاری سمجھ میں نہیں آتا کہ گھاٹے اور نقصان میں کہاں ہے تو زمانہ کی حالت پر غور کرنے سے سمجھ میں آجاوے گا یعنی زمانہ کی حالت پر غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ انسان گھاٹے میں ہے، زمانہ گزرتا رہتا ہے، زمانہ ایسی چیز نہیں کہ اس کو باندھ کر محفوظ کر دیا جائے، پیسے ہیں انسان کے پاس خرچ کرتا ہے اٹھا کر رکھ بھی لیتا ہے جب ضرورت ہوگی خرچ کریں گے، کپڑا ہے پہنتا بھی ہے، اٹھا کر رکھ بھی لیتا ہے جب ضرورت ہوگی پہنیں گے، غلہ ہے کھاتا ہے رکھ بھی لیتا ہے، لیکن زمانہ کو اٹھا کر رکھ لے جب ضرورت پیش آئے گی نکال لیں گے، ایسا نہیں زمانہ تو گذر رہا ہے ایک ایک سال، ایک ایک مہینہ، ایک ایک دن، ایک ایک گھنٹہ، ایک ایک سکنڈ، ایک ایک آن برابر گزرتا چلا جاتا ہے، چاہے انسان سو رہا ہے تب بھی اس کی زندگی گزر رہی ہے کھیتی کر رہا ہے تو زندگی گزر رہی ہے، دوکان میں بیٹھ کر سودا بیچ رہا ہے تو زندگی گزر رہی ہے، کھیل کود کر رہا ہے تو زندگی گزر رہی ہے غرض نیکی کر رہا ہو یا بدی کر رہا ہو، اپنا کام ہو ذاتی یا دوسروں کے متعلق کام ہو جس چیز میں بھی مشغول ہو انسان کی

زندگی گزرتی چلی جائے گی، ایسا نہیں کہ دفتر میں ایک سال اٹھا کر رکھ لیں، بعد میں نکال لوں گا، ایسا نہیں یہ گھاٹے میں ہے جو سرمایہ گھٹتا ہی رہتا ہو، اس سرمائے کے بارے میں کیا کہیں گے گھاٹے میں ہے نقصان میں ہے۔

انسان کو دنیا میں زندگی دیکر بھیجتا ہے

ایسا سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو بازار بنایا، یہ بازار ہے یہاں ہر چیز ملتی ہے اور انسان کو اس بازار میں بھیجا، کہاں یہ جہاں پہلے تھا پیدا ہونے سے پہلے انسان کہاں تھا کسی اور عالم میں تھا اصل گھر تو اس کا وہی تھا وہاں سے اس دنیا میں بھیجا، تمہارے لئے وہاں کچھ کارآمد چیزیں ملیں گی لے آؤ، یہاں کوئی چیز مفت نہیں ملتی ہے خریدے کس چیز سے خریدے، خریدنے کے لئے تو سرمایا چاہئے روپیہ چاہئے، ان کے پاس سرمایہ ہے عمر کا، انھوں نے سرمایہ دے کر بھیجا ہے کہ اس عمر کو خرچ کر کے وہ وہ چیزیں خریدیں جو جو چیزیں وہاں کارآمد ہوں گیں جیسے کوئی شخص اس دنیا میں بازار میں آئے کچھ سامان خریدنے کے لئے، بازار میں آیا گاؤں سے گھر کی ضروریات خریدنے کے لئے، روپیہ پیسہ تو اس کے پاس ہے نہیں، گھر سے برف لایا کہ اس کو بیچ کر کچھ کپڑا خریدوں گا جو چیز ضرورت کی ہوگی خریدوں گا، وہ آیا، موسم گرمی کا ہے شہر میں داخل ہو کر دیکھا یہاں تو گانا بجانا ہو رہا ہے ناچ ہو رہا ہے وہ دیکھنے لگا جگہ نہیں ہے دھوپ میں کھڑا ہے سورج تپ رہا ہے اور برف سورج سے پگھلتا ہے، آدھا برف رہ گیا، وہاں سے آگے چلا دیکھا کہ قسم قسم کے کھیل ہو رہے ہیں، کسی جگہ بندر نچا رہے ہیں، وہ دیکھنے لگا جتنا برف ساتھ تھا اس میں سے اور آدھا رہ گیا، غرض دن بھر اس کا اسی میں گزر گیا، شام ہوگئی خدا نے کیا بادل آگیا اور زور کی بارش ہوگئی ٹھنڈی ہوا چل پڑی ادھر برف کی ڈلی اس کے پاس تھوڑی سی رہ گئی شہر میں اس کی کسی سے جان پہچان نہیں کوئی مسافر خانہ نہیں کہ وہاں جا کر قیام کر لے اب دوڑا دوڑا کسی دوکاندار کے پاس جاتا ہے دوکانیں بھی بند ہونا شروع ہوگئیں رات ہوگئی کہتا ہے

کہ یہ چیز چاہئے، اچھا پیسہ لائیے، روپیہ تو ہے نہیں برف کی ڈلی ہے دوکاندار نے کہا برف کی ڈلی کس کام کی اب تو ٹھنڈی ہوا چل گئی اس کی ضرورت ہی نہ رہی، کوئی قیمت نہیں اس کی کسی جگہ کوئی چیز اس کے بدلہ میں نہیں ملتی اب اس کی پریشانی کو دیکھئے جو سرمایہ لے کر آیا تھا وہ پگھل کر ختم ہوگیا جو سامان خریدنا تھا خرید نہ سکا وقت سارا گزر گیا اب اس کو اپنے گاؤں کی طرف جانا ہے راستہ میں اندیشہ ہے کہ چور ڈاکو مل جائیں یہ بھی اندیشہ ہے کہ شیر بھیڑیا مل جائے اس کے پاس بندوق نہیں حفاظت کے واسطے، نظر بھی کم آتا ہے۔ بہت پریشان ادھر گھر والے انتظار میں بیٹھے ہیں کہ سامان خرید کر لائے گا گھر کی ضروریات کا وہاں کچھ بھی نہیں، اس شخص کو کیا کہا جائے گا یہی کہا جائے گا بڑے خسارہ میں ہے بڑے گھاٹے ٹوٹے میں ہے، سمجھدار ہوتا تو سب سے پہلے شہر میں داخل ہو کر اس برف کی سلی کو بیچ کر پیسے بنا لیتا، جو سامان خریدنا تھا خرید لیتا اور کھیل تماشہ میں وقت ضائع نہ کرتا جلدی سے جلدی سامان خرید کر اپنے گھر واپس چلا جاتا تو نقصان میں نہ ہوتا اب تو سراسر نقصان ہی نقصان میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ" انسان گھاٹے میں ہے۔

زمانے کے حالات میں غور کرو

زمانے کے حالات میں غور کرو اس سے سمجھ میں آوے گا انسان کس طرح گھاٹے میں ہے، مثلاً ایک کو پچاس سال کی زندگی دے کر بھیجا گیا کسی کو اسی سال کی زندگی دے کر بھیجا گیا وہ اس دنیا میں آیا کچھ وقت گذرا، ناسمجھی اور بچپن کا کچھ زمانہ گذرا، شوخی، شرارت کا کھیل کود کا کچھ وقت گذرا، دوسرے قسم کے کھیل تماشے دیکھنے میں کچھ وقت گذرا، سیر و تفریح میں دوسرے علاقے دیکھنے میں، غرض اس طرح ہوتے ہوتے زندگی گذر گئی، اب جب زندگی کی شام ہوتی ہے منہ میں دانت نہیں رہے، پیٹ میں آنت نہ رہی، چلنا پھرنا مشکل ہے بیٹھے تو اٹھا نہیں جاتا یہ کیفیت ہے، اصلی گھر میں جانا ہے، سامان سفر ساتھ نہیں، گھر جانے کا وقت قریب ہے گھر وہ ہی

ہے جہاں سے پہلے آیا تھا اللہ تعالیٰ کے یہاں سے اس عالم میں جانا ہے، سامان کچھ نہیں خریدا، کسی نے کہا بڑے میاں اتنی عمر آگئی نمازیں پڑھ لیا کرو، جواب ہی نہیں دیتا لفظ صحیح ادا نہیں ہوتا وہ کہلوائے زبان سے کچھ اور نکلے کچھ نہ نماز جانتے ہیں نہ تلاوت جانتے ہیں، نہ روزے جانتے ہیں، اور واپس جانا ہے، زندگی ختم ہونے کے بعد کوئی رکھنے کو تیار نہیں اول تو زندگی ختم ہو جانے سے پہلے ہی دعاء کرتے ہیں جلدی چلا جاوے تو اچھا ہے،، بہت ہر دلعزیز ہوا اس کی زندگی بھر اس کا ساتھ دیا اس کے دستوں عزیزوں نے، اور جب زندگی ختم ہوگئی ایک رات بھر رکھنے کے لئے تیار نہیں، جلدی سے جلدی قبر میں دفن کرو اس کو، وہاں پہنچ کر منکر نکیر کا معاملہ درپیش ہے، کل آپ لوگوں نے موت کا قصیدہ بہت دھیان سے سنا وہاں پہنچنے پر کیا ہوگا، مطالبہ ہوگا، بوڑھے کیا کر کے آیا ہے؟ اتنی زندگی دی تھی کہاں خرچ کی کیوں کچھ کمایا نہیں، کیا جواب دے گا، اس زندگی کے ذریعے کیا خریدا جاسکتا ہے؟ بہت کچھ خریدا جاسکتا ہے اس کو بتاتے ہیں۔

چار طبقے خسارہ سے بچے ہوئے ہیں

"إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا الخ" ہر انسان گھاٹے اور نقصان میں ہے چاہے عادل ہو یا جابر ہو، چاہے مالدار ہو یا فقیر ہو، چاہے گاؤں کا رہنے والے ہو، چاہے شہر کا رہنے والا ہو، چاہے بادشاہ ہو یا حاکم ہو، چاہے رعیت ہو ہر انسان گھاٹے میں ہے اور نقصان میں ہے، مگر چار طبقے وہ چار طبقے بچ گئے گھاٹے اور نقصان سے، کون کون سے۔

پہلا طبقہ

"إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا" جو لوگ ایمان لے آئے گھاٹے سے بچ گئے اگر اس نے کوئی بھی نیک عمل نہیں کیا صرف ایمان لے آیا یہ چیز بھی نجات کے لئے کافی ہو جائے

001 Khutbat-e-Mahmood J-2f

گی، ایمان لانا ایسا ہے جیسے بہت بڑا پلاٹ مل گیا اس میں باغ لگا سکتا ہے، عمارت بنا سکتا ہے مدرسہ، مسجد تعمیر کرسکتا ہے، مسافر خانہ بنا سکتا ہے اور خدا جانے کیا کیا کام کرسکتا ہے اگر اس نے کچھ بھی نہ کیا صرف پلاٹ ہے اس کے پاس یہ بھی بہت کافی ہے، بڑی قیمت کا ہے، ایمان بمنزلہ پلاٹ کے ہے ایمان لے آیا گویا بہت بڑا پلاٹ مل گیا، کوئی کام نہیں کیا صرف ایمان لے آیا تو وہ بھی نجات کے لئے کافی ہوسکتا ہے، جہاد میں ایک کافر مسلمانوں کے مقابلہ میں لڑ رہا ہے بہت زور کے ساتھ تلوار چلا رہا ہے خدا جانے کتنوں کو شہید کر دیا ہوگا اللہ نے توفیق دی ایمان کی، کلمہ پڑھتا ہے، جیسے ہی کلمہ پڑھا کسی دشمن کا تیر سامنے سے لگا فوراً ختم ہوگیا، اب دیکھئے اس نے ایک وقت کی نماز نہیں پڑھی، ایک دن کا روزہ نہیں رکھا، کوئی بھی نیک عمل نہیں کیا صرف کلمہ پڑھا یعنی ایمان لایا تیر اس کو لگ گیا اور کھلا جنت میں جائے گا نقصان سے بچ گیا، ایک شخص اونٹ پر چڑھ کر آرہا ہے اور آکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر رہا ہے میں بہت دور سے آرہا ہوں راستہ میں جڑیں اور گھاس کھا کھا کر آرہا ہوں مجھے بتائیے ایمان کیا چیز ہے اور سنت کیا چیز ہے؟ اس کو بتایا ایمان یہ ہے، سنت یہ ہے، اونٹ سے گرا، گر کر مر گیا سیدھا جنت میں گیا اس واسطے ایمان کسی کو مل جائے بہت اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔

کلمہ طیبہ کی فضیلت

اس واسطے حدیث میں آیا ہے "من قال لا الٰہ اللہ دخل الجنۃ" (مسلم شریف: ۱/۴۳)
[جس نے "لا الٰہ الا اللہ الخ" کہا، جنت میں داخل ہوگا۔]

دوسری روایت میں ہے "من کان آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ" (مشکوٰۃ شریف: ۱۴۱) [جس شخص کا آخری کلام "لا الٰہ الا اللہ الخ" ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔]
"لا الٰہ الا اللہ الخ" کہا جنت میں داخل ہوگیا۔

....

ابوزرعہ محدث کا واقعہ

ایک محدث گزرے ہیں بہت زبردست، ابوزرعہ لاکھوں حدیثیں ان کو یاد ہیں حدیث کا درس دے رہے ہیں، جب اس حدیث پر پہنچے "من کان آخر کلامه لا اله الا الله" اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ ان کا انتقال ہوگیا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جب جی چاہے بلالے، جس حال میں چاہے بلالیں انتقال ہوگیا، شراح حدیث نے لکھا ہے وہ حدیث پوری نہیں کہہ پائے تھے آدھی پڑھی تھی "من کان آخر کلامه لا اله الا الله" (ابوداؤد شریف: ۳۱۱۶) آگے کا ٹکڑا نہیں پڑھا حدیث پوری کرنے سے پہلے انتقال ہوگیا، میرے استاد نے بتایا کہ نہیں وہ حدیث پوری کرگئے "لا اله الا الله" کہا جنت میں داخل ہوگئے، کلام کو حدیث کو جو پورا کیا جاتا ہے کبھی زبان سے پورا کیا جاتا ہے کبھی کسی اور عمل سے پورا کیا جاتا ہے، جو حضرات بچوں کو تعلیم دیتے ہیں ان کو زیادہ تجربہ ہوگا بیٹھے ہیں پڑھا رہے ہیں بچے آپس میں بات کرتے ہیں، دیکھو تم پڑھتے نہیں ہو باتیں کر رہے ہو! سبق یاد کرلو، ورنہ، ورنہ کہا اور اشارہ کیا ہاتھ سے یا قمچی سے تو اب بات پوری کردی بغیر زبان سے بولے، اسی طرح انھوں نے زبان سے "من کان آخر کلامه لا اله الا الله" کہا اور اپنے عمل سے جنت میں داخل ہوگئے بات پوری کردی۔

اور یہ بھی ممکن ہے ایک شخص کو موقعہ ملا ایمان لانے کے بعد مگر اس نے کوئی نیک عمل کیا نہیں، جو دو صورتیں میں نے بتائی ہیں وہ تو ایسی ہیں کہ اس کو ایمان لانے کے بعد موقع ہی نہیں ملا جہاد کی صورت اور اونٹ والے کی لیکن ایک شخص کو موقعہ ملا ہے عمر ملی ہے مگر اس نے نیک اعمال نہیں کئے محض کلمہ پڑھ لیا ایمان کا، کچھ کیا نہیں اس نے اور دیکھئے "من قال لا اله الله" اس حدیث کی تشریح آپ لوگ جانتے ہیں "ان لم يمنع مانع" کوئی شخص ایمان لے آیا جنت میں داخل ہوگا اگر کوئی مانع موجود نہ ہو اس قسم کی قیدیں ملحوظ رہتی ہیں، کہا جاتا ہے گل بنفشہ کی خاصیت کیا ہے، زکام کو دور کرنا ہے۔

"ان لم یمنع مانع" اگر سردی کا زمانہ آئے ٹھنڈے پانی سے منع کیا جاتا ہے ایک شخص جو چیز زکام وغیرہ کرتی ہے اس کا ارتکاب کرتا ہے تو مانع تو موجود ہے، ایسی حالت میں گل بنفشہ اس کو کیا فائدہ دے گا۔

"دخل الجنة" کا مطلب

جیسے کہ روایت میں ہے کہ جو شخص وضو کرتا ہے اعضاء وضوء اس طریقہ پر دھوتا ہے کہ دھوتے دھوتے اس کے لئے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں جنت میں چلا جائے گا مگر کوئی مانع موجود نہ ہو اور ہوسکتا ہے مانع موجود ہو مثلاً فرائض کو ترک کیا اس نے معاصی کا ارتکاب کیا لیکن ایمان کے ساتھ دنیا سے گیا ہے تو ہوسکتا ہے کہ ان چیزوں کی سزا پانے کے بعد جنت میں چلا جائے، "دخل الجنة" کے یہ معنیٰ نہیں کہ فوراً داخل ہو دخول اولی مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ کسی نہ کسی وقت جنت میں داخل ہو کر رہے گا عتاب دائمی میں مبتلا نہ ہوگا، وہ جہنمیوں میں سے نہیں ہوسکتا ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمادے سارے گناہوں کو معاف فرمادے اور پھر جنت میں داخل فرمادے اس کا فضل تو بہت بڑا ہے کون ہے اس کے فضل کو روکنے والا۔

ہیجڑے کی مغفرت

ایک حکایت لکھی ہے ایک بزرگ جارہے تھے دیکھا کہ ایک جنازہ جارہا ہے، تین مرد جنارہ کو اٹھائے ہوئے ہیں اور ایک جانب سے ایک عورت نے اٹھا رکھا ہے بس اتنے ہی لوگ جارہے تھے جنازہ کے ساتھ انھوں نے آگے چل کر پوچھا کیا قصہ ہے کس کا جنازہ ہے اس کو اٹھانے والے صرف تین مرد ملے اور کوئی نہ ملا، بلکہ عورت ساتھ آئی، عورت نے کہا میرے لڑکے کا جنازہ ہے یہ لڑکا ہیجڑا تھا زنانہ پن تھا اس میں، عورتوں کی حرکات کیا کرتا تھا

لوگ اس کو ذلیل اور حقیر سمجھتے تھے آج کوئی اس کے جنازہ کو اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوا، تین آدمی ملے اور ایک میں ساتھ ہوگئی انھوں نے اس عورت سے جنازہ کا پایہ لے لیا، جنازہ کو دفن کیا رات میں خواب میں دیکھا ایک عالیشان محل ہے اور اس میں وہ ہیجڑا بہت عمدہ لباس میں ہے پوچھا تو وہ ہی ہے؟ اس نے کہا ہاں، کیا ہوا؟ اس نے کہا حالت تو وہی تھی جو میری ماں نے بتائی تھی صحیح بتایا غلط نہیں بتایا لیکن لوگ مجھے ذلیل سمجھتے تھے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے گالی دیا کرتے تھے لیکن میں نے کسی سے انتقام نہیں لیا، بس یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند آ گئی بخش دیا، اللہ تعالیٰ مومن کی کسی بات پر خوش ہو کر سارے گناہ کو معاف فرمادیں تو کوئی گرفت نہیں کرسکتا، اسی کو فرمایا ''وَالعَصْرِ اِنَّ الِانْسَانَ لَفِیْ خُسْر'' جو لوگ ایمان لے آئے عذاب دائمی سے بچ گئے، پہلا طبقہ تو یہ ہے۔

دوسرا طبقہ

''وعملوا الصلحت'' نیک اعمال کئے، ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ بھی کئے صرف ایمان پر اکتفا نہیں کیا یعنی اس پلاٹ کو کام میں لے آئے، کام میں کس طرح لے آئے، مثلاً اس نے مسجد بنائی لوگ آتے ہیں نماز پڑھتے ہیں، مثلاً اس نے مدرسہ بنادیا جس میں قرآن مجید اور حدیث شریف کی تعلیم ہوتی ہے، مثلاً اس نے مہمان خانہ بنادیا ہے مسافر لوگ آ کر ٹھرتے ہے، مثلاً اس نے باغ بنادیا لوگ اس کے باغ سے پھل کھاتے ہیں دور دور تک اس کا پھل جاتا ہے، یہ اعمال صالحہ کئے یعنی ایمان لانے کے بعد اس نے نمازیں بھی پڑھیں روزے بھی رکھے، زکوٰۃ بھی دی، اعمال صالحہ کئے اخلاق فاضلہ اختیار کئے اس نے اپنے پلاٹ کو کارآمد بنایا تو اس کا ذخیرہ اس سے بڑھا ہوا ہے، جو صرف ایمان لا پائے اور مہلت ملنے کے باوجود اعمال صالحہ نہیں کئے ان کے مقابلہ میں ان کا ذخیرہ بڑھا ہوا ہے عامۃً یہی ہوتا ہے۔ یہ دوسرا طبقہ ہوا۔

....

تیسرا طبقہ

"وتواصو بالحق" ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے رہیں کہ دیکھو حق کو نہ چھوڑ و حدیث میں بھی آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہ جانتے ہو کون لوگ ہوں گے جو عرش کے سایہ میں سب سے پہلے جائیں گے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا "اللہ و رسولہ اعلم" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ہوں گے جب ان کے سامنے حق پیش کیا جاتا ہے تو قبول کرتے ہیں اور جب ان سے حق کو طلب کیا جاتا ہے تو وہ حق دے دیتے ہیں حق ایسی چیز ہے صحیح چیز نفس الامر میں حق ہے جو اللہ کی پسندیدہ چیز ہے ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے رہیں کہ دیکھو حق بات کہنا غلط بات نہ کہنا چاہے مقابلہ میں کیسا ہی دشمن ہو حق بات کہی جائے، حق کھانا کھانا، ناحق مت کھانا چاہے کیسی ہی بھوک لگی ہو، کتنی ہی پریشانی ہو رہی ہو لیکن حق چیز کو استعمال کرنا ناحق چیز کو مت استعمال کرنا، خود اس پر پابند رہے دوسرے کو ہدایت کی نصیحت کرتے رہیں یہ تیسرا طبقہ ہو گیا۔

چوتھا طبقہ

وتواصَوْا بِالصَّبْرِ ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے رہیں۔ یہ چوتھا طبقہ ہے۔ دنیا میں پریشانی آتی ہے۔ ان پریشانیوں کو برداشت کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کو صبر کہتے ہیں کہ مہینہ رمضان کا ہے کہ اس کا نام ہی شہر الصبر ہے۔

صبر کے معنی اور اس کی اہمیت

صبر کے کیا معنی نفس کے خلاف جو چیز پیش آئے اس کو برداشت کرنا۔ بھوک لگے

کھانا مت کھاؤ۔ پیاس لگے پانی مت پیو۔خواہش ہو بیوی کے پاس مت جاؤ جو چیز روزے کو خراب کرنے والی ہے اس سے پورے طور پر بچو اور "هٰذَا شَهْرٌ يُزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ الخ" یہ ایسا مہینہ ہے کہ مومن کا رزق اس میں بڑھا دیا جاتا ہے۔دن بھر کھانے سے منع کر دیا اور جب کھانے کا وقت آیا تو بہت بڑھا دیا۔اسی مہینہ میں ایک رات بھی ہے جو آج سے شروع ہو رہی ہے۔دس روز تک صبر کرنا ہے اور کسی بھائی سے خلاف طبع چیز دیکھیں گے تو اس پر صبر کرنا ہے۔

اپنی اصلاح کی فکر

ہر شخص کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اپنی اصلاح کے لئے آیا ہوں دوسروں کی اصلاح میرے ذمہ نہیں۔دوسرا شخص کچھ بھی کر رہا ہو صرف نظر کرلے۔اولاً تو کوئی دوسرا شخص غلط کام کیسے کرے گا۔اکثریت یہاں پر اہل علم کی ہے۔جانتے ہیں کہ اعتکاف کے لئے کیا چیز منافی ہے مسجد کیلئے کیا چیز منافی ہے۔قرآن پاک کی تلاوت کا کیا حق ہے، ذکر کا کیا حق ہے ہر چیز کو پہچانتے ہیں۔اس کے باوجود معصوم کوئی نہیں غلطی ہر ایک سے ہوسکتی ہے اور ہوتی بھی ہے۔اس لئے اگر کسی سے غلطی خطا ہو جائے تو ہوسکتا ہے خود اس کی سمجھ میں آجاوے ہمیں کیا ضرورت ہے بتانے کی۔

دوسروں کی اصلاح کا جذبہ

اس واسطے جو جذبہ اور داعیہ صرف دوسروں کی اصلاح کا ہوتا ہے اور اپنا کبھی خیال نہیں ہوتا یہ بہت پریشان کرتا ہے جس شخص کی طبیعت میں دوسروں کی اصلاح کا داعیہ ہمیشہ رہتا ہے وہ اس میں کامیاب ہو یا نہ ہو۔لڑائی سب سے ہوجاتی ہے اس کی اور وہ بھی چڑچڑے مزاج کا ہوجاتا ہے کسی کی کوئی بات اس کو پسند نہیں آتی کہ کوئی عالم اس کو پسند نہیں آتا، کوئی اللہ کا

بندہ پسند نہیں آتا۔ ہر ایک کے اندر کھوٹ ہر ایک کے اندر خرابی۔ یہ عیب تلاش کرنے کا جو مرض ہو جاتا ہے اس کا ایک بڑا نقصان یہ بھی ہے کہ اپنے عیوب کی طرف نظر کرنے کی نوبت بھی نہیں آتی۔ اپنے عیوب سے ہمیشہ غافل رہتا ہے اور دوسروں کے عیوب کے درپے۔ اس لئے یہ نہایت خطرناک چیز ہے اس سے پورے طور پر اجتناب کرنے کی ضرورت ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جگہ کم ہونے کی وجہ سے چلتے ہوئے کسی کو ٹھوکر بھی لگ جائے۔ اولاً چلنے والے کو خود ہی دیکھ بھال کر چلنا چاہئے تاہم انسان ہے غلطی ہو سکتی ہے ٹھوکر لگ جائے اور آدمی سو رہا ہو سوتے سوتے بیدار ہو کر ایک دم غصہ ہو جاتا ہے۔ دیکھتا نہیں! تو درگذر کریں اور معاف کر دیں اور صبر کریں کہ یہ مہینہ صبر کا ہے۔

تعاشروا کالاخوان وتعاملوا کالاجانب

"تعاشرُوا کالاخوان الخ" جیسے ایک خاندان کے آدمی ایک باپ کی اولاد ہوں ایک ماں کے پیٹ میں دونوں نے پیر پھیلائے ہو وہاں سے پیدا ہوئے ایک قسم کی غذا ملتی ہے لہذا خون کی ہمدردی ہے اس خون کی ہمدردی کی وجہ سے غلطی سے درگذر کیا جاتا ہے اور ہر قسم کی سہولت اس کو دی جاتی ہے۔ ہر قسم کی راحت پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے یہ تو ہے معاشرہ

"تعاشروا کالاخوان وتعاملوا کالاجانب الخ"

[معاشرہ کرو بھائیوں جیسا اور معاملہ کرو اجنبیوں جیسا۔]

اور ہر شخص دوسرے کے ساتھ میں مالی حیثیت سے معاملہ ایسا کرے جیسے اجنبی، یہ نہ سمجھے کہ دوسرے کی چیز اٹھا کر کھالوں، دوسرے کی چادر اٹھا کر اوڑھنا شروع کر دوں دوسرے کا چپل پہن کر چلا جاؤں، دوسرے کا کپڑا استعمال کرلوں۔ نا، ایسا نہیں دوسرے کی چیز کا استعمال نہ کرنا۔ جہاں تک ہو سکے اپنی چیز کے لئے تو درگذر کرنا دوسرا استعمال کرے بہت اچھا ہے لیکن دوسرے کی چیز استعمال نہ کریں اس میں احتیاط برتنے کی ضرورت

ہے۔اس کی وجہ سے انشاء اللہ بہت نفع ہوگا۔

"تعاشروا مع الاَخوانِ وتعاملوا مع الاجانب"

بھائیوں کے ساتھ معاشرہ اور اجنبیوں کے ساتھ معاملہ۔اور یہاں یہ بھائیوں کا قصہ ہے جیسے کہ ایک باپ کی اولاد ایک گھر میں ہوتی ہے۔اسی طرح یہاں بھی سب جمع ہیں۔لہٰذا اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے اس سے درگزر کرنا چاہئے۔ویسے اسلام کی تعلیمات تو یہ ہیں کہ غیروں کے ساتھ بھی معاملہ ایسا ہی کرنا چاہئے،مسلمان خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھانا کھلائے،خود پیاسا رہ کر دوسروں کو پانی پلائے،خود مصیبت اٹھا کر دوسروں کو راحت پہنچاوے۔یہ اسلام کی تعلیمات ہیں۔سب کے ساتھ،چہ جائیکہ سب لوگ ایک جگہ جمع ہو جائیں۔

کتے کو پانی پلانے پر فاحشہ کی مغفرت

بخاری شریف کی حدیث میں موجود ہے ایک فاحشہ عورت نے دیکھا کہ ایک کتے کا بچہ زبان نکالے ہوئے ہے،چاٹ رہا ہے زمین کو،خیال آیا کہ پیاسا ہے۔جیسے مجھے پیاس لگتی ہے اس کو بھی پیاس لگی ہے۔اپنا خف پیر میں سے نکالا اور کنویں میں سے پانی لے کر اس کو پلایا۔اس زمانہ کے پیغمبر کو بتایا گیا کہ اس عورت کی بخشش ہوگئی۔(بخاری شریف:۳۳۲۱)

یہ حضور اقدس ﷺ نے بیان فرمایا۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا،جانور کو کھلائے،پلائے اس میں بھی اجر ہے؟ آپ نے فرمایا"فِیْ کُلِّ ذات کَبِدٍ رَطْبٍ اَجْرٌ" ہر جاندار کے ساتھ بھلائی کرنے میں اجر ہے۔جب کتے کے بچے کو پانی پلانے سے اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی رحمت ہو جائے فاحشہ عورت کے سارے معاصی معاف ہو جائیں،تو ایک انسان اور انسان میں بھی اہل علم اور اہل علم میں بھی اہل عمل اور اہل عمل میں بھی متبع سنت اور متبع سنت میں بھی روزہ دار،اعتکاف کی حالت میں مسجد میں اگر ان کو راحت پہنچائی جائے تو کتنا بڑا اجر ہوگا۔

....

تکلیف پر صبر

اور ان سے اگر تکلیف پہنچے جو عامۃً غیر اختیاری ہوتی ہے۔ اس پر تحمل کیا جائے ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا اور یوں سمجھئے جیسے انسان کے جسم میں قسم قسم کے مادے جمع ہو جائیں اس کو بخار آیا، تیز بخار آیا، شدید بخار کی وجہ سے اندر کے جتنے جراثیم تھے سارے ختم ہو گئے، جتنی رطوبات زائدہ تھیں پریشان کرنے والی وہ سب سوکھ کر ختم ہو گئیں اور ایک دو مسہل بھی دے دیے حکیم صاحب نے دماغ کا تنقیہ ہو گیا۔ جیسے کہ شدید بخار اور یہ مسہل اس کے تنقیہ کا کام دیتا ہے اسی طریقہ سے سمجھئے کہ امراض بہت بڑے کیڑے ہیں گیارہ مہینے قسم قسم کے امراض میں بتلا رہے قسم قسم کی برائیوں میں گرفتار رہے نہ آنکھ کی حفاظت نہ کان کی حفاظت۔ کھانے میں اس کی بھی پرواہ نہیں جائز ہے ناجائز ہے یہ مہینہ حفاظت کا مہینہ ہے۔ یوں سمجھئے بخار ہو گیا جو جو رطوبات زائد ہیں وہ خشک ہو گئیں۔ یہی صحت کی صورت ہے۔ اسی طریقہ پر صحت ہوگی، روزہ رکھا، روزہ رکھنے کی وجہ سے اندر کی رطوبات خشک ہو گئیں انشاء اللہ صحت ہوگی۔ اعتکاف کیا اعتکاف کی وجہ سے ان شاء اللہ اور زیادہ راحت پہنچے گی۔ جتنا مادہ فاسدہ بدن میں موجود ہے اس کی وجہ سے مرض لاحق ہوتا ہے اس مرض سے نجات مل جائے گی گویا مادہ ختم ہو جائے گا۔

خداوند تعالیٰ توفیق نصیب فرمائیں۔ کہنے والے کو بھی سننے والے کو بھی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تعالیٰ عَلٰی خیر خلقه سیّدنا ومولانا وحبینا محمد واٰلِهٖ وصحبه اجمعین الیٰ یوم الدین

....

تفسیر سورۃ والناس

اس بیان میں

☆......سورۃ والناس کی آسان اور عام فہم انداز میں تفسیر۔
☆......شان نزول۔
☆......اللہ تعالیٰ کی تین صفات ذکر کرنے کی وجہ۔
☆......سحر اور دیگر اشیاء میں تاثیر۔
☆......واقعۂ ہجرت اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری۔
☆......اپنی اور قوم کی اصلاح کی فکر۔
☆......حضرات اکابر کے بعض واقعات۔

وعظ متعلق سورۂ والناس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ مسنونہ کے بعد!

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ اِلٰهِ النَّاسِ ○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ○ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ○

(سورۂ ناس)

کہو! کہ میں پناہ مانگتا ہوں سب لوگوں کے پروردگار کی، سب لوگوں کے بادشاہ کی، سب لوگوں کے معبود کی، اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو پیچھے کو چھپ جاتا ہے، جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، چاہے وہ جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔

(آسان ترجمہ)

شانِ نزول

یہ قرآن کریم کی سب سے آخری سورت ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کو ستایا جاتا تھا، طرح طرح، بدنصیب لوگ ستاتے تھے، پریشان کرتے تھے، اللہ پاک نے ان کو رحمت بنا کر بھیجا، مگر یہ لوگ ان کو ستاتے بجائے رحمت کا استقبال کرنے کے اذیتیں پہونچاتے تھے، مکہ مکرمہ میں بھی دیر تک لوگ اذیتیں پہونچاتے رہے، پھر جب ہجرت فرمائی، مدینہ طیبہ میں بھی بہت ستانے والے موجود تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا گیا

آپ پر سحر کیا گیا، سحر کا حاصل یہ تھا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب امہات المومنین میں سے کسی کے پاس جانے کا ارادہ فرماتے، خیال پیدا ہوتا کہ میں تو جا چکا، اپنا ارادہ پورا نہ کر پاتے، اتنا اثر آپ پر سحر کا تھا، باقی ویسے جو وحی الٰہی تھی اس میں کچھ فراموشی نہیں ہوئی، احکام کی تبلیغ میں کسی چیز میں کوئی اثر نہیں تھا، صرف اثر اس بات میں تھا کہ جب کبھی اپنی کسی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانے کا ارادہ پیدا ہوتا خیال ہوتا کہ میں جا چکا۔ مقصود ان مخالفین کا بھی یہ تھا کہ آگے کو سلسلہ نسب بند ہو جائے، اولاد پیدا نہ ہو، یہ مقصود تھا اور اس کے لئے اتنی بات کافی تھی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے سب ہی نبیوں کو آزمایا ہے۔ یہ دنیا دار الامتحان ہے، طرح طرح کی آزمائشیں آتی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے والے کثرت سے موجود رہے، چنانچہ آپ پر سحر کیا گیا اور آپ پر اس کا اثر ظاہر ہوا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے دفعیہ کے لئے دو سورتیں نازل فرمائیں۔ ایک سورۃ الفلق، ایک سورہ الناس۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں لیٹا ہوا تھا میں نے دیکھا میں سو رہا تھا۔ ایک فرشتہ سرہانے آیا۔

ایک نے پوچھا کہ ان کا کیا حال ہے؟ دوسرے نے بتایا کہ ان کے اوپر تو سحر کیا گیا ہے، پھر پوچھا کس نے سحر کیا ہے۔ کہا فلاں شخص نے کیا۔ کہا گیا۔ فلاں کنویں میں، کنگھیوں کے دندانے جس میں کچھ بال ہیں، کیا کیا چیزیں ہیں، ان میں سحر کیا ہے اور فلاں کنویں میں ایک پتھر ہے، اس پتھر کے نیچے اس نے دبا رکھا ہے۔ یہ چیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو معلوم کرا دی۔ آپ تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ خدام تھے، اصحاب تھے۔ اس کنویں کو دیکھا تو اس کا پانی سرخ تھا جیسے مہندی کا پانی ہوتا ہے وہاں سے اس کو نکالا۔ اور ایک ایک آیت ان سورتوں کی پڑھتے جاتے تھے سحر ختم ہوتا جاتا تھا، جتنی گرہیں لگی ہوئی تھیں وہ سب گرہیں ختم ہو

گئیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے سحر سے نجات دی۔(بخاری شریف: ۵۷۶۳)

ان دونوں سورتوں کا جو شخص زیادہ ورد رکھے، ہر نماز کے بعد پڑھ لے، یا صبح وشام پڑھے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو سحر سے محفوظ رکھیں گے۔

آنحضرت ﷺ کو زہر دیا گیا

سحر بھی آپ پر کیا گیا اور زہر بھی آپ ﷺ کو دیا گیا۔ایک ہی قوم تھی جو سحر کرنے والی بھی تھی اور زہر دینے والی بھی تھی۔نبی اکرم ﷺ خیبر تشریف لے گئے وہاں پر ہر ایک کو ایک بکری کا گوشت پیش کیا گیا تھا کھانے کے لئے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ گوشت مجھے بتا رہا ہے کہ میرے اندر زہر ملا ہوا ہے۔اور بھی بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھایا تھا۔معلوم ہوا کہ ایک یہودیہ عورت نے یہ حرکت کی۔پوچھا کیوں کیا؟ کہا آپ کو جاننے کے لئے کہ آپ سچے نبی ہیں یا نہیں۔اگر سچے نبی ہیں تو آپ کو زہر کا کوئی اثر نہیں ہونے کا۔ (بخاری شریف: ۵۷۷۷)

اور اگر خدانخواستہ غلط بات کہتے ہیں، جھوٹے ہیں تو زہر کھا کر ہلاک ہو جائیں گے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی حفاظت فرمائی لیکن اسی موسم میں، جس موسم میں آپ کو زہر کھلایا گیا تھا ہر سال اس کا اثر ظاہر ہوتا تھا، یہاں تک کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا اس زہر کا اثر ہر سال اسی موقع پر ہوتا تھا جس موقع پر زہر دیا گیا تھا۔اب اس کی وجہ سے میری رگ پھٹ رہی ہے جس کے ساتھ حیات وابستہ ہوتی ہے وہ کٹ گئی ہے۔

"قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ الخ"

یہ سورت ہے "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ کہئے، پڑھئے، تعلیم دی جارہی ہے نبی اکرم ﷺ کو، چونکہ نبی اس دنیا میں آکر کسی سے دین پڑھا نہیں

کرتا، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ خود معلم ہوتے ہیں اور فرشتوں کے ذریعہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ علم بھیجتے ہیں، فرشتہ واسطہ اور ذریعہ ہوتے ہیں اس علم کے پہونچانے کا، اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: "قُلْ" آپ کہئے "اعوذ" میں پناہ مانگتا ہوں، پناہ چاہتا ہوں، یعنی اپنی کسی طاقت پر اعتماد نہیں، اپنی کسی تدبیر پر اعتماد نہیں، بلکہ جو کچھ سہارا ہے اللہ کی حفاظت کا ہے، اللہ کی پناہ پر ہے۔

اشیاء میں تاثیر یں

اور ظاہر بات ہے کہ سب دنیا میں تاثیر پیدا کرنے والے سب چیزوں کو وجود دینے والے حق تعالیٰ ہیں، جس چیز میں جو تاثیر جس وقت چاہیں رکھ دیں، جس وقت چاہیں اس میں سے اس وقت نکال لیں۔ اور اس کے مشاہدات انبیاء علیہم السلام کو بھی کثرت سے ہوئے اور اولیاء اللہ کو بھی ہوتے رہتے ہیں۔ دیکھئے آگ میں تاثیر رکھی ہے جلانے کی، لیکن جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈالا گیا تو اس کی تاثیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں نہیں ہوئی رک گئی، اللہ تعالی نے روک دی فرمادیا:

"قُلْنَا يَانَارُ كُونِيْ بَرْداً وَّسَلَاماً عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ" (انبیاء)

[اور ہم نے کہا: اے آگ! ٹھنڈی ہوجا اور ابراہیم کیلئے سلامتی بن جا۔] (آسان ترجمہ)

سمندر میں تاثیر ہے ڈبو دینے کی لیکن جب موسیٰ علیہ السلام کا تابوت اس میں ڈالا گیا تو اس میں تاثیر ڈبونے کی ختم ہوگئی موسیٰ علیہ السلام کے حق میں ان کو نہیں ڈبویا اسی طرح سے جس وقت میں موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب کیا فرعون نے اور اسی کے لشکر نے تو وہاں پہونچ کر سمندر میں جب عصا مارا ہے پانی چھٹ گیا، پانی کھڑا ہوگیا، راستے بن گئے، ان کے حق میں بجائے ڈبونے کے راستے بنادئے۔ پار ہونے اور صحیح سلامت نکل جانے، راستہ پیدا کرنے کی تاثیر ہوگئی اور انھیں راستوں کو جب فرعون گیا ہے اور اس کا لشکر گیا ہے تو وہ سب کے سب مل ملا کر پانی

بن گیا اور سب کو ڈبو دیا اور غرق کر دیا۔ تو کسی چیز کی تاثیر ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے۔ سحر میں بھی اللہ نے تاثیر دی ہے اور زہر میں بھی تاثیر اللہ نے دی ہے اور اللہ تعالیٰ جب چاہیں، جس کے حق میں چاہیں اس تاثیر کو نکال دیں۔

ہجرت کے موقع پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بکری کا دودھ دوہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پلانا

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر تشریف لے جا رہے تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ صبح کا وقت تھا، دھوپ نکل آئی، پھیل گئی، جا کر سائے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہاں دیکھا کہ ایک شخص بکریاں چرا رہا ہے۔ اس سے پوچھا کس کی بکریاں ہیں؟ معلوم ہوا فلاں شخص کی وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دوست ہے۔ اس سے پوچھا اگر تمہاری بکریوں میں دودھ ہے نکال لیں۔ اس نے کہا ہاں نکال لیجئے۔ دودھ دوھا۔ پہلے بکری کے تھنوں کو دھویا پانی سے۔ اس کے بعد دودھ نکالکر اس کے اوپر پانی کا چھینٹا دیا۔ چونکہ تازہ تازہ دودھ گرم ہوتا ہے۔ چھینٹا دے کر جب کچھ ٹھنڈا ہو گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئے اور عرض کیا حضور اسے نوش فرمالیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا۔ عرض کیا حضور اور پی لیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "فَشَرِبَ حَتّٰی رَضِیْتُ" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا اور ایسے طریقے پر پیا کہ اندر سے میرا جی راضی ہو گیا۔ غور کیجئے کونسا جذبہ ہے، کونسی محبت ہے، کونسا تعلق ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دودھ پیتے ہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرا جی راضی ہو گیا، بس میرا جی خوش ہو گیا۔

....

غارِ ثور میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جانثاری

جب حضور اقدس ﷺ نے دودھ پی لیا تو آپ ﷺ کو بٹھا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار کے اندر گئے تاکہ اس کو صاف کر لیں۔ دوپہر کا وقت، گرمی کا وقت وہاں گذار لیں۔ غار میں اندر پہونچے اسے صاف کیا اور دو چادریں تھیں۔ ان کے پاس، اس میں سوراخ کئی ایک تھے۔ ہر سوراخ میں چادر کو پھاڑ پھاڑ کر کپڑا لگا دیا تاکہ کوئی ایذا دینے والا جانور ان میں سے نہ نکلے۔ بچھو، کن کھجورا، سانپ کوئی ہو اور عامۃً یہ جانور ایسی جگہ رہا کرتے ہیں۔ جب وہاں سے باہر آئے حضور اقدس ﷺ کو لینے کے لئے تو ان کے اوپر ایک چادر تھی۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا دوسری چادر کیا ہوئی تو انھوں نے بتایا کہ وہ تو میں نے اس طرح سے لگا دی۔ حضور اقدس ﷺ کو لے کر اندر گئے اور پھر عرض کیا کہ حضور (ﷺ) میرے زانو پر سر رکھ کر تھوڑی دیر سو جائیں۔ حضور اقدس ﷺ سو گئے، لیٹ گئے۔ دیکھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک سوراخ اس غار میں باقی رہ گیا جس میں کپڑا نہیں دیا، اس میں ایک سانپ سر نکال رہا ہے۔ انھوں نے ایک پیر اپنا پھیلا کر اس میں لگا دیا تاکہ سانپ وہاں ہی رک جائے، کاٹے تو میرے ہی کاٹے۔ تھوڑی دیر آپ سوئے تھے اتنے میں اس سانپ نے اندر سے نکلنے کا ارادہ کیا، دیکھا تو پیر اٹکا ہوا تھا، پیر لگا ہوا تھا، اس نے کاٹا۔ بس کاٹنا تھا ان کے زہر دوڑا اور جی میں خیال آیا، چونکہ سانپ کے کاٹنے کی تاثیر اللہ تعالیٰ نے یہ رکھی ہے کہ آدمی مر جاتا ہے۔ اب میں مر جاؤں گا حضرت نبی اکرم ﷺ اکیلے رہ جائیں گے۔ بہت پریشان ہوئے۔ اس پریشانی سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ اور آنسو جب چہرۂ مبارک پر گرا ہے تو حضور اقدس ﷺ بیدار ہوئے۔ پوچھا ابوبکر کیا بات ہے تو انھوں نے کہا حضور مجھے تو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ چنانچہ پیر نکالا تو حضرت نبی اکرم ﷺ نے اس پر اپنا لعاب دہن لگا دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سانپ کی تاثیر سے، سانپ کے

کاٹے کی تاثیر سے محفوظ رکھا، زہر نہیں چڑھا۔ (ازالۃ الخفاء: ۹۲/۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری کی درخواست

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے حوارین میں سے کسی نے درخواست کی تھی کہ میں چاہتا ہوں کہ نبی آخر الزماں، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کروں۔ آپ دعا کیجئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے عمر طویل عطا کرے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو وہاں سے بتلایا گیا کہ اس حالت میں تو نہیں دیکھ سکتے۔ ہاں اگر دیکھنا چاہتے ہو تو تم کو بجائے انسان کے سانپ بنا دیا جائے۔ اس نے منظور کرلیا۔ چنانچہ وہ سانپ آکر اس غار میں ٹھہرا ہوا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے ٹھہرا ہوا تھا چونکہ کتابوں کے ذریعہ سے معلوم تھا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں پیدا ہوں گے وہاں کے لوگ ستائیں گے، پریشان کریں گے تو اللہ کی طرف سے ان کو ہجرت کی اجازت ہوگی۔ ہجرت کرنے کے لئے جائیں گے تو راستہ میں ایک غار میں ٹھہریں گے تو اس غار میں آکر وہ سانپ ٹھہر گیا تھا کہ میں حضرت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کروں گا تو صدیوں سے وہاں پڑا ہوا تھا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا وقت آیا ہے تو اس نے نکلنا چاہا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پیر تھا۔ اس نے کہا اللہ کے بندے صدیوں سے حضرت کے اشتیاق میں یہاں پڑا ہوا ہوں تم نے پیر اڑا لیا۔ کہنا یہ ہے کہ سانپ کے کاٹنے میں تاثیر ہے کہ اس کے زہر سے آدمی مرجاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ جس کے حق میں یہ تاثیر ختم کرنا چاہیں ختم فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں تاثیر ختم فرمادی اور بھی متعدد لوگوں کے واقعات ہیں کہ ان کو سانپ نے کاٹا مگر مرے نہیں، زہر نہیں چڑھا، ختم ہوگیا زہر۔ چونکہ ہر چیز کی تاثیر اللہ کی رکھی ہوئی ہے اللہ کے قبضے میں ہے، اللہ تعالیٰ جس کے حق میں چاہیں اس تاثیر کو باقی رکھیں اور جس کے حق میں چاہیں اس

تاثیر کو نکال لیں۔ تو سحر میں بھی تاثیر اللہ کی رکھی ہوئی ہے۔ لہٰذا حضرت نبی اکرم ﷺ کو ارشاد ہوا کہ آپ اللہ کی پناہ مانگیں کہ جس نے تاثیر رکھی ہے۔ "قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ مَلِكِ النَّاسِ۔ اِلٰهِ النَّاس" (سورۂ ناس)

اللہ تعالیٰ کی تین صفات اور انسان کی تین حالت

یہاں پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی تین صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک رب الناس، دوسرے ملک الناس اور تیسرے الٰہ الناس۔ رب معنیٰ پالنے والا بھی ہے، بادشاہ بھی ہے اور معبود بھی ہے۔ یہ ساری صفات اللہ تعالیٰ میں ہیں۔ اس واسطے کہ انسان کی تین حالتیں ہیں۔ ایک حالت ہے ابتدائی بچپن کے زمانے میں اپنے پالنے والے کو پہچانتا ہے، ماں پالتی ہے اس کو جانتا ہے، بہن پالتی ہے تو اس کو جانتا ہے، خالہ پالتی ہے تو اس کو جانتا ہے جس کے پاس رہتا ہے جو اس کی پرورش کرے، کھلائے پلائے اس کی ضروریات پوری کرے اس کو پہچانتا ہے اور کسی کو نہیں پہچانتا۔ آہستہ آہستہ جب بڑا ہو جاتا ہے پھر اوروں کو پہچانتا ہے، یہاں پر فرماتے ہیں۔

بِرَبِّ النَّاسِ الخ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ کہئے! میں پناہ چاہتا ہوں ناس کے رب کی، انسان اگر بچپن کے زمانے میں ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے رب کو پہچانے کہ اس کا رب کون ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ۔ ماں باپ پالتے ہیں لیکن ماں باپ کو بھی کوئی پالتا ہے، سارے عالم کو کوئی پالنے والا ہے، وہ رب الناس ہے، سب کا رب ہے، سب کا پالنے والا وہ ہے، قرآن پاک میں جگہ جگہ پر اللہ تعالیٰ کی صفت رب بیان کی گئی۔

"یَا اَیُّهَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ" (التوبہ) [اے لوگو! اپنے

اس پروردگار کی عبادت کرو، جس نے تمہیں اور ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے گذرے ہیں ۔]
(آسان ترجمہ) اے لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تم کو پیدا کیا ہے ۔

پیدا کرنا پہلے اور پالنا بعد میں

پیدا کرنا پہلے ہے اور پالنا بعد میں لیکن یہاں پالنے کی صفت پہلے بیان کی، پیدا کرنے کی بعد میں بیان کی گئی ۔ اس لئے کہ انسان کو اپنے پیدا ہونے کا ادراک و احساس نہیں کہ میں کس طرح پیدا ہوا ہوں ۔ ہاں پالنے کے حالات ہر وقت اس کے سامنے ہیں، اس کو جانتا ہے اور جس حال میں بھی وہ ہے وہ جانتا ہے کہ میرا کوئی پالنے والا ہے، کس طرح سے پال رہا ہے ۔ غلہ کس نے پیدا کیا، پانی کس نے پیدا کیا، دودھ کس نے پیدا کیا ۔ پھل کس نے پیدا کئے، درخت کس نے پیدا کئے، جانور کس نے پیدا کئے، ان سب چیزوں کی پیدائش کا علم تو بعد میں ہوتا ہے، پہلے پالنے کا علم ہے، اپنے پالنے کا کہ مجھے حق تعالیٰ پالتا ہے ۔

صفت ربوبیت

اس لئے ربوبیت باری تعالیٰ کا ایک ایسا وصف ہے کہ جس سے کوئی بھی غافل نہیں، ہر ایک جانتا ہے اور ربوبیت کا احسان اتنا بڑا ہے کہ ہر ایک اس کو پہچانتا ہے ۔ جو شخص گھوڑے کو پالتا ہے گھوڑا اپنے مالک کو پہچانتا ہے ۔ مالک کی حفاظت کرتا ہے ۔ جہاد اور لڑائی میں حفاظت کرتا ہے، مالک کی ایسی حفاظت کرتا ہے کہ مالک کے ذہن میں بھی نہیں آتا ہے کہ کہ گھوڑا میری ایسی حفاظت کرے گا ۔ حتیٰ کہ بلّی جس کو آدمی پالتا ہے بلی بھی حفاظت کرتی ہے ۔

بلی کی وفاداری کا عجیب واقعہ

ہمارے یہاں دیوبند کا واقعہ ہے ۔ ایک صاحب کے یہاں بلی پلی ہوئی تھی وہ

صاحب ابھی موجود ہیں ۔ان کے یہاں نل بھی لگا ہوا تھا جس کو ہینڈ پائپ کہتے ہیں ۔وہ مغرب کے بعد نل کے پاس آئے پانی لینے کے لئے ۔بلی دور سے ایک دم اچھلی اوران کے حملے تک آئی کہ جیسے کہ حملہ کرنے کے لئے آتی ہے جبھی گرے، پیچھے چار پائی تھی ۔چار پرائی پر گرے ۔سمجھ میں نہیں آیا کہ بلی نے اس طرح کیوں کیا۔اس کے بعد دیکھا تو اس نل کے قریب سانپ تھا۔ بلّی دیکھ چکی تھی اس کو، بلّی نے اپنے مالک کو سانپ سے بچانے کی یہ تدبیر اختیار کی ۔ بلّی بھی حفاظت کرتی ہے ۔کتا بھی حفاظت کرتا ہے ۔بکریوں کی حفاظت کرتا ہے گائے کی حفاظت کرتا ہے،اپنے مالک کی حفاظت کرتا ہے ۔تو رب کے ساتھ جو تعلق ہوتا ہے مربوب کو وہ ایسا ہے کہ سب ہی اپنے پالنے والے کی تعظیم بھی کرتے ہیں اور اس کے حقوق کو بھی پورے طور پر ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔

حق پرورش بڑا زبردست ہے ۔اللہ تعالیٰ پالنے والے ہیں، سب چیزوں کو پالنے والے ہیں ۔لہٰذا ان کی طرف توجہ کی ضرورت ہے اوران کی پناہ لینے کی ضرورت ہے جو سب کو پالنے والا ہے، اس کی پناہ لینی چاہئے کیونکہ انسان اپنے بچپن کے زمانے میں اپنے پالنے والے کو جانتا ہے اور کسی کو نہیں جانتا ۔آہستہ آہستہ جب بڑا ہوجاتا ہے، جوان ہوجاتا ہے تو دیکھتا ہے کہ وہ میری ماں جس نے مجھے پالا ہے اس کے اندر تو کوئی بھی طاقت نہیں وہ تو میرے ایک ہاتھ کی ہے ۔ ہاتھ سے اٹھا کر ادھر رکھ دیا، ادھر رکھ دیا، بوڑھی ماں کچھ کر نہیں پاتی ۔سمجھتا ہے کہ پالنے والی میری ماں تھی، ماں سے زیادہ تو میرے اندر طاقت آگئی ۔ماں کچھ نہیں کرسکتی ۔اب اس کے اندر شرارت پیدا ہوتی ہے، چوری، ڈاکہ وغیرہ کی پارٹیوں میں بیٹھتا ہے، ساتھ اچھا نہیں نصیب ہوتا، صحبت خراب ملتی ہے لہٰذا نہ وہ ماں سے ڈرتا ہے، نہ وہ باپ سے ڈرتا ہے، نہ وہ محلے والوں سے ڈرتا ہے، نہ دوست واحباب سے ڈرتا ہے، جوانی کی طاقت اس کے بدن میں ہے، پارٹی اس کے ساتھ ہے، آگے فرماتے ہیں ۔

....

مَلِكِ النَّاسِ الخ

مَلِكِ النَّاس۔ اللہ تعالیٰ مَلِک بھی ہیں۔تمام انسانوں کے بادشاہ ہیں۔ایک جھلک میں آدمی جوان ہوکر جب اس کے پاس طاقت ہوتی ہے تو حکومت سے ڈرتا ہے۔ حکومت کے سپاہی اس کو گرفتار کرتے ہیں جیل میں ڈالتے ہیں۔جیل میں لے جا کر ڈنڈے لگاتے ہیں، اس کو اگر خوف ہوتا ہے تو حکومت کا خوف ہوتا ہے۔باقی پالنے والوں کا خوف اس کی طبیعت سے نکل جاتا ہے۔پالنیوالے کون؟ ماں باپ، دادی، نانی ان کا خوف نہیں رہتا۔ اس واسطے دیکھتا ہے کہ ان کے اندر کوئی طاقت نہیں ہے۔ہاں طاقت ہے تو حکومت کی طاقت ہے۔جانتا ہے کہ حکومت مجھے گرفتار کرائے گی، ہتھکڑی لگائے گی جیل میں ڈالے گی، پٹائی کرے گا، ہوسکتا ہے کہ پھانسی دیدے، قتل کردے۔اس سے ڈرتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَلِكِ النَّاس۔ اللہ تعالیٰ کے اندر صفت ملک ہونے کی بھی ہے۔تمام دنیا کے اقتدار والے، طاقت والے سب اس کے محتاج ہیں، جس طرح سے تمام پالنے والے اس کے محتاج ہیں پرورش اور تربیت میں، اسی طرح سے تمام اقتدار والے اپنے اقتدار میں محتاج ہیں حق تعالیٰ کے، اللہ تبارک وتعالیٰ جس کے اقتدار کو باقی رکھیں گے باقی رہے گا، جس کے اقتدار کو باقی نہیں رکھیں گے وہ ختم ہوجائے گا۔اس کے اندر کوئی طاقت نہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ ملک الملوک ہیں، بادشاہوں کے بادشاہ ہیں۔قیامت میں فرمائیں گے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّار۔ (سورۃ المؤمن) [کس کی بادشاہی ہے آج؟ صرف اللہ کی جو واحد وقہار ہے۔] دنیا میں جو لوگ اپنی بادشاہت کا، اپنی حکومت کا ڈنکا پیٹتے تھے اور نعرہ لگاتے تھے، کوئی ہے یہاں حکومت والا، اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں۔دنیا میں بھی درحقیقت کسی کی حکومت نہیں اللہ کے سوا، لیکن دنیا والوں کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں وہ حق تعالیٰ کی قدرت کی طرف دھیان نہیں دیتے، اپنی طاقت کو سمجھتے ہیں، حالانکہ دیکھتے ہیں کہ رات دن کیسے انقلابات ہوتے

رہتے ہیں ۔ایک شخص تخت پر بیٹھا ہوا حکومت کے اقتدار کے تخت پر ہے ۔تھوری دیر گذرتی ہے کہ معلوم ہوا کہ وہ گرفتار ہو گئے، پھر معلوم ہوا کہ اس کو توقتل کر دیا گیا۔سولی دیدی گئی، پھانسی دیدی گئی،گولی ماردی گئی، رات دن ہوتا رہتا ہے ۔ یہ انقلابات رات دن ہوتے رہتے ہیں ۔ افسوس کہ انسان ان سے نصیحت حاصل نہیں کرتا،اپنی حکومت کو ایک مستقل بالذات سمجھتا ہے اور یوں سمجھتا ہے کہ بس میرا حکم چلنے والا ہے ۔میرا ہی سکہ رائج ہے ۔میں اسی طرح سے رہوں گا۔ ساری عمر،حالانکہ تھوڑی دیر میں اس کا صفایا ہو جاتا ہے ۔ایسے ایسے واقعات ۷۴ء میں دیکھے ۔ اللہ الصمد ۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے بہت کچھ مال و دولت تھا ،مگر تھوڑی دیر بعد کان پکڑ کر وہاں سے نکال دیئے گئے ۔سر پر ٹوپی نہیں پیر میں جوتا نہیں،کھانے کو کچھ نہیں ۔ یہ کثرت سے ہوتا رہتا ہے ۔

شاہ بغداد کا حال

ایک صاحب بیان کرتے تھے کہ میں بغداد میں گیا۔وہاں جب اقتدار ہوا وہاں کے جو بادشاہ تھے ان بادشاہ صاحب کو بلا گیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ آپ کے لئے گولی مارنے کا حکم ہے ۔ادھر منہ کرکے کھڑے ہو جائیے ۔ بادشاہ نے کہا تم میرے گولی مارتے ہو کبھی میں نے تم کو پھانسی کے تختے سے بچایا تھا،تو جواب دیا کہ اب اس کی کوئی بحث نہیں،جماعت کا فیصلہ یہی ہے ۔ بادشاہ سلامت کھڑے ہو گئے،گولی ماردی گئی ۔ختم ہو گئے ۔تھوڑی دیر پہلے بادشاہ تھے،ساری فوج اختیار اور قابو میں تھی ۔سارے جرنیل قابو میں تھے،تھوڑی دیر بعد یہ ہوا کہ ان کو خود گولی ماردی گئی ۔اس لئے دنیا کی بادشاہت کا تو یہ حال ہے،اس کی کوئی حقیقت کوئی حیثیت نہیں ۔لیکن اس کے باوجود اگر کسی شخص کو خوف ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَلِكِ النَّاس ۔ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کے بادشاہ ہیں ۔آج بادشاہ ان چیزوں پر ناز کرتے ہیں کہ ان

کے پاس فوج ہے ان کے پاس خزانہ ہے، ان کے پاس قسم قسم کے ٹینک ہیں یہ سب چیزیں ایسی ہیں۔ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں۔ خدا تعالیٰ چاہے تو ان چیزوں پر ایسی مہر لگا دے کہ وہ کسی چیز سے نفع نہ اٹھا سکیں۔ بادشاہ ہوتے ہوئے بھی کسی کی موت آجائے، تو یہ کرتا ہے کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ فرض کیجئے کہ اس کو کسی نے مارا نہیں، گرفتار نہیں کیا لیکن ملک الموت نے آکر اس کی گردن دبالی، سارے خزانے یہاں رکھے رہ گئے۔ ساری فوج مل کر بچا سکتی ہے ملک الموت کے قبضے سے؟ نہیں بچا سکتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بادشاہی ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی، اس کے اندر کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ ذرہ برابر اس میں کوئی کمی نہیں کرسکتا۔ نہ کسی سے اس نے حاصل کی ہے اور نہ کسی کو اس سے اس کو لینے کا حق ہے۔ وہ تو اس کی ذاتی چیز ہے، وہ مالک الملک ہے، ملک الاملاک ہے۔ ملک الموک ہے۔ اسلئے فرماتے ہیں مَلِكِ النَّاس۔ اے انسان اگر تو اپنے بچپنے کے زمانے سے آگے بڑھ کر جوانی کے زمانے میں پہنچ چکا ہے جسمانی طاقت تو پوری قوت پر ہے۔ اس لئے اب کسی کا ڈر نہیں رہا، ڈر ہے تو بادشاہ کا ڈر ہے۔ دیکھ اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے۔

اِلٰهِ النَّاسِ الخ

اِلٰهِ النَّاسِ۔ آدمی دیکھتا ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ اس سے بادشاہ بھی قاصر ہے۔ بے بس ہے۔ اگر کسی کے گھر میں چور آجائیں، عوام چوروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ جو پالنے والی تھی وہ بے بس ہوگئی اور جس وقت میں کہ چور، ڈاکو ایسے ہیں کہ بادشاہ سے ڈرتے ہیں، فوج، ملٹری سے ڈرتے ہیں تو وہ قابو میں کرلیں لیکن آگے چل کر پھر کچھ ایسی بھی صورتیں پیش آتی ہیں کہ وہاں بادشاہ بھی کچھ نہیں کرسکتا۔ کھیتی کی، غلہ پیدا ہو محنت کرکے غلہ علیحدہ کرکے جمع کر دیا گیا۔ آسمان سے ایک بجلی گری۔ سارے غلہ کو جلا دیا۔ کیا بادشاہ اس بجلی کو روک سکتا ہے؟ نہیں روک سکتا۔ وہ اس کے قابو میں نہیں ہے۔ سارے غلہ کو کھا گئی۔ بادشاہ کچھ کرسکتا ہے؟ کچھ نہیں

کرسکتا۔ درختوں پر پھل ہے، ایک کیڑا لگ گیا جس نے سارے پھلوں کو خراب کردیا۔ بادشاہ کچھ کرسکتا ہے؟ نہیں کرسکتا۔ ایک زلزلہ آیا شہر تباہ ہوگیا، بادشاہ کچھ کرسکتا ہے؟ زلزلہ کو روک سکتا ہے؟ نہیں روک سکتا۔ وہاں پہونچ کر آدمی کا تجربہ بڑھتا ہے۔ کہ جیسے بہت سے کاموں سے ماں عاجز تھی اسی طریقہ پر بہت سے کاموں سے بادشاہ بھی عاجز ہے، بادشاہ کے بھی بس کا نہیں بلکہ بس میں کس کے ہے، مالک الملک کے، حق تعالیٰ کے۔

اِلٰهِ النَّاسِ۔ وہ معبود ہے۔ معبود حقیقی کے قبضے میں سب کچھ ہے، بلّی اس کی پیدا کی ہوئی، ٹڈی اس کی پیدا کی ہوئی، بارش اس کی پیدا کی ہوئی، زلزلہ اس کا بھیجا ہوا، سب چیز اس کی ہے۔ لہٰذا عبادت کے قابل وہی ذات عالی ہے، پناہ مانگنے کے قابل وہی ذاتِ عالی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تین صفات ذکر کرنے کی وجہ

اللہ تبارک وتعالیٰ کے تین اوصاف، کہ اگر تم بچپنے کے زمانہ میں ہو عقل تمہاری ایسی ہے جیسے بچوں کی کہ صرف اپنے پالنے والی ماں کو جانتا ہے اور اس کی پناہ ڈھونڈتا ہے، کوئی اس کو مارے تو جلدی سے آکر ماں کی گود میں بیٹھ جائے گا، کسی نے اس کو پریشان کیا تو ماں سے شکایت کرے گا کہ ماں فلاں نے مجھے یوں کہا ہے، اگر تم بالکل بچپن کے زمانے میں ہو تو صرف پالنے والے کو جانتے ہو تو اللہ تعالیٰ ربُّ الناس ہے اور اگر تم جوانی کے زمانے میں ہو، طاقت زیادہ آگئی ہے جسم میں اور اپنی طاقت کے مقابلے میں دوسرے کی طاقت تم نہیں سمجھتے، نہ ماں باپ سے ڈرتے ہو نہ رشتہ داروں سے تم کو خوف ہے بلکہ حکومت سے، بادشاہ سے خوف ہے تو اللہ تعالیٰ مَلِكِ النَّاسِ ہے لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف توجہ کرو، اس کی پناہ حاصل کرو، اور اگر تمہاری عقل اب پختہ ہوگئی ہے آگے چل کر دیکھتے ہو کہ بادشاہ بھی کچھ نہیں کر سکتا وہ بھی ہماری طرف سے بے بس ہے تو بادشاہ کو اگر فالج پڑ جائے تو اس کی فوج بچائے گی؟

نہیں بچا سکتی۔ بادشاہ کی گردن آ کر موت نے پکڑ لی، بادشاہ کو کوئی بچا سکتا ہے؟ ہرگز کوئی نہیں بچا سکتا۔ وہ بھی بے بس ہے۔ بس کس کا ہے صرف الٰہ الناس کا ہے، حق تعالیٰ ہے جو معبود ہے اس کی پناہ تلاش کرو، ان کی پناہ میں آ جاؤ۔ وہ رَبُّ النَّاس بھی ہیں، اللہ تعالیٰ ملك الناس بھی ہیں، الٰه الناس بھی ہیں۔ اس لئے یہ تین صفات بیان کی گئیں، حق تعالیٰ کی، اس کی پناہ مانگو ہر قسم کے ضرر سے۔ ہر قسم کے شر سے، ایذاء سے پناہ ملے گی۔ اور حضور اقدس ﷺ کو پناہ ملی ہے اور حضور اقدس ﷺ کو پناہ تلاش کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ وہی ذاتِ عالی "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ" تین صفتیں باری تعالیٰ کی بیان کر کے دعا کیجئے کہ میں رب الناس کی پناہ چاہتا ہوں، ملك الناس کی پناہ چاہتا ہوں، الٰه الناس کی پناہ چاہتا ہوں۔ کس چیز سے "مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ" وسواس کے شر سے، خطرات سے، یہ کیا چیز ہے؟

خناس کیا ہے؟

صوفیاءِ کرام نے لکھا ہے کہ خناس ایک اژدہا کی شکل ہے جو قلب کا احاطہ کئے ہوئے بیٹھا ہے اندر، پھن اٹھائے ہوئے اور بار بار ڈستا رہتا ہے قلب کو۔ قلب پر مارتا رہتا ہے کاٹتا رہتا ہے، جس سے اس کا زہر تمام جسم میں پھیلتا رہتا ہے۔ اس کے زہر کی خاصیت ہے خدا کی معصیت کرنا، اللہ کی اطاعت سے منھ پھیرنا، شرارتیں، بدمعاشیاں کرنا، یہ اس کے زہر کی خاصیت ہے وہ برابر مارتا رہتا ہے۔ وہاں تک نہ کسی کی بندوق پہنچتی ہے، نہ تلوار پہنچتی ہے، نہ فوج پہنچتی ہے، نہ بادشاہ پہنچتا ہے، نہ کوئی سپاہی پہنچتا ہے وہاں تک۔ ایسے طریقے پر خناس بیٹھا ہوا وسوسے ڈالنے کے لئے، پریشان کرنے کے لئے، ڈسنے کے واسطے آخر اسی سے حفاظت ہو تو کیسے ہو؟ اس سے حفاظت ہوگی ایسی ذاتِ عالی کے سہارے کہ جو ربُّ الناس ہو، ملك الناس ہو، الٰه الناس ہو، سب اس کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ سب اس کے قابو میں

ہیں، سب اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں، ان سے پناہ مانگتا ہے۔

"لا الہ الا اللہ الخ" کی ضرب کی ضرورت

اسی لئے صوفیاء کرام کہتے ہیں ضرب لگانے کو، "لا الہ الا اللہ الخ" کی ضرب لگاتے ہیں تو اس کے پھنہ پر اس کے سر پر ضرب لگاتے ہیں جو قلب کا احاطہ کئے ہو جس سے وہ مضمحل اور کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایسے طریقے پر کمزور ہو جاتا ہے کہ پھر انسان پر اس کو قابو نہیں رہتا، وہ پریشان نہیں کرسکتا، اگر کوئی وسوسہ ڈالتا ہے تو اوپر سے انسان اس وسوسے کو بہت سہولت کے ساتھ ختم کر دیتا ہے اس پر عمل نہیں کرتا، اس کے قابو میں نہیں آتا۔ اس کے شر سے پناہ مانگتا ہے جس طرح سے وہ نظر نہیں آتا اسی طریقے پر اس سے جو پناہ مانگنے کا طریقہ ہے وہ بھی ایسا ہے کہ صرف حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے، اللہ تعالیٰ کے فرمان سے سمجھ لینا چاہئے، اپنی سمجھ میں آئے یا نہ آئے، نظر آئے یا نہ آئے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ بس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے۔ ہمارا ایمان صحیح ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی بات ایسی یقینی، پختہ ہے جس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات فرمادی، ہاں یہ ہے اسی طرح سے ہے بس اس کے خلاف نہیں۔

شیطانی وساوس

اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاس۔ جو وسوسے ڈالتا رہتا ہے لوگوں کے سینوں میں، آدمی کے سینے میں بیٹھے بیٹھے وسوسے آتے رہتے ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ انسان کی طبیعت میں ایک وسوسہ پیدا ہوتا ہے مَنْ خَلَقَكَ، تجھ کو کس نے پیدا کیا، آدمی سوچتا ہے جواب میں کہتا ہے اللہ نے۔ ماں باپ کو کس نے پیدا کیا؟ اللہ نے۔ دادا نانا کو کس نے پیدا کیا؟ اللہ نے۔ چلتے پھرتے پھر نوبت یہاں تک پہونچتی ہے کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ یہ راستہ اختیار کرتا

ہے پریشان کرنے کے واسطے۔اسی لئے ایسے موقع پر لاحول پڑھنی چاہئے اور کہنا چاہئے کہ اللہ کا کوئی خالق نہیں، اس کو کسی نے نہیں پیدا کیا۔

دستگیر کی بیڑی اور فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی پرحکم اصلاح کا واقعہ

ایک واقعہ یاد آیا۔ایک جگہ جانا ہوا۔وہاں ایک مدرسہ دیکھا۔مدرسہ میں بچے تھے، ایک بچے کے پیر میں چاندی کی چوڑی تھی، چاندی کی پہنے ہوئے۔میں نے اس سے پوچھا بھائی یہ کس لئے پہن رکھی ہے۔اس نے کہا یہ دستگیر کی بیڑی ہے۔میں نے کہا دستگیر کون؟ ان کی بیڑی کیسی؟ اس سے زیادہ بچہ نہیں جانتا تھا۔میں نے کہا کیا ہوتا ہے اس سے؟ اس نے کہا اس سے یہ ہوتا ہے کہ جس کے پیر میں یہ ہوتی ہے اس کو موت نہیں آتی ہے۔میں نے کہا۔ بھائی یہ تو بڑی بڑھیا چوڑی ہے۔کس نے بنائی ہے؟ کہاں تک کی ہے؟ کتنی قیمت کی ہے؟ دیکھو سب کو خرید لینا چاہئے۔تھوڑی سی اس قسم کی باتیں کرتے کرتے میں نے اس سے پوچھا تم کتنے بھائی ہو اس نے کہا پانچ بھائی ہیں دو بہنیں ہیں۔ایک بھائی مرگیا۔میں نے کہا اس بھائی کی کیا عمر تھی؟ کہا وہ سات سال کا ہو کر مرا۔میں نے پوچھا تمہارے دادا، دادی ہیں؟ اس نے کہا وہ بھی مر گئے۔میں نے کہا اس بھائی کے پیر میں بیڑی نہیں تھی جو سات سال کا ہو کر مر گیا۔کہنے لگا تھی تو سہی، میں نے کہا پھر کیسے موت آگئی اسے؟ جب اس بیڑی کی تاثیر یہ ہے کہ جس کے پیر میں ہوتی ہے اس کو موت نہیں آتی۔تو آخر تمہارا سات سال کا بھائی کیسے مر گیا؟ اب آگے کو اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔پھر میں نے پوچھا وہ دستگیر صاحب کہاں ہیں؟ وہ زندہ ہیں یا ان کا انتقال ہو گیا اور ان کا بھی تو گھرانا ہوگا۔اولاد، بال بچے ہوں گے وہ زندہ ہیں۔پوچھ کر آیئے گھر۔اس نے اپنے ماں باپ سے سب باتیں پوچھیں اور آیا۔آکر بتایا کہ وہ تو کئی سو برس پہلے تھے سید عبدالقادر جیلانی جن کو غوث اعظم کہتے ہیں۔میں نے کہا ان کی اولاد وہ تو سب مر گئے۔کتنی اولاد ہوئی۔ان کی کہا وہ زندہ ہیں۔اب اس کی سمجھ میں آئی۔اس نے چوڑی نکال کر

001 Khutbat-e-Mahmood J-2f

لے جا کر گھر پھینک دی کہ میں نہیں پہنوں گا۔اس کی ماں بہت خفا ہوئی ،بڑی گالیاں دیں ۔کون مفتی صاحب آئے کہ آ کر ہمارے بچے کی بیڑی نکلوادی اور پھر اس بچے نے مدرسے کے سب بچوں کی بیڑی نکلوادی اور ہر ایک نے لے جا کر گھر ڈال دی ۔اور کہا اچھا یہ بتاؤ وہ پیر دستگیر کہاں ہیں جن کے نام کی بیڑی ڈالی جارہی ہے وہ کیوں مرے؟ ان کی اولاد کیوں مری اور ہمارے گھرانے میں فلانہ کیوں مرا؟ فلاں کیوں مرا؟ جب اس کی یہ خاصیت یہ ہے ۔ایک بچہ تو ایسا تھا کہ اس نے پیر سے بیڑی نہیں نکالی اور پائینچے کے اندر چھپا کر رکھتا تھا باقی سب نے نکال دی ۔اس واسطے جس سے شیطان یہ سلسلہ قائم کرتا ہے ۔فلانے کو کس نے پیدا کیا؟ فلانے کو کس نے پیدا کیا؟ اس کے ختم پر پہنچ کر کہہ دینا لاحول ولا قوۃ الا باللہ، اللہ کو کسی نے پیدا نہیں کیا۔اللہ تو خود پیدا کرنے والا ہے،تو خداوندی تعالیٰ خالق ہے،قادر مطلق ہے،اس کی کوئی صفت کہیں اور سے حاصل نہیں ہوئی بلکہ اس کی ذاتی ہے ۔

شیطان کو کس نے بہکایا؟

حضرت فقیہ الامت کا عجیب واقعہ

”مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاس“ وسوسے طبیعت میں ڈالتا ہے ۔ایک دفعہ میں سفر میں تھا۔میرے ایک استاذ بھی تھے ۔حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم مظاہر علوم سہارنپور جن کا ابھی چند روز ہی ہوئے انتقال ہوا پچھلے مہینے میں ان کے ساتھ سفر میں تھا۔ایک شخص نے گاڑی میں یہ سوال کیا کہ مولوی صاحب ایک بات پوچھنی ہے یہ بتاؤ لوگ یوں کہتے ہیں اسے شیطان نے بہکایا۔اسے شیطان نے بہکایا،اسے شیطان نے بہکایا۔ یہ بتاؤ شیطان کو کس نے بہکایا۔مولانا نے کہا کہ بھائی اس طرح کی چیزوں میں نہیں پڑا کرتے ۔تم اپنا کام کرو ۔اس کو جواب نہیں دیا۔مولانا خود تلاوت میں مشغول ہو گئے ۔پھر میں نے عرض کیا کہ

حضرت میرے دماغ کا کیڑا ذرا اچھل رہا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس سے بات کرلوں۔ فرمایا تو مغز مار ہے۔ مجھ سے پوچھا اس نے کہ صاحب شیطان کو کس نے بہکایا؟ میں نے کہا اچھا بتاؤ تم کیا کام کرتے ہو؟ کہتا ہے زمیندار ہوں۔ میں نے کہا جب زمیندار ہے تو تمہارے یہاں گائے بیل بھینس بھی تو ہوں گی۔ کہا ہاں۔ دودھ بھی ہوتا ہوگا۔ کہا ہاں۔ روٹی پکتی ہے، چائے پکتی ہے۔ سالن پکتا ہے۔ روٹی جب پکاتے ہو توے پر پکاتے ہو تو کون اس روٹی کو گرم کرتا ہے؟ کہا آگ۔ دودھ کو کون گرم کرتا ہے؟ آگ۔ چائے کو کون گرم کرتا ہے؟ آگ۔ گوشت کو کون گرم کرتا ہے؟ آگ۔ پوچھا آگ کو کس نے گرم کیا؟ اس نے کہا وہ تو آپ سے آپ ہی گرم ہے۔ میں نے کہا بس یہی بات ہے۔ شیطان کو کسی نے بہکایا نہیں۔ وہ آپ سے آپ ہی بہکا ہوا ہے۔ اس کو بہکانے کی ضرورت نہیں۔

نمازی بنانے کی عجیب حکمت

اس کے بعد میں نے اس سے پوچھا کہ تم نماز پڑھا کرتے ہو؟ کہنے لگا ہاں جی عید اور جمعہ کی پڑھ لیتا ہوں۔ آخری جمعہ رمضان کا پڑھ لیتا ہوں۔ روزہ۔ کہا وہ تو ہم نے کبھی رکھا نہیں۔ میں نے کہا اگر تمہارا کوئی ملازم ہو جس کو تم پانچ روپے ماہوار دیتے ہو، اس سے تم نے کہا پیسے دے کر کہ ڈاکخانہ سے کارڈ لے آ۔ ابھی آدھا گھنٹہ باقی ہے ڈاک کے نکلنے میں۔ تم نے اسے پیسے دیئے۔ اس نے پوچھا کہاں لکھو گے صاحب؟ تم نے کہا میں بمبئی بھیجوں گا۔ بمبئی کس کے پاس بھیجو گے؟ لڑکے کے پاس۔ کیا لکھو گے اس میں بچے کو بلانا ہے، شادی کرنی ہے اس کی۔ کہاں شادی کرنی ہے۔ کہاں انتظامات کئے وہ جناب آدھا گھنٹہ سارے کا سارا اس میں گذار گیا۔ تم کیا کرو گے؟ کہنے لگا۔ میں مولوی تھوڑا ہی اس کو ساری باتوں کو جواب بتا تا رہوں گا۔ میں اس کے ماروں گا تھپڑ۔ میں کہوں گا کہ تیرا مطلب کیا ہے؟ تیرا کام یہ ہے کہ میں نے تجھ کو پیسے دیئے، جس کا کارڈ لے آ تو بس لے آ تو آگے بس بکواس کیوں کرتا ہے؟ تجھے کیا حق ہے

بولنے کا۔ میرے گھر کے معاملات میں تجھ کو دخل دینے کا کیا حق ہے؟ میں تو یہ کہوں گا۔ میں نے کہا جزاک اللہ۔ تم بتاؤ تم نے اپنے اس نوکر کو، ملازم کو پیدا کیا ہے؟ اس کی آنکھیں دی ہیں؟ اس کی زبان تم نے پیدا کی، اس کا دماغ تم نے پیدا کیا؟ کہنے لگا میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ میں نے کہا محض اس واسطے کہ پانچ روپے ماہوار دیتے ہو۔ اس واسطے تم کو اتنا گھمنڈ ہے کہ اس کو مارو گے۔ کہ اس نے اس قسم کی بات کی۔ تم بتاؤ خدا نے تم کو پیدا کیا۔ تمہارے ہاتھ پیر بنائے، آنکھیں ناک بنائی، زبان بنائی، دل و دماغ بنایا، اللہ نے تمہیں کھیتی دی، تمہیں اعضاء دیئے، تم اس کا حکم تو مانتے نہیں، نماز نہیں پڑھتے، روزہ نہیں رکھتے اور یہ بحث کرتے ہو کہ شیطان کو کس نے بہکایا؟ اللہ کو کتنا غصہ آتا ہوگا۔ کہنے لگا ہے تو ٹھیک۔ میری توبہ صاحب۔ اب سے نہیں کرنے کا، فوراً کان پکڑ لیے۔ میں نے کہا اتنا کرنے سے نہیں۔ اب یہ وعدہ کرو کہ نماز پڑھو گے۔ اس نے کہا صاحب آج فلاں دن ہے۔ منگل، بدھ، جمعرات، تین دن کی تو مجھے چھٹی دو۔ جمعہ کے دن سے بس میں نہادھو کر کپڑے بدل کر نماز پڑھوں گا۔ میں نے کہا تم بتاؤ کیا میری نماز پڑھو گے، نماز تو خدا کی ہے، خدا کا فریضہ ہے، مجھے کیا حق ہے چھٹی دینے کا، خدا کے فریضہ کو میں ہٹا سکتا ہوں یا کوئی اور ہٹا سکتا ہے؟ کوئی نہیں ہٹا سکتا، میں نے کہا۔ تمہارا یہ سوال ہی غلط ہے، کسی کو حق نہیں چھٹی دینے کا۔ اسی نے فرض کی، اسی نے کہا پانچ دن کی نماز پڑھو۔ غرض قسم قسم کے سوالات آدمی کے دل میں ڈالتا ہے شیطان۔ اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آدمی راہِ راست پر قائم نہ رہ پائے۔ بسا اوقات اعتقادات میں خرابی پیدا کر دیتا ہے، اعمال میں خرابی پیدا کر دیتا ہے، وقت برباد کرتا ہے، طرح طرح کی چیزیں ڈالتا ہے۔ اس لئے اس کے وسوسوں سے بچنے کے لئے دعا کی گئی، پناہ مانگی اللہ تعالیٰ کی۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے اپنا حال بیان کیا

جو لوگوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے، قسم قسم کے خیالات پیدا کرتا ہے، مجھے

یاد ہے اپنی طالب علمی کے زمانے میں ایک صاحب نے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز سے کہا کہ حضرت میرا یہ حال ہے کہ جب میں نماز پڑھنے کا ارادہ کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ نماز کیلئے چلو تو اندر سے شیطان کہتا ہے کہ کیا کروگے نماز پڑھ کر۔ ثواب ملے گا، ثواب مل کر کیا ہوگا؟ اللہ کے قبضے میں سب کچھ ہے۔ وہ چاہے بغیر نماز کے بھی بخش دے۔ غرض اسی قسم کے سوالات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ جوابات دیتا رہتا ہوں۔ یہاں تک کہ نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ یہ چیزیں قسم قسم کی ہیں۔ جس شخص جس لائن کا ہوتا ہے اس کے جی میں وسوسے اسی لائن کے ڈالتا ہے۔ تاجروں کے دل میں اور قسم کے ڈالتا ہے، کھیتی کرنے والوں کے دل میں اور قسم کے ڈالتا ہے۔ سرکاری ملازموں کے دل میں اور قسم کے ڈالتا ہے اور علماء کے دل میں اور قسم کے ڈالتا ہے۔ ہر ایک کے دل میں اس کی شان کے مطابق ڈالتا ہے۔ اس لئے اس سے پناہ مانگنے کے واسطے اس میں طریقہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کی پناہ مانگو رب الناس سے، ملك الناس سے، اله الناس سے۔ اس وسواس الخناس کے شر سے جو سینوں کے اندر وسوسے ڈالتا ہے۔

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاس۔ اور یہ وسوسے کبھی تو وہ اندر والا ڈالتا ہے اور کبھی انسان بھی ڈالتے ہیں، جنات بھی ڈالتے ہیں، انسان بھی ڈالتے ہیں، شیطان بھی ڈالتا ہے، سبھی وسوسے ڈالتے ہیں، آدمی کا شیطان آدمی اور شیطان تو ڈالتا ہی ہے۔

شیطان کے قائم مقام

میرے والد صاحب مرحوم نے ایک حکایت سنائی تھی۔ ایک مرتبہ ایک شخص چلے جا رہے تھے۔ راستہ میں دیکھا کوئی شخص پڑا سو رہا ہے۔ ان کے چلنے سے ان کے پاؤں کی آہٹ سے وہ بیدار ہوگیا۔ اس نے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے کہا میں شیطان ہوں۔ شیطان ہے تو پڑا سو رہا؟ تجھے فرصت مل جاتی ہے سونے کی، تیرا کام مخلوق خدا کو بہکانا ہے، تجھ کو

کہاں موقع ملتا ہے سونے کا؟ اس نے کہا ہاں ہے تو یہ بات لیکن بہت سے ہمارے آدمی قائم مقام ہو گئے، میرے نمائندے ہو گئے، وہ کام انجام دے رہے ہیں۔ میرے پاس زیادہ کام نہیں رہا۔ کم رہ گیا۔ لوگ انجام دے رہے ہیں میرے کام۔ اس لئے کہ انسانوں کی کوئی جماعت ایسی ہے جو بہکانے والی ہے، دین حق سے بہکانے والی، سنت کو مٹانے والی، غلط طریقے پر لانے والی انسانوں کی بھی جماعت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک فقیر کا واقعہ

ایک بزرگ گذرے ہیں حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہ صاحب حضوری تھے۔ صاحب حضوری اس شخص کو کہتے ہیں ان حضرات کی اصطلاح میں، جس کو ہر روز حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوتی ہے اور کس طریقے پر ہوتی ہے۔ سوتے میں ہوتی ہے جاگتے میں ہوتی ہے۔ یہ تو وہی حضرات جانیں۔ وہ مدینہ طیبہ میں رہتے تھے۔ ان کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم ہوا کہ تم ہندوستان جاؤ اور غریبان ہند کے حال پر شفقت کا معاملہ کرنا۔ چنانچہ وہ آئے اور آکر دہلی میں انھوں نے قیام کیا اور جہاں کہیں ان کو معلوم ہوتا کہ فلاں جگہ پر کوئی اللہ اللہ کرنے والا موجود ہے۔ اس کی زیارت کے واسطے جاتے۔ ایک مرتبہ سنا کہ کوئی فقیر آیا ہے۔ یہ بھی تشریف لے گئے۔ جا کر دیکھا کہ اس کے پاس ایک مجمع ہے اور وہاں ایک شراب کا پیالہ بھی رکھا ہے۔ جب یہ پہونچے تو اس فقیر نے ان سے کہا کہ شراب پی لو۔ انھوں نے انکار کر دیا کہ شراب تو نہیں پیوں گا۔ نہیں پی۔ آگے کچھ اور بات نہیں ہوئی۔ اس کی مجلس جب ختم ہوئی، واپس آگئے۔ رات کو سامنے دیکھا کہ کچھ لوگ چلے جا رہے ہیں۔ پوچھا کہاں جا رہے ہیں۔ کہا فلاں مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ زیارت کے لئے جا رہے ہیں۔ یہ بھی گئے جا کر کے دیکھا کہ دروازے پر وہی فقیر کھڑا ہے، ڈنڈا لئے ہوئے اور لوگوں کو تو اس نے جانے کی اجازت دی اور جب یہ پہونچے تو اس نے ڈنڈا

اٹھا کر کہا تو نے پیالہ نہیں پیا تھا تجھے اندر نہیں جانے دونگا۔ گھبرا کر ان کی آنکھ کھل گئی، پریشان تھے مگر عالم تھے ۔تو لاحول پڑھی لَاحَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ ۔ یہ تو شیطان تلبیس ہے۔ آج پھر گئے ۔اس فقیر کے یہاں تو اس فقیر نے کہا اب تو پی لے ۔اس سے یہ سمجھے یا تو یہ اسی کا تصرف تھا یا پھر کشف ہے اس کا۔ چنانچہ فرمایا یہ شعبدے کسی اور کو دکھانا میں نہیں پیوں گا۔آج رات پھر اسی طرح سے دیکھا لوگ جا رہے ہیں، یہ بھی گئے ۔ دیکھا پھر وہی فقیر ڈنڈا لئے ہوئے کھڑا ہے ۔ پھر ڈنڈا اٹھایا پھر گھبرا کر ان کی آنکھ کھل گئی۔ پھر لاحول پڑھی ۔ آج پھر فقیر کے پاس آئے تو اس نے کہا اب تو پی لے ۔ دو دن ہو گئے حضور اقدس ﷺ کی زیارت اور وہاں خدمت میں حاضری سے محروم ہے ۔انھوں نے جواب دیا کہ اگر ساری عمر بھی محروم رہوں تو بھی نہیں پیوں گا۔ حضور اقدس ﷺ کی معصیت اور نافرمانی کر کے مجھے زیارت اور حاضری مقصود نہیں ۔میں اگر زیارت سے محروم ہوں، خدمت سے محروم ہوں تو کیا ہے میرا عمل تو مقبول ہے وہاں محض حضور اقدس ﷺ کی زیارت سے نجات نہیں ہو گی جیسے ابو جہل اور ابولہب نے بھی زیارت کی ہے ۔

جو شخص نبی اکرم ﷺ سے دور رہے، زیارت کا اسے موقع نہ مل سکے لیکن ایمان لاتا ہے، حضور اقدس ﷺ کے ارشاد کے مطابق عمل کرتا ہے اسی کی نجات ہے ۔حضرت اویس قرنی ؓ اپنی والدہ کی خدمت میں مشغول تھے ۔ان کو موقع نہیں ملا حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضری کا۔ ساری عمر ہو گئی حاضر نہیں ہوئے لیکن حضور اقدس ﷺ نے خود ان کی تعریف فرمائی اور حضور اقدس ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا اویس قرنی ایسا ایسا ہے ۔جو شخص اس سے ملاقات کرے اس سے اپنے لئے دعا کرائے ۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تاکید فرمائی کہ ان سے دعا کراؤ ۔ باوجود حاضر نہ ہونے کے وہ تعمیل ارشاد میں مصروف تھے ۔ لہٰذا ان کا درجہ بہت بلند ہے ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب حضور اقدس ﷺ نے یمن کا قاضی بنایا اور

دور تک تشریف لے گئے، ان کو ہدایات دیتے ہوئے اور جب ارادہ کیا واپسی کا، تو فرمایا اے معاذ! آئندہ سال جب تم آؤ تو شاید تمہاری مجھ سے ملاقات نہ ہو سکے، میری قبر پر سے تمہارا گذر ہو بس یہ سننا تھا ایک دم ان کو جوش آگیا، دل بھر آیا رونے لگے، حضور اقدس ﷺ نے اپنا چہرہ مبارک کو مدینہ پاک کی طرف کیا اور اشارہ فرمایا دیکھو میرے دوست وہ ہیں جو تقویٰ اختیار کریں، جو بھی ہو جہاں بھی ہو۔ لہٰذا اگر کوئی شخص حضور اقدس ﷺ کی مجلس میں حاضر نہ ہو سکے کوسوں دور رہے، منزلیں دور رہے، دوسرے ملک میں رہے لیکن تعمیل ارشاد کرتا رہے۔ حضور اقدس ﷺ کے احکام کی تعمیل کرتا رہے وہ شخص محروم نہیں۔ چنانچہ تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی دیکھا خواب میں اور دیکھا کہ وہ فقیر پھر کھڑا ہوا ہے۔ انھوں نے سوچا کہ یہ کمبخت یہاں آ کر کھڑا ہو گیا دروازے پر اندر نہیں جانے دیتا۔ یہ عجیب بات ہے جو شراب پی لے، معصیت کا ارتکاب کرلے لعنت کا مستحق ہو وہ تو اندر جائے اور جو شراب نہ پیئے حضور اقدس ﷺ کے حکم کی اطاعت کرے وہ اندر نہ جا سکے۔ اسی سوچ میں تھے کہ اندر سے آواز آئی کہ حضرت نبی اکرم ﷺ دریافت فرما رہے ہیں کہ عبد الحق نہیں آئے دو روز سے کیا بات ہے۔ بس تبھی انھوں نے کہا کہ حضور یہ دروازے پر کھڑا ہے آنے نہیں دیتا۔ حضور اقدس ﷺ نے دریافت فرمایا۔ کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا ایک فقیر اس طرح سے دروازے پر کھڑا ہے۔ ارشاد فرمایا: اِخۡسَاء یا کلب۔ دور ہو اے کتے۔ یہ ارشاد فرمایا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ اس مجلس میں، وہ تلوار لے کر دوڑے۔ اس پر وہ فقیر بھاگا۔ راستہ کھلا یہ گئے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تم دو روز سے آرہے ہو۔ کہا جی ہاں۔ دو روز سے آرہا ہوں۔ یہ کہتا تھا کہ شراب پی لے۔ آپ نے تو شراب کو حرام فرمایا۔ میں کیسے پی لوں؟ آپ ﷺ نے شراب پینے والے پر لعنت فرمائی، میں کیسے پی لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بہت اچھا کیا اور پھر شفقت فرمائی۔ کچھ انسان بھی ہیں تباہ کرنے والے، وسوسے ڈالنے والے، جنات بھی ہیں، شیطان بھی ہیں۔ اس لئے اس قسم کے انسانوں سے بچنے کی ضرورت ہے اور پھر صبح کو

بیدار ہو کر حضرت عبد الحق محدثؒ وہاں گئے۔ آج دیکھا کہ مجمع تو موجود ہے مگر ان کا پیر فقیر وہاں موجود نہیں۔ پوچھا کہ بھائی تمہارے پیر صاحب کہاں ہیں؟ انھوں نے کہا کمرے کے اندر ہیں۔ کمرے کے اندر کھٹکھٹایا، زنجیر کھٹکھٹائی، کوئی نہیں بولا۔ کواڑ کھولا تو دیکھا کہ اندر کمرے میں نہیں ہیں۔ اور لوگوں سے کہا دیکھو وہ یہاں تو نہیں ہیں۔ کہاں ہیں۔ اور بھی کوئی راستہ وہاں سے نکلنے کا نہیں۔ اس کے بعد جب سب نے دیکھا کہ وہاں نہیں ہیں تو تعجب ہوا لیکن کہاں گئے؟ وہ تو کمرے کے اندر ہی تھے، لیکن اب نہیں ہیں۔ پوچھا یہاں سے کوئی چیز نکلی بھی ہے۔ کہا ہاں ایک کتا نکلا ہے، اس پر انھوں نے اپنا سارا واقعہ سنایا کہ وہ کتا بنا دیا گیا جو حضور اقدس ﷺ کی شریعت کو مسخ کرنا چاہتا تھا، اللہ نے اس کی صورت کو مسخ کر کے کتا بنا دیا۔ نبی اکرم ﷺ جس کو کتا فرما دیں وہ کیسے انسان رہ سکتا ہے وہ تو کتا بن کر رہے گا اس کی انسانیت ختم ہوگئی، شناخت کیا ہوتی انسانیت بھی باقی نہیں رہی، کتا بنا دیا گیا۔

باطل تحریکیں

اس واسطے میرے دوستو! قسم قسم کے لوگ دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں جو سنت کو بگاڑ رہے ہیں، جو اطاعت کو بگاڑ رہے ہیں، جو دین اسلام کو مسخ کر رہے ہیں، اس واسطے بہت پناہ مانگنے کی ضرورت ہے۔ خداوند تعالیٰ کی اگر پناہ ہوگی تو حفاظت ہوگی، ورنہ حفاظت ہونا دشوار ہے۔ انسان طرح طرح کی چیزیں پھیلا رہے ہیں، طرح طرح کی تحریکیں چل رہی ہیں، اخبار، رسالے، پارٹیاں، کمیٹیاں، انجمنیں جگہ جگہ پر بن رہی ہیں اور ایسے طریقے اختیار کیے جا رہے ہیں کہ جس طریقہ سے آدمی صحیح طرح اسلام پر قائم نہ رہے سنت کے صحیح طریقے کو نہ سمجھ سکے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حفاظت فرمائے میری بھی اور آپ سب حضرات کی بھی حفاظت فرمائے۔

دعاء

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ

وَسَلَّم ۔ اے اللہ تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما، اے اللہ ہمارے چھوٹے بڑے سارے گناہوں کو معاف فرما، اے پاک پروردگار ہمارے بے شمار گناہ تیری مغفرت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے، اے پروردگار تو معاف فرمادے۔ اے اللہ تو ہمارے قلوب میں صلاحیت پیدا فرمادے، ہمیں اخلاق نبوی ﷺ سے مزین فرمادے۔ اے اللہ بدعات سے اور ہر قسم کی باطل چیزوں سے ہماری پوری حفاظت فرما۔ اے اللہ ہمارے مدارس کی حفاظت فرما۔ ہماری خانقاہوں کی حفاظت فرما۔ اے اللہ تمام مسلمانوں پر رحم فرما۔ جہاں کہیں بھی مسلمان تیرا نام لینے والے موجود ہیں تو ہی ان کی حفاظت فرما، ان کو ظاہری و باطنی ترقیات عطا فرما۔ اے پاک پروردگار شرور سے فتنوں سے حفاظت فرما۔ اندرونی فتنوں سے بھی حفاظت فرما، بیرونی فتنوں سے بھی حفاظت فرما۔ یا اللہ ہمارے اندر جو دشمن رکھے ہوئے ہیں ان سے بھی حفاظت فرما۔ جو باہر رکھے ہوئے ہیں ان سے بھی حفاظت فرما۔ اے اللہ ہمارے بزرگوں کے سائے کو قائم فرما، ان کی روحانیات میں ترقی عطا فرما۔ جسمانی بھی طاقت عطا فرما، اور ہم کو توفیق دے کہ ان کے فیض سے استفادہ کریں، اے الہ العالمین رحم فرما۔

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔

وصَلَّى اللّٰهُ تعَالٰى عَلٰى خَيرِ خَلقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۔

....

درس بخاری شریف
دارالعلوم بری یو کے

اس بیان میں

شیخ الحدیث حضرت مولانا یوسف متالا زید مجدہم خلیفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نوراللہ مرقدہ کی فرمائش پر دارالعلوم بری یو کے میں حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ نے بخاری شریف کا یہ درس دیا۔ درس میں درس سے متعلق انتہائی مفید مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

....

درس بخاری شریف

دار العلوم بری یو کے

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اما بعد!

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

حَدَّثَنَا یَحْیٰی ابْنُ بُکَیْرٍ۔

بخاری شریف کی تصنیف میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اہتمام

بخاری شریف صحاحِ ستہ میں سب سے اونچی کتاب شمار ہوتی ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سولہ سال اس میں خرچ کئے۔ اسکے تصنیف کرنے میں۔ ایک حدیث کو لکھتے وقت پہلے غسل کرتے، مسواک کرتے، دو رکعت نماز پڑھتے تب ایک حدیث لکھتے تھے۔ اس طرح سولہ سال خرچ ہوئے۔ حدیث کسے کہتے ہیں؟ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل وتقریر کو حدیث شریف کہتے ہیں خواہ کتنا ہی چھوٹا ٹکڑا ہو اس کے لئے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ غسل اور مسواک اور دو رکعت نماز کا اہتمام فرماتے تھے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا دیکھتے ہیں کہ ان کی قبر سے خوشبو مہکتی ہے دوسرے آنے والے خوشبو محسوس کرتے۔

روایت بیان کرتے ہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاذ یحیٰ ابن بکیر سے ان کے استاذ ہیں لیث، وہ نقل کرتے ہیں عقیل سے وہ ابن شہاب سے وہ عروہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ

سے۔ حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھانجے ہیں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے، وہ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں اَنَّهَا قَالَتْ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا۔

وحی کی ابتدا اور غار حرا میں خلوت گزینی

اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رسول اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم۔ (بخاری:۳)

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی آنا شروع ہوئی تو وحی سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب نظر آتے تھے۔ حال یہ تھا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں جا کر بیٹھ جاتے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کیلئے توشہ تیار کر کے دیتی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناشتہ کھانا ساتھ لے کر چلے جاتے۔ کبھی بیس روز، کبھی ایک مہینہ، کبھی اس سے بھی زیادہ دن تک وہاں غارِ حراء میں ٹھہرے رہتے۔ جب توشہ ختم ہو جاتا تو پھر واپس تشریف لاتے۔ پھر سے توشہ ساتھ لے کر ساتھ جاتے اور پھر اتنے روز تک غار ہی میں رہتے ایسی جگہ پر نہ کسی کی آواز سنائی دے، نہ کسی کی صورت دکھائی دے، نہ کسی سے ملاقات ہو۔ گویا کہ اس عالم میں رہتے ہوئے اس عالم سے بے خبر اور بے تعلق رہتے۔ اس لئے کہ وحی آنے والی تھی، وحی آنے کے لئے قلب کے اندر جس یکسوئی کی ضرورت تھی وہ یکسوئی حاصل ہو جائے۔

اولیاء اللہ کا اعتکاف

اس بناء پر اولیاء اللہ اور صلحاء اعتکاف کرتے ہیں۔ پہلے حضرات صوفیاء کرام کے یہاں جو خانقاہ ہوتی تھی چھوٹے چھوٹے حجرے ہوتے تھے۔ ایسے حجرے کہ بس اسکے اندر ہوا کی بھی جگہ نہیں ہوتی تھی۔ روشنی بھی کہیں سے نہیں آتی تھی۔ بس اپنی آواز آتی تھی جب ذکر کرتے تھے تاکہ اس دنیا سے انقطاع ہو جائے اور حق تعالیٰ کی طرف سے قلوب کے اندر معانی اور مفاہیم ڈالے

جاتے تھے تو ان کی اصلاح کے لئے اور قوم کی اصلاح کے لئے ہوتے تھے۔ ابھی یہ جو روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کر رہی ہیں یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے کا واقعہ نہیں ہے۔ اس واسطے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو ہجرت کے بعد جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تھے اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بن کر آئی ہیں اور یہ واقعہ ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ کا ہے۔ مکہ مکرمہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابتداء وحی کے وقت موجود نہیں تھیں۔ زیادہ تر جو روایتیں ہیں ان میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نام لینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ بھی صحابیہ ہیں اور صحابیہ بھی بہت زیادہ واقف روایت اور حالات کو جاننے والی ہیں۔ اسلئے بغیر ان کا نام لئے بھی روایت متصل ہوئی۔

خواب کے ذریعہ وحی کی ابتداء

اَلرُّؤْيَاءُ الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ۔ (بخاری:۳)

رویاء صالحہ نوم میں، خواب کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آتی تھی۔

اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ۔ (بخاری:۳)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب دیکھتے وہ اس طرح سے ظاہر ہو جاتا جیسے کہ فلق الصبح یعنی صبح صادق کی کیلی پھٹنا جسے کہتے ہیں کیلی پھٹ گئی مشرق کی طرف جو اندھیرا ہوتا ہے ایک صبح صادق ہونے پر اندھیرا چھٹتا چلا جاتا ہے روشنی پھیلتی جاتی ہے جس طرح صبح صادق کو سب دیکھ لیتے ہیں اسی طرح جو خواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے صبح صادق کی طرح اس کی تعبیر ظاہر ہو جاتی۔

غارِ حرا میں عبادت

ثُمَّ حُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلَا۔ (بخاری:۳) پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف محبوب کیا گیا خلا کو غارِ حراء میں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی اختیار فرماتے تھے وہاں تحنث کرتے تھے،

یعنی اطاعت اور عبادت کرتے تھے پھر عبادات کی تفصیل کہیں نہیں ملی کہ کیا عبادت کرتے تھے، کیا نماز پڑھتے تھے، قرآن شریف پڑھتے تھے، قرآن پاک تو نازل نہیں ہوا تھا، نماز فرض نہیں ہوئی تھی اور کیا عبادت کرتے تھے واللہ اعلم۔ظاہر تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے کمال اور صفات میں مراقبہ کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے کس طرح سے کیا کیا پھیلا رکھا ہے اس دنیا میں کیسی کیسی اس کی صفات ہیں، کیسے کیسے ان کا ظہور رہوا ہے۔

غارِ ثور میں سانپ کے ڈسنے سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے رونے پر اشکال مع جواب

ابھی ابھی اس سے پہلے سبق میں جو سانپ کے کاٹنے اور ڈسنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں بتلایا گیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے۔اس چیز پر شیعوں نے اعتراضات کئے ہیں کہ یہ دیکھو اتنے بڑے ہوتے ہوئے اتنی عمر میں ہونے کے باوجود رو رہے ہیں سانپ کے کاٹنے کی وجہ سے جیسے بچے رویا کرتے ہیں۔یہ جہالت پر مبنی جو اعتراض کیا میرے ذہن میں ایک اور چیز ہے۔وہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چپکے سے نکلے تھے مکہ مکرمہ سے اپنے گھر سے اور ایسی حالت میں نکلے تھے کہ وہاں کے لوگوں نے آپس میں مل کر یہ طے کر لیا تھا کہ آج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کر دیا جائے۔چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا محاصرہ کیا گیا کہ جب باہر تشریف لائیں فوراً ختم کر دیا جائے۔سارے مکان کو گھیر لیا۔ادھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا وحی کے ذریعہ سے، باہر تشریف لے چلیں اور ہجرت فرماویں۔چنانچہ باہر تشریف لائے اور تھوڑی سی مٹی اٹھا کر ان کے اوپر پھینک دی۔اور شاهت الوجوه فرما کر ان کے چہرے پر ڈالی جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو نظر نہیں آئے ان کے درمیان میں سے نکل کر چلے آئے۔صبح کو جب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں، ان کے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں ان سے پوچھا کہ تمہارے ساتھی کہاں ہیں انھوں نے کہا واللہ اعلم۔

....

بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ جب دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو وہاں سے تشریف لے گئے، پہنچ گئے۔ ان لوگوں کا پلان ٹھیک نہیں ہوا، کامیاب نہیں رہا۔ لہٰذا دوڑنا شروع کیا ادھر ادھر، کچھ ادھر کو گئے اور کچھ ادھر کو، چنانچہ دوڑتے دوڑتے غارِ ثور تک پہنچ گئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈتے ہوئے۔ اور اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دونوں غار کے اندر موجود تھے۔ یہ لوگ غار کے دہانے کے اوپر کھڑے ہوئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دیکھ رہے ہیں۔ تب عرض کیا کہ حضور یہ لوگ اگر اپنے قدموں کی طرف دیکھیں تو ہمیں دیکھ لیں گے اور پہنچ جائیں گے ہماری طرف۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے ان دو کے متعلق کے ثالثھما اللہ کہ تیسرا ان کا اللہ ہے۔ ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ۔ (سورۃ التوبہ) دو تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور تیسرے انکے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ یعنی محافظ اللہ ہے۔ ان کے متعلق کیا خیال ہے کہ یہ لوگ پکڑ سکتے ہیں ہمیں، جب تک اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے والے ہیں کوئی کچھ بگاڑنے والا نہیں۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ران پر سر مبارک رکھ کر لٹا دیا، اور اپنا پیر اس سوراخ میں لگا لیا جو بند کرنے سے رہ گیا تھا۔

جو چیز میرے ذہن میں ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ خیال آیا کہ لوگ تلاش کر رہے ہیں، ڈھوندتے ڈھونڈتے یہاں بھی آجائیں گے اور سانپ کے کاٹنے سے آدمی مر جاتا ہے۔ اس کے کاٹنے سے میں بھی مر جاؤں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ جائیں گے۔ افسوس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی رفیق موجود نہیں جو باہر نکل سکتے، مدینہ طیبہ پہنچ سکتے۔ یہ خیال غالب آیا۔ اس خیال کی وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو نکل گئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ جائیں گے، خدا جانے دشمن کیا معاملہ کریں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مگر میں نے کسی کتاب میں دیکھا نہیں۔ غرض اس وجہ سے آنکھوں سے آنسو نکلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اور ایک روایت ازالۃ الخفاء (ص: ۹۲/۲) میں شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین میں سے ایک شخص نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے

کہ میں نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔آپ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ سے کہ مجھے زیارت نصیب ہو جائے،تو انہوں نے دعا کی وہاں سے جواب ملا کہ اس حالت اور اس ہیئت میں زیارت نہیں کر سکتے ،اگر تم چاہو تو تم کو سانپ بنا دیا جائے اور وہاں غار میں ٹھہر جاؤ۔حضور اقدس ﷺ جب ہجرت کیلئے جائیں گے تو اس غار میں ٹھہرتے ہوئے جائیں گے،وہاں سے تم زیارت کر لینا۔ اس نے منظور کر لیا تھا، چنانچہ سانپ بنا دیا گیا اور وہ آ کر اسی غار میں اسی سوراخ میں بیٹھ گیا۔کئی سو برس گزر چکے وہاں بیٹھے بیٹھے۔اب جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو منہ نکالتے ہوئے دیکھ کر پاؤں اڑا لیا اور حضور اقدس ﷺ وہاں موجود تھے۔اس نے سوچا کہ اتنی صدیوں سے میں یہاں بیٹھا ہوں۔اب زیارت کا وقت آیا تو یہ پیر اڑا رہے ہیں۔ہٹا پیر یہاں سے میں آرہا ہوں۔باقی بس روایت ایسی ہی ہے۔کوئی پختہ معتبر نہیں ہے۔واللہ اعلم۔

يَخْلُوْ بِغَارِ حِرَا۔ (بخاری شریف:۳)

غار حرا میں حضور اقدس ﷺ خلوت نشینی اختیار فرماتے تھے وہاں عبادت کرتے تھے،کئی کئی راتیں گزر جاتی تھیں اور اس ٹھہرنے کے لئے غارِ حرا میں تزود کرتے تھے یعنی ناشتہ لے آتے تھے پھر لوٹتے تھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس اور پھر اسی جیسا ناشتہ لے لیتے اور غار میں تشریف لے آتے۔یہاں تک کہ آپ کے پاس حق آگیا (وحی آنا شروع ہوگئی)۔

حَتّٰى جَاءَهُ الْحَقُّ۔ (بخاری شریف:۳)

یہ روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یا خود حضرت نبی اکرم ﷺ سے سن کر نقل کی ہے،غالب گمان یہی ہے یہاں تک کہ حق آگیا آپ کے پاس اس حال میں کہ آپ غار میں تھے یعنی جس وحی کے انتظار میں تھے اور پوری یکسوئی حاصل ہوگئی ادھر اُدھر کی آوازیں اور صورتیں سب نظروں سے دل سے دماغ سے غائب ہوگئی صرف حق تعالیٰ کی طرف ہی خالص توجہ ہوگئی تو جس وقت کلی طور پر اس وقت آپ کے پاس وحی آئی،کیسے آئی؟

اُمی ہونے کی وجہ اور آنحضرت ﷺ کے علوم

فَجَاءَهُ الْمَلَكُ۔ فرشتہ آیا آپ کے پاس، اس نے کہا پڑھئے۔ کیا پڑھئے۔ بعض حضرات کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ریشم کا کپڑا، ریشم کا رومال آپ کو دیا کہ اس کو پڑھئے۔ اس ریشم پر لکھا ہوا تھا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الخ۔ تو اسی ریشم کے رومال کو دیکھ کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا؛ مَا اَنَا بِقَارِئٍ۔ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ حضور اقدس ﷺ امی تھے، امی کے معنیٰ اُم والا، ماں والا۔ ماں والے تو سبھی ہوتے ہیں بغیر ماں کے کون ہوتا ہے۔ پھر کیا مطلب ہے اسکا۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سے بچّہ ماں کی گود میں رہ کر پڑھنے کیلئے کسی مدرسے اور مکتب میں نہیں گیا صرف ماں کی گود میں ہے وہ کچھ پڑھنا نہیں جانتا۔ تو حضور اقدس ﷺ نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا۔ یہ مطلب نہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے پاس علم نہیں تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو اتنا علم عطا فرمایا کہ تمام انبیاء، تمام ملائکہ، تمام جن و بشر کا علم ایک طرف اور حضور اقدس ﷺ کے علم کو دوسری طرف رکھئے تو وہ مثال ہے جو ایک قطرے اور ایک بڑے سمندر میں ہوتی ہے۔ سب کا علم ملا کر ایک قطرے کے برابر اور حضور اقدس ﷺ کا علم ایک سمندر کے برابر، جو علوم شان نبوت کے لائق آپ کو عطا کئے گئے تھے کل علوم کو شامل تھے، مگر یہ علوم حضور اقدس ﷺ نے اس دنیا میں کسی سے حاصل نہیں کئے۔ اس دنیا میں جو شخص کسی سے کوئی علم حاصل کرتا ہے وہ اس کا استاذ ہوتا ہے اور استاذ کی فضیلت ہوتی ہے شاگرد پر اور حضور اکرم ﷺ دنیا میں کسی سے علم حاصل کرتے تو جس سے حاصل کرتے وہ استاذ ہوتا اس کو فضیلت ہوتی، حالانکہ نبی اپنے زمانے کے تمام انسانوں سے افضل ہوتا ہے۔

غلام احمد قادیانی پر اعتراض

اسی واسطے غلام احمد قادیانی پر اعتراض بڑا زبردست ہے کہ جب وہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو

اس نے دنیا کا علم پڑھا ہے۔ نبی کو تو اللہ تعالیٰ پڑھاتے ہیں فرشتے کے ذریعہ سے علم بھیجتے ہیں۔ کسی انسان سے نبی دنیا میں نہیں پڑھا کرتا۔ غلام احمد قادیانی نے دنیا کا علم پڑھا ہے۔ اس واسطے کہ شاگرد کو فضیلت نہیں ہوتی، استاذ کو فضیلت ہوتی ہے۔ جس سے غلام احمد قادیانی نے پڑھا ہے وہ افضل اور قادیانی مفضول ہے۔ پھر وہ نبی کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کا جواب انکے پاس نہیں ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ کے بارے میں کہا گیا ہے:

ہے لقب اُمّی ولیکن جس طرف بھی دیکھئے
ان سے روشن عقل و دل دین و سیاست، علم وفن
آئینہ بن کر ملے تھے جب حراء میں جبرائیل
آشکارا ہو گیا تھا سرِّ علم من لدن

ابتدائی وحی

قَالَ فَأَخَذَنِیْ فَغَطَّنِیْ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے پکڑ کے دبالیا جیسے معانقہ کیا جاتا ہے، زور سے دبالیا یہاں تک کہ انتہاء کو پہنچ گئی جہد۔ گویا کہ ایسا دبایا کہ میں بے قابو ہوگیا۔ سنبھلنے کی طاقت نہ رہی۔ پھر مجھے چھوڑا پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ پڑھ۔ میں نے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ دوبارہ انھوں نے اسی طرح سے دبایا۔ فَأَخَذَنِیْ فَغَطَّنِیْ الثَّالِثَةَ۔ تیسری مرتبہ پھر اسی طرح سے پکڑ کر دبایا اور چھوڑا اور چھوڑنے کے بعد یہ کہا: اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ۔ پڑھو اپنے پروردگار کا نام لیکر، جس نے سب کچھ پیدا کیا، اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھو اور تمہارا پروردگار سب سے زیادہ کرم والا ہے، جس نے قلم سے تعلیم دی، انسان کو اس بات کی تعلیم دی جس کو وہ نہیں جانتا تھا۔ (آسان ترجمہ) سب سے پہلے سورۃ اقراء کی یہ آیتیں غارِ حرا میں نازل ہوئیں۔

فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ حضور اقدس ﷺ ان آیات کو

لے کر لوٹے۔ آپ کا قلب کانپتا تھا خوف کی وجہ سے قلب بے قابو ہو رہا تھا۔ حرکت زیادہ بڑھ گئی قلب کی۔ غیر متوازن ہو گیا۔ وحی قول ثقیل ہے۔ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلاً ثَقِيْلاً۔ [ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔] قلب کے اوپر جو وحی نازل ہوئی اس کا بوجھ اتنا تھا کہ اس کو برداشت کرنا دشوار ہو گیا۔ حضور اقدس ﷺ کانپتے ہوئے وہاں سے گئے۔

خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تسلی

فَدَخَلَ خَدِيْجَةَ بِنْتَ خُوَيْلِدٍ۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد کے پاس جا کر داخل ہوئے اور فرمایا مجھے لحاف اڑھادو۔ دو مرتبہ فرمایا پس گھر والوں نے لحاف اڑھا دیا۔

حَتّٰى ذَهَبَ مِنْهُ الرَّوْعُ۔ اسکی وجہ سے جو طبیعت میں ایک خوف اور رعب طاری تھا وہ جاتا رہا۔ دل قابو میں آ گیا۔ پس حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو واقعہ سنایا اور پوری خبر سنادی کہ اس طرح سے غار حرا میں پیش آیا۔ وہاں ایسی صورت کا ایک آدمی آیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اِقْرَأْ میں نے کہا مَا اَنَا بِقَارِئٍ مجھے پکڑ کر زور سے دبایا تو میں بے قابو ہو گیا تو تین مرتبہ اسی طرح سے ہوا پھر کہا: اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ یہ سب واقعہ سنا دیا۔

لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ۔ مجھے تو اپنے اوپر ڈر ہو گیا۔ ڈر ہوا کیسا کہ ایک دفعہ اور اسی طرح اگر دبائے تو میں ختم ہو جاؤں گا۔ انتقال ہو جائے گا میرا۔

فَقَالَتْ خَدِيْجَةُ كَلَّا وَاللهِ۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا، کتنا اطمینان بخش جواب دیا۔ کتنا سمجھ کا جواب دیا۔ بہلانے والا اور مطمئن کرنے والا جواب دیا۔ کیا جواب دیا۔ بالکل نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا۔ اسباب بتلائے۔

آنحضرت ﷺ کے صفات عالیہ

اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ۔ آپ کے اندر یہ صفات عالیہ اور اوصاف مکرمہ موجود ہیں، اسلئے

حق تعالیٰ آپ کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا۔ ضرور آپ کی حفاظت و اعانت فرمائے گا۔ آپ کے اندر وہ صفات کیا کیا ہیں؟ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، رشتہ داروں کے ساتھ، احسان اور سلوک کا معاملہ کرتے ہیں اور بے سہاروں کی امداد کرتے ہیں، جو مسافر کہیں جا رہا ہے اس کے پاس کچھ نہیں ہے ناشتہ توشہ دیدیا اور پڑوس میں کوئی عورت بیوہ ہے اس کی خبر گیری کی، اس کے بیوی بچے اور ان کے نفقہ کا انتظام کیا۔ یہ آپ کرتے ہیں۔

وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ ۔ اور معدوم کیلئے کسب کرتے ہیں۔ جس شخص کے پاس کچھ نہیں ہے اس کو آپ عنایت فرما دیتے ہیں۔ ایک شخص کے ذمہ قرض ہے وہ آپ سے آ کر کہتا ہے کہ میرے پاس قرض کی ادائیگی کیلئے کچھ نہیں ہے آپ اسکو عنایت فرما دیتے ہیں۔ جس سے وہ قرض ادا کر دیتا ہے۔ ایک شخص آ کر کہتا ہے کہ میرے پاس بیوی بچوں کے کھانے کو کچھ نہیں آپ اسکو کھانے کا انتظام فرما دیتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں جو مہمان بیچارے ایسے ہیں جن کی کوئی جان پہچان نہیں، ادھر کو گذرنے والے گذر رہے ہیں آپ کو پتہ چل جائے تو آپ ان کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ ۔ اور نوائب حق پر آپ اعانت کرتے ہیں۔ جس شخص پر کوئی بار آ گیا ہے حق کے تحت آپ اس کی اعانت کرتے ہیں۔ کسی نے کسی کو قتل کر دیا ہے اس کی دیت لازم ہوگئی، اس کے پاس دیت دینے کو نہیں ہے، اس کی امداد کرتے ہیں۔

ورقہ بن نوفل کی تسلی

فَانْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِيْجَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی طرف سے اس طرح سے اطمینان دلایا، سکون کی باتیں کیں، ڈھارس بندھائی دل کو اتنی تقویت پہونچائی کہ آپ ایسے ایسے اوصاف عالیہ رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ کے پاس گئیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی تھے۔ وہ ایک ایسے آدمی تھے جو زمانہ جاہلیت میں نصرانی

بن گئے تھے چونکہ عرب کے جو قریش تھے انکے پاس تو کوئی علمی کتاب نہیں تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل ہوئی تھی وہ محرف ہو چکی تھی۔ صحیح نسخہ موجود نہیں تھا، صحیح پڑھنے والے، صحیح بتانے والے موجود نہیں تھے۔ لہٰذا وہ لوگ اہل جاہلیت کہلاتے تھے جن کے پاس کوئی کتاب نہ ہو وہ ہیں جاہلیت والے اور ورقہ کا حال یہ تھا کہ جاہلیت تو تھی انکے پاس لیکن یہ نصرانی بن گئے تھے۔ تو وہ لوگ نصرانیوں کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے، چونکہ ان کے پاس کتاب موجود تھی کہ وہ جاہل نہیں۔

وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ۔ اور وہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ وہ لکھتے تھے انجیل سے جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہیں۔ اس انجیل کا خلاصہ کچھ اوراق میں جمع کر رکھے تھے، ان میں جو اچھی باتیں، نصیحت کی باتیں تھیں، ان کو لکھتے تھے۔

وَكَانَ شَيْخاً كَبِيْرًا قَدْ عَمِيَ۔ اور وہ بہت بوڑھے تھے، نابینا ہو گئے تھے، عمر زیادہ ہو چکی تھی ان کی، ان سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے چچا کے بیٹے اپنے ابن اخ! بھتیجے سے سنو یہ کیا کہتے ہیں۔ پس ورقہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا بتاؤ جو کچھ تم نے دیکھا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا واقعہ ورقہ کو سنایا۔

فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِيْ نَزَّلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى۔ (بخاری شریف:۳)

پس ورقہ نے کہا یہ تو وہ ناموس ہے جس کو اللہ نے نازل کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر۔ کاش میں اس وقت جوان قوی ہوتا، کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب تم کو تمہاری قوم نکالے گی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت اور نصرت کے لئے تمنا کر رہے ہیں کہ جس وقت قوم آپ کو نکالے گی، کاش میں اس وقت زندہ ہوتا تو میں آپ کی مدد کرتا، اعانت کرتا، اور جس وقت قوم سے آپ کا مقابلہ ہوگا تو میں آپ کی مدد کرتا، اعانت کرتا۔ اور جس وقت قوم سے آپ کا مقابلہ ہوگا اس وقت میں قوی اور مضبوط ہوتا تو میں آکر آپ کی حمایت اور ہمدردی کرتا۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا یہ لوگ مجھے نکالیں گے۔ ورقہ نے کہا ہاں ضرور نکالیں گے، کیونکہ جیسی چیز

آپ لے کر آئے ہیں ایسی چیز جو بھی نبی لے کر آیا ہے اسکی عداوت کی گئی ہے۔ اللہ کے فضل سے وحی آپ پر نازل ہوئی آپ اپنی قوم کے سامنے پیش کریں گے اور لوگ ضرور عداوت کریں گے، پہلے بھی ایسا ہوا ہے۔ جس کے پاس وحی آئی قوم نے اس کی عداوت کی، مقابلہ کیا، مخالفتیں کیں اور ان حضرات کے قصے آپ حضرات پڑھ ہی رہے ہیں۔ جانتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیسی مخالفتیں ہوئیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کتنی مخالفتیں ہوئیں۔

وَاِنْ یُدْرِکْنِیْ یَوْمُكَ اَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا۔

اگر پالیا مجھ کو تمہارے دن نے پس تمہاری مضبوط مدد کروں گا۔

جس دن قوم سے مقابلہ ہوگا، قوم آپ کو نکالے گی، آپ کی بات نہیں مانے گی، مخالفت کرے گی، اس وقت اگر میں زندہ ہوا تو میں آپ کی خوب پختہ مدد کروں گا۔ چنانچہ قوم نے مخالفت کی، بائیکاٹ کیا، سلام، کلام، کھانا پینا بند کر دیا، گھر سے نکلنا بند ہوگیا، مسجد میں آ کر جماعت سے نماز نہیں پڑھ سکتے تھے، جو شخص ایمان لاتا اس کو ستایا جاتا، یہ سب کچھ ہوا۔

ثُمَّ لَمْ یَنْشَبْ وَرَقَۃُ اَنْ تُوُفِّیَ۔ پھر زیادہ وقت نہیں ملا کہ ورقہ کا انتقال ہوگیا اور وحی سست پڑ گئی یعنی وحی آنی بند ہوگئی۔ ایک مرتبہ آئی تھی پھر آنی بند ہوگئی۔

دوسری وحی

فَقَالَ فِیْ حَدِیْثِہٖ اَنَا اَمْشِیْ۔ اس بات کو بیان کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں جا رہا تھا آسمان سے مجھے ایک آواز سنائی دی۔ میں نے نظر آسمان کی طرف اٹھائی جو فرشتہ غار حراء میں میرے پاس وحی لے کر آیا تھا اور اس نے مجھے دبویا، دبوچا تھا میں نے دیکھا وہی فرشتہ آسمان و زمین کے درمیان ہے۔

جَالِسٌ عَلٰی کُرْسِیٍّ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ۔ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ پس مجھ پر رعب طاری ہوگیا۔ پس میں لوٹا۔ لوٹ کر میں نے کہا مجھے لحاف

اڑھادو۔ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔ [اے کپڑے میں لپٹنے والے! اٹھو اور لوگوں کو خبردار کرو اور اپنے پروردگار کی تکبیر کہو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔ اور گندگی سے کنارہ کرلو۔] (آسان ترجمہ:۲۹) یہ دوسری وحی ہے۔ اس کے بعد مسلسل وحی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

تَابَعَه عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسَفَ وَاَبُوْ صَالِحٍ۔ متابعت کی ہے اس حدیث کی عبد اللہ بن یوسف نے۔ ابوصالح نے اور متابعت کی ہے اس کی ہلال بن ادّاد نے زہری سے اور کہا یونس ابن معمر نے بوادرہ یعنی اس حدیث میں جو آیا ہے یرجف فوادہٗ بجائے فوادہٗ کے بوادرہٗ ہے ان کی روایت میں، بوادر کیا، دونوں کندھے۔

وحی کی دو قسمیں

وحی دو قسم کی کہلاتی ہے۔ ایک وحی جلی، ایک وحی خفی۔ وحی جلی میں الفاظ بھی حق تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتے ہیں اور وحی خفی میں الفاظ حضور اقدس ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوتے بلکہ معانی و مفاہیم نازل ہوتے ہیں، ان کو حضور اقدس ﷺ نے اپنے الفاظ میں بیان فرمایا ہے تو وہ وحی خفی ہے۔ امت کے حوالے دونوں علوم کئے گئے وحی جلی بھی، وحی خفی بھی۔ تاکہ امت ان کی حفاظت کرے۔

وحی کی حفاظت

چنانچہ امت نے حفاظت کی، کس کس طرح سے حفاظت کی، بہت ہی انہماک کے ساتھ۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے جب دین کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالہ کیا تو فرمایا: اَلَا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ میں نے تو تبلیغ کردی، جو لوگ موجود ہیں وہ غائبین تک پہونچائے۔ اس کا اہتمام کیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کہ غائبین تک اس دین کو پہونچایا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا درس حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہفتہ میں ایک روز مسجد نبوی کے منبر پر ہاتھ رکھ کر احادیث سنایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے سَمِعْتُ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ كَذَا۔ پھر داہنے ہاتھ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی طرف اشارہ کر کے کہا کرتے تھے۔ اس قبر والے صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا اس طرح سے فرمایا۔ بہت سی احادیث انھوں نے جمع کر رکھی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا درس حدیث

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے مکان پر ہفتہ میں ایک روز حدیث بیان کیا کرتے تھے۔ کسی کو مسجد نبوی میں متعین کیا گیا وہ وہاں قرآن پاک کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا گیا۔ وہاں سے انھوں نے خط لکھا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہاں بھیج دیجئے۔ انکے علم کی ضرورت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایسے شخص ہیں کہ ان کے علم کا میں خود محتاج ہوں، میں ان کو اپنے سے جدا نہیں کرنا چاہتا لیکن تم کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہوئے بھیج رہا ہوں۔ چنانچہ بھیجا۔ ڈیڑھ ہزار شاگردوں کے مجمع کو لے کر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے ہیں۔ فتح القدیر شرح ہدایہ میں یہ واقعہ مذکور ہے۔

فوجیوں کو کلام پاک حفظ کرانے سے متعلق فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حکم

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خط لکھا کوفہ کے گورنر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کہ جو لوگ فوج میں جہاد کرنے والے ہیں ان کو قرآن پاک حفظ کرائیے اور جتنے لوگ فارغ

ہوں یاد کر کے سال کے ختم پر ان کے نام کی فہرست میرے پاس بھیجئے۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور فہرست بھیجی دو سو آدمیوں کی کہ دو سو فوجیوں نے اس سال میں قرآن پاک حفظ کیا ہے۔ مصر کے گورنر کو خط لکھا کہ فوجیوں کو قرآن شریف حفظ کرایئے اور فہرست میرے پاس بھیج دیجئے، تو انھوں نے دس ہزار کی فہرست بھیجی۔

الحاصل قرآن پاک کے الفاظ کی بھی حفاظت کی ہے، معانی کی بھی حفاظت کی ہے، احادیث کے الفاظ کی بھی حفاظت کی ہے کہ تیئیس ۲۳ سال کی مدت میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا کوئی لفظ ضائع نہ ہو جائے، بلکہ اس کو محفوظ کر لیا جائے۔ بہت ہی اہتمام کیا ہے ان حضرات نے اور اہتمام سے لکھا بھی ہے، اور پڑھنے کا بھی اہتمام کیا ہے اور پڑھانے کا بھی اہتمام کیا۔ برابر سلسلہ جاری رہا، ایک ایک لفظ کی حفاظت کی۔

حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ایک حدیث کیلئے سفر دمشق

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث مدینہ طیبہ میں سنی، ان سے پوچھا کہ یہ حدیث آپ نے حضور اقدس ﷺ سے خود سنی ہے۔ انھوں نے کہا میں نے عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔ میں نے دوسرے سے سنی اور ان سے پوچھا، انھوں نے بھی عبداللہ بن بُسر کا نام لیا۔ آخر کار انھوں نے اونٹ خریدا اور ایک مہینے کی مسافت طے کر کے مدینہ طیبہ سے ملک شام دمشق گئے ہیں جہاں عبداللہ ابن انیس رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ ان کا مکان تلاش کر کے جا کر دروازے پر دستک دی۔ ان کا خادم آیا کہ پوچھا کون ہے؟ کہا جابر بن عبداللہ۔ خادم نے جا کر اطلاع دی۔ پوچھا جابر بن عبداللہ مدنی، کہا ہاں۔ وہ فوراً دوڑے ہوئے آئے، ملاقات کی، معانقہ کیا۔ کہا کیا بات ہوئی؟ کیسے آنا ہوا؟ کہا لوگ یہ حدیث بیان کرتے ہیں، کوئی یہ نہیں کہتا کہ اس نے حضور اقدس ﷺ سے خود سنی، سب آپ کا نام لیتے ہیں۔ کیا آپ نے حضور اقدس ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے؟ کہا ہاں۔ میں نے سنی ہے۔ بس ان سے وہ حدیث سنی، اس واسطے آیا تا کہ سند

میں واسطہ درمیان کا ایک اور زائد نہ رہے بلکہ براہ راست انھوں نے حضور اقدس ﷺ سے سنی ہے۔انھوں نے روکا کہا کہ ٹھہر جاؤ، کہنے لگے ٹھہرتا نہیں۔مسجد نبویؐ کی جو جماعت ہے وہ میں نے اس حدیث کے واسطے چھوڑی۔بہت روکنا چاہا لیکن نہیں رکے۔اسی وقت واپس ہو گئے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا ایک حدیث کیلئے بصرہ کا سفر

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بصرہ گئے، وہاں جا کر ایک صاحب کے مکان پر آواز دی۔وہ اپنے مکان کی چھت پر تھے۔انھوں نے اوپر سے پوچھا کون ہے؟ کہا؛ ابوایوب انصاری۔پوچھا کیسے آنا ہوا؟ کہا فلاں وقت حضور اقدس ﷺ نے ایک حدیث بیان فرمائی تھی اس وقت وہاں پر صرف ہم دونوں تھے۔اس کے لفظوں میں مجھے شبہ ہو گیا کہ اس طرح فرمایا تھا اس طرح فرمایا تھا۔اس شبہ کو زائل کرنے کے لئے آیا ہوں کہ کس طرح سے فرمایا تھا۔انھوں نے بتا دیا کہ اس طرح فرمایا تھا۔حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ سے بھی نہیں اترے اور اسی طرح سے واپس ہو گئے۔

حضرات محدثین رحمہم اللہ کا حفاظت حدیث کا اہتمام

اتنا اہتمام کیا ان حضرات نے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی کیا حضرات تابعین رحمہم اللہ نے بھی کیا۔اس وقت احادیث لکھنے کا دستور نہیں تھا۔صرف زبان سے بیان کیا کرتے تھے اور ذہن میں محفوظ کر لیتے تھے۔اس کے بعد لکھنے کا دستور شروع ہوا اور لکھ کر احادیث کو جمع کیا گیا۔ بعض محدثین نے تو احادیث کو کیف ما اتفق سب کو جمع کر دیا چاہے کسی باب کی ہو کسی فصل کی ہو۔روایتوں پر کلام نہیں کیا۔راویوں پر بھی جرح وقدح نہیں کی۔ان کا مقصد یہ تھا کہ جو احادیث پھیلی ہوئی ہیں وہ سب کی سب لوگوں کے سامنے آجائیں۔ان کا بھی ایک احسان ہے ہم پر۔بعض حضرات نے اہتمام کیا ہے کہ ان کے باب باب مقرر لئے، کتاب کتاب مقرر کی۔

مقرر کرکے پھر ان کو لکھا۔ ان کا اور زیادہ احسان ہے تاکہ جس کتاب، جس باب کی حدیث ہو اس کو تلاش کرنا آسان ہو جائے۔ بعض حضرات نے احادیث سے جو مسائل استنباط کئے جاتے ہیں ان میں ائمہ کے جو اختلافات تھے ان کو بھی اپنی کتابوں میں لکھا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ فلاں فلاں امام کے پاس یہ حدیثیں موجود تھیں اور ان حدیثوں میں فلاں اختلاف ہے، کسی نے کون سا مسئلہ کس طرح استنباط کیا۔ بعض حضرات نے روایتوں پر کلام کیا ہے۔ چنانچہ یہ ساری چیزیں آپ حضرات صحاحِ ستہ میں پڑھ رہے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا صحت حدیث کا اہتمام اور بخاری شریف کی اوّل آخر دونوں حدیثیں غریب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحت کا زیادہ اہتمام کیا ہے۔ ان کی یہ شرط ہے کہ ہر منزل میں کم سے کم دو راوی ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جو صحابی نقل کر رہے ہیں وہ کم سے کم دو ہوں۔ ان صحابی سے جس نے نقل کیا ہے وہ کم سے کم دو ہوں۔ ان سے جس نے نقل کیا ہے وہ کم سے کم دو ہوں۔ جہاں ایک راوی رہ جائے گا وہ ان کی شرط کے خلاف ہے۔ اس حدیث کو یہ غریب کہتے ہیں۔ مگر تقدیر الٰہی کہ بخاری کی سب سے پہلی حدیث غریب ہے اور سب سے آخر کی حدیث بھی غریب ہے وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط کے موافق نہیں شرط کے خلاف ہے وہ بخاری شریف میں نہیں آنی چاہئے تھی لیکن اس کی مکافات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح سے کی کہ سب سے پہلی حدیث کے متعلق کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا منبر پر۔ علی المنبر کا لفظ لائے اس واسطے کہ اس سے استدلال کر سکیں کہ ایک بڑی جماعت کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ معلوم ہوا کہ سب سنے ہوئے تھے صرف دو پر اکتفا نہیں کیا بلکہ سب کے سنے ہوئے تھے، اس طریقے پر مکافات کرتے ہیں۔

....

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے براہ راست شاگرد ہیں، لیکن ساری بخاری شریف میں صرف ایک حدیث حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے انھوں نے وہ بھی نازل ہوکر ایک راوی کے واسطہ سے، بلا واسطہ راوی کے انھوں نے نقل نہیں کی، پوچھتے رہے کہ کیوں نقل نہیں کی۔ جو شاگرد ہیں لقاء بھی ہے خدمت میں حاضری بھی ہے مگر روایت نقل نہیں کی ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تم یہ جو سمجھے کہ جو نا قابل اعتماد تھی روایت ان کی، اسی لئے تو نقل نہیں کی۔ ایسا نہیں ہے، کوئی بات ہے، کچھ مصلحت ہے جس کی وجہ سے نقل نہیں کر رہے ہیں۔ اگر کسی راوی سے، کسی امام سے نقل نہ کریں تو اس سے یہ استدلال کرنا غلط ہے کہ ان امام کو اس راوی کو حدیث نہیں آتی تھی، حدیث نہیں پہونچی ان کے پاس۔ یہ استدلال کرنا غلط ہے، بلکہ کسی مصلحت کی بناء پر ایسا کیا ہے۔ فقط

❑❑❑

001 Khutbat-e-Mahmood J-2f

درس مشکوٰۃ شریف

اس بیان میں

☆......حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ نے مشکوۃ شریف کتاب اللباس سے متعلق درس دیا۔ احادیث مبارکہ کا ترجمہ اور عام فہم تشریح فرمائی۔

☆......حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ نے حدیث مسلسل بالاولیت کو بیان فرمایا۔ نیز اپنی سند حدیث بھی بیان فرمائی ہے۔

....

درس مشکوٰۃ شریف

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ۔ اَمَّا بَعۡدُ!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عَنۡ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ قَالَ کَانَ اَحَبُّ الثِّیَابِ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَنۡ یَّلۡبِسَہَا الۡحِبَرَۃَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیۡہِ۔

(بخاری شریف:۳؍۵۸، مسلم شریف: ۲۰۷۹)

فن حدیث کی کچھ خصوصیات ہیں جو دوسرے علوم وفنون میں نہیں انھیں میں سے ایک خصوصیت ہے سند کی ایک خصوصیت ہے تسلسل کی۔

حدیث مسلسل بالاوّلیت

ایک حدیث محدثین کے یہاں مسلسل بالاوّلیت کہلاتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کہ میں نے سب سے پہلے اپنے استاد سے وہ حدیث سنی انھوں نے سب سے پہلے اپنے استاد سے وہ حدیث سنی، انھوں نے سب سے پہلے اپنے استاد سے وہ حدیث سنی، تسلسل اوپر تک چلا گیا۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ حدیث آپ حضرات کے سامنے پڑھ دوں تاکہ آپ حضرات کا بھی تسلسل باقی رہے آپ کہہ سکیں کہ محمود سے ہم نے سب سے پہلے وہ حدیث سنی سبق میں بیٹھ کے وہ حدیث ابو داود رضی اللہ عنہ کی ہے۔ اَلرَّاحِمُوۡنَ یَرۡحَمُہُمُ الرَّحۡمٰنُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اِرۡحَمُوۡا

اِرۡحَمُوۡا مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ یَرۡحَمُکُمۡ مَنۡ فِی السَّمَاۗءِ۔ (ابوداؤد شریف:۴۹۴۱)

[رحم کرنے والے بندوں پر رحمٰن تبارک وتعالیٰ رحم فرماتا ہے۔تم زمین والوں پر رحم کروآ سمان والا تم پر رحم کریگا۔]

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

یہ حدیث مسلسل بالاوّلیت ہے آپ کا تسلسل باقی ہے۔

سند

ایک چیز سند کی ہے بغیر سند کے محدثین کے یہاں کوئی چیز قابل قبول نہیں اور فنون میں تو جو چاہے کہدو کوئی ضروری نہیں۔سند کے تین ٹکڑے ہیں ایک ٹکڑا یہاں سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تک دوسرا ٹکڑا شاہ ولی اللہ صاحب سے مصنف کتاب تک، تیسرا ٹکڑا مصنف کتاب سے حضور اکرم ﷺ تک؛ جو یہاں سے شاہ ولی اللہ صاحب تک کا ٹکڑا سند کا ہے وہ میں عرض کئے دیتا ہوں۔

سند حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ

میں نے بخاری وترمذی پڑھی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ سے اور انھوں نے اپنی تمام مرویات کی اجازت مرحمت فرمائی۔پڑھی تو ہیں ان سے دو کتابیں بخاری وترمذی اجازت انھوں نے سب کی دی ہے۔یہ بھی الحمد اللہ اس طرح پڑھی کہ کوئی سبق ناغہ نہ ہوا ہر سبق میں شروع سے اخیر تک حاضر رہا۔

ان کو اجازت حاصل ہے حضرت مولانا محمود صاحب شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے۔
ان کو اجازت حاصل ہے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے۔

ان کو اجازت حاصل ہے حضرت شاہ عبد الغنی صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے۔
ان کو اجازت حاصل ہے حضرت شاہ محمد اسحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے۔
اور ان کو اجازت حاصل ہے شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے۔
ان کو اجازت حاصل حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے۔
یہ سند ہے یہاں سے وہاں تک۔

سند کی اہمیت

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان ھذا العلم لدین فانظروا عمن تاخذون دینکم۔ یہ علم ایک دین ہے دیکھ لو کس شخص سے تم دین کو حاصل کر رہے ہو، اس واسطے سند کا بہت لحاظ رکھتے تھے محدثین۔ نیز محدثین کہتے ہیں کہ اگر سند نہ ہوتی جو شخص جو بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چاہتا منسوب کر دیتا لیکن سند نے بات کو نکھار کے صاف کر کے رکھ دیا۔ کوئی شخص اگر کہتا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں شخص سے بیان کیا فلاں شخص نے فلاں شخص سے بیان کیا تو جو محدث ہے وہ بتلا دیگا کہ جو استاد ہے جو شاگرد ہے، آیا استاذ شاگرد کا زمانہ ایک ہے، ایسا تو نہیں درمیان میں دو صدی کا فاصلہ ہو پھر یہ ان کا شاگرد کیسے ہو سکتا ہے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ ہر چیز کو صاف کر کے رکھ دیا۔ ایک شخص نے کہا میں نے اتنی سو حدیثیں گھڑ گھڑ کے لوگوں میں پھیلا دیں تم کیا کر سکتے ہو تو دوسرے محدث نے جواب دیا یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل کو نہیں دیکھا تمہارے جھوٹ کے تار پود بکھیر کے پھینک دیں گے، ایک ایک جھوٹ کو واضح کر دیں گے کہ یہ جھوٹ ہے یہ کذب ہے۔ یہ غلط ہے یہ غلط ہے، چنانچہ ان حضرات نے کیا ایسا۔ اس واسطے ضرورت پیش آتی ہے سند کی۔ تو سند کا ایک ٹکڑا وہ یہاں سے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک ہو گیا دوسرا ٹکڑا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مصنف کتاب تک وہ موطا امام مالک کے شروع میں ترمذی شریف کے شروع میں نسائی شریف

کے شروع میں چھپا ہوا موجود ہے، تیسرا ٹکڑا مصنف کتاب سے حضور اقدس ﷺ تک وہ جن کتابوں میں سند بیان کی جاتی ہے ان تمام کتابوں میں موجود ہے۔ بخاری شریف میں جو حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اقدس ﷺ سے لی جس سند سے ہر حدیث کے ساتھ سند مذکور ہے ایسے ہی ترمذی شریف میں مسلم شریف میں، نسائی شریف میں، ابن ماجہ شریف میں، مؤطا میں سب میں ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد

حضور اکرم ﷺ ظاہر و باطن کی تعمیر کے لئے تشریف لائے احکام ظاہرہ بھی بیان فرمائے احکام باطنہ بھی بیان فرمائے یعنی ایک انسان کا ظاہر ہے جس کو خَلق کہتے ہیں ایک انسان کا باطن ہے جس کو خُلق کہتے ہیں تو خَلق و خُلق دونوں کی تکمیل کے لئے نبی کریم ﷺ تشریف لائے کچھ احکام ایسے ہیں کہ جو انسان کے اعضاء و جوارح خارجہ سے تعلق رکھتے ہیں کچھ ایسے ہیں جو قلب سے متعلق ہیں قلب سے متعلق جو ہیں ان کو اخلاق کہتے ہیں جیسے کبر ہے، حسد ہے، ریا ہے، طمع ہے، ان سے تحفظ۔ تواضع ہے، انکسار ہے، ایثار ہے، سخاوت ہے، سماحت ہے ان چیزوں کا اختیار کرنا؛

"وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَه" (سورۃ الانعام:۱۲۰)

[اور تم ظاہری و باطنی دونوں قسم کے گناہ چھوڑ دو۔] (آسان ترجمہ) ظاہری گناہ کو بھی چھوڑنے کا حکم ہے، باطنی گناہ کو بھی چھوڑنے کا حکم ہے۔

آنحضرت ﷺ کا مبارک لباس

تو حضور اقدس ﷺ نے جس لباس کو اختیار فرمایا اس کی بھی تشریح محدثین نے کر دی، کیسا لباس کس طرح سے اختیار فرمایا۔ عامۃً لباس حضور اقدس ﷺ کا سیدھا سادہ ہوتا

تھا تکلفات نہیں تھے، کثرت سے ہوتا کہ ایک لنگی باندھ لی ایک چادر اوڑھ لی کثرت سے تو یہ ہوتا تھا اسی وجہ سے آپ نے متعدد احادیث میں پڑھا ہوگا "رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یری بِیَاضِ اِبْطَیْہِ" حضور اقدس ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے دعاء کے لئے اور آپ کی بغل کی سفیدی بھی نظر آنے لگی، کرتہ میں نظر نہیں آتی وہ۔ وہ چادر میں نظر آتی ہے۔ باقی کرتہ حضور اقدس ﷺ کو پسند تھا۔

پائجامہ

پائجامہ بھی حضور اقدس ﷺ نے دیکھا تو اس کو پسند فرمایا۔ خریدا بھی کہ ہاں اس میں پردہ پوشی زیادہ ہے عمامہ بھی آپ کو پسند تھا۔ زیادہ تر عمامہ استعمال فرماتے۔ ٹوپی بھی پسند تھی۔ ٹوپی پر عمامہ ہوتا کچھ تھوڑا سا حصہ کتاب اللباس کا یہاں بیان کریں گے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں جو حضور اقدس ﷺ کے خادم ہیں۔ جب حضور اقدس ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا تھا کہ حضور اقدس ﷺ یہ آپ کے خادم ہیں۔ خدمت کیا کریں گے۔ آپ کے پاس رہا کریں گے تو دس سال کی ان کی عمر تھی تو انھوں نے خدمت کی، تقریباً دس برس خدمت کی حضور اقدس ﷺ کی۔

مال واولاد میں برکت کی دعاء

ان کی والدہ نے درخواست کی تھی کہ انس کے لئے دعا کیجئے ماں کو محبت ہوتی ہے اپنے بیٹے سے اس کے لئے دعا کرایا ہی کرتی ہے۔ دعا کے لئے کہا حضور اقدس ﷺ نے

ان کے مال میں برکت اور اولاد میں برکت کی دعاء فرمائی تھی تو اللہ نے ان کو اولاد بھی بہت دی، مال بھی بہت دیا مال کا ان کے یہ حال تھا کہ ہر ایک کے باغ میں سال بھر میں ایک مرتبہ پھل آتا تھا ان کا باغ تھا اس میں دو مرتبہ پھل آتا تھا ایک درخت اس میں ایسا تھا جس میں ایک ہی دفعہ پھل آتا تھا معلوم ہوا کہ کسی اور کے ہاتھ کا بویا ہوا ہے۔ انھوں نے اس کو اکھاڑ کر اپنے ہاتھ سے بو دیا تو اس پہ بھی دو مرتبہ پھل آنے لگا۔ اولاد کا یہ حال ہے کہ جب حجاج بن یوسف کا تسلط ہوا ہے اقتدار ہوا ہے کہتے ہیں اس وقت تک ایک سوبیس بچے اپنے براہ راست میں نے اپنے ہاتھ سے دفن کیے اتنی اولاد ہوئی زندہ کتنے باقی بچے اولاد ان میں سے کتوں کی ہوئی کہاں تک چلی اس کی کچھ تفصیل نہیں معلوم اور جس وقت انھوں نے کہا اس کے بعد کتنے ہوئے اس کا بھی حال معلوم نہیں۔ بعض سیرت کی کتابوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ طواف کرتے تھے بیت اللہ کا تو ان کے بیٹے پوتے، نواسے ایک مجمع بھر کر سارا مطاف بھر جاتا تھا بیت اللہ کے گردا گرد اس طرح سے طواف کرتے تھے۔

یمنی چادر پسند تھی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛

"كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَلْبِسَهَا الْحِبَرَةَ"

(مشکوۃ: ۳۷۳، ح: ۴۳۰۴)

آپ کو پسند تھی یمنی چادر۔ یمنی چادر حبرۃ کہلاتی تھی اس میں ایک قسم کا رنگ ہوتا تھا۔ اس کی بناوٹ میں دوسری قسم اسکے ساتھ مخلوط ہوتی ہے سرخ رنگ ہے سیاہ اس میں دھاریاں ہیں یا اس کا عکس ہے وہ چادریں حبرہ کہلاتی ہیں۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی سفید خالص چادر ہو تو جلدی میلی ہو جائے خاص کر گرم علاقہ میں جبکہ پسینہ زیادہ آتا ہے اور ایسے علاقہ میں جو ریگستان ہو گرد و غبار اڑتا رہتا ہے جلدی میلا ہو جائے تو جو رنگین ہو وہ میل کو کم قبول کرتا ہے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

"وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ جُبَّةً رُوْمِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ" (متفق علیہ) (مشکوۃ شریف: ۳۷۳، ح: ۴۳۰۵)

یہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ہیں وہ جن کی روایت سب سے پہلے آئی ہے قدوری میں "لما روی المغيرة بن شعبة رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی سباطة قوم فبال وتوضأ ومسح علی ناصيته وخفيه" (مشکوۃ شریف: ۴۳، ح: ۴۶۴)

یہ ہیں بڑے بہادر اور بڑے مدبر اور بڑے قوی حافظہ کے تھے بڑے نڈر تھے حوصلہ سے بات کرنے والے تھے دشمنوں کے یہاں گئے ہیں اور ان کے یہاں کسی سے مرعوب نہیں ہوئے تنہا گئے ہیں ان کے یہاں تو۔

رومی جبہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنا ہے جبہ رومیہ۔ یہ ضروری نہیں کہ اپنے دیش کے بنے ہوئے بُنے ہوئے کپڑے استعمال کرے آدمی جو غیر دیش کے بنے ہوئے ان کا بھی استعمال کرنا ثابت ہے۔ مدینہ طیبہ میں مکہ مکرمہ میں تو یہ کارخانے تھے نہیں، رومیہ تھا روم سے وہ آتے تھے۔ جُبے بنے بنائے سلے سلائے وہاں سے آتے تھے، بکتے تھے، یہ حضرات خریدتے تھے استعمال فرماتے تھے۔ ضيقة الكمين۔ جیسے کہ جبہ بڑا سا ہوتا ہے، کھلا ہوا ضروری نہیں کہ اس کی آستینیں بھی اتنی چوڑی چوڑی ہوں آستینیں معمولی جیسے کرتے کی جو ضیق الکمین ہے یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنا ہے تو وہ جو عامۃً لباس تھا وہ تو تھا ہی اس کے بعد پھر یہ تھا کہ جیسا کچھ اللہ تعالیٰ نے جس وقت عطا فرما دیا اور جو میسر آگیا حق تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر اس کو اختیار فرمالیا۔ (متفق علیہ) دونوں حدیثیں متفق علیہ ہیں۔

001 Khutbat-e-Mahmood J-2f

متفق علیہ حدیث

متفق علیہ وہ حدیثیں کہلاتی ہیں جن پر بخاری ومسلم کا اتفاق ہو صحیحین کا اتفاق ہو کہ انھوں نے بھی اس کو بیان کیا، انھوں نے بھی اس کو بیان کیا اوّل تو کچھ کتابیں ہیں۔ صحاح ستہ کہلاتی ہیں ان صحاح میں سے بھی مطلقاً صحیح بخاری کو کہتے ہیں۔ صحیحین بخاری و مسلم کو کہتے ہیں۔ جس حدیث کی تخریج پر دونوں کا اتفاق ہو جائے وہ اپنی سند کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی شمار کی جاتی ہے۔

جن دو کپڑوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی

"وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَیْنَا عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا كِسَاءً مُلَبَّدًا وَاِزَارًا غَلِيْظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذَيْنِ۔" (متفق علیہ، مشکوۃ شریف: ۳۷۳، ح: ۴۳۰۶)

حضرت ابودردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دکھلایا نکالا کسائے ملبد کو اور ازار غلیظ کو کسائ۔ کملیہ چدریہ، ملبد پیوند لگی ہوئی اور ازار، لنگی غلیظ موٹی کھدر کی، وہ نرم نرم نازک نازک لباس پہننے کے عادی نہیں تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم موٹا کپڑا پہنتے تھے تو دکھلایا اور فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو قبض کیا گیا ہے ان دونوں میں یعنی جس وقت آپ کا آخری وقت تھا اس وقت میں یہ ازار تھی آپکے بدن مبارک پر اور یہ کساء تھی یہ بھی متفق علیہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک

"وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ

001 Khutbat-e-Mahmood J-2f

يَنَامُ عَلَيْهِ ادما حَشْوُهُ لِيْفٌ" (متفق علیہ، مشکوۃ شریف: ۳۷۳، ح: ۴۳۰۷)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فراش فراش کا ترجمہ کرلو بستر جس پر آرام فرماتے تھے بستر کیا تھا۔ الذی ینام علیہ جس پر سویا کرتے تھے یہ چمڑے کا تھا اس کا بھراؤ لیف تھا کھجور کی چھال اسکے اندر بھر دی گئی تھی جس کی وجہ سے وہ نرم ہوگیا۔ لیٹنے میں سہولت رہتی تھی وہ بستر تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ مبارک

"وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ وِسَادَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ يَتكِئُ عَلَيْهِ مِنْ ادُمٍ حَشْوُهُ لِيْفٌ" (رواہ مسلم، مشکوۃ شریف: ۳۷۳، ح: ۴۳۰۸)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ جس پر ٹیک لگاتے تھے وہ بھی چمڑے کا تھا بھراؤ جس کا کھجور کی چھال تھی۔

سر پر رومال استعمال کرنا

"وَعَنْهَا قَالَتْ فَبَيْنَا نَحْنُ يَوْمًا جُلُوْسٌ فِيْ بَيْتِنَا فِيْ حَرِّ الظَّهِيْرَةِ قَالَ قَائِلٌ لِاَبِيْ بكر هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا متقنعا۔ (رواہ البخاری، مشکوۃ شریف: ۳۷۳، ح: ۴۳۰۹)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ہم اپنے گھر میں بیٹھے تھے جو ظہیرہ میں دوپہر کی گرمی میں عرب کے لوگ دوپہر کی گرمی سے بہت بچا کرتے تھے۔ پہلے زمانہ میں سخت ترین گرمی میں نکلتے نہیں تھے گھر سے باہر۔ آپ کے یہاں کے اعتبار سے جب دس بجے یہاں تک کہ چلت پھرت ساری بند ہو جاتی ہے سڑکیں ساری خالی، باہر وہاں کوئی نکلنے والا نہیں، گرمی اتنی شدید ہوتی تھی کہ کوئی کبھی باہر نکلے تو گردن کے پٹھے اکڑ جاتے تھے گرمی سے، اور بخار آجاتا تھا اسی وجہ سے وہ لوگ رومال سر پر ڈالتے ہیں تاکہ گردن کے پٹھوں کی دھوپ

سے حفاظت ہو جائے اور اب تو دن ورات کا ان کے یہاں کوئی فرق رہا نہیں رات میں بھی اسی طرح چلت پھرت ہوتی ہے دن میں بھی دو پہر میں بھی بے تکا سلسلہ چل رہا ہے تو کہتے ہیں کہ گرمی سے بچنے کے لئے لو اور تپش سے حفاظت کے لئے ہم لوگ اپنے گھر میں تھے۔ کہا کہنے والے نے حضرت ابو بکر صدیق سے ہذا رسول اللہ، یہ حضور اقدس ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ مقبلا سامنے کو تشریف لا رہے ہیں۔ متقنعا قناع ڈالے ہوئے اور چہرے کو کپڑے سے ڈھانکے ہوئے گرمی کی شدت سے۔ تشریف لا رہے ہیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضور اقدس ﷺ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تھا۔ حضور اقدس ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ صبح شام دو مرتبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لایا کرتے تھے۔ اس وقت دو پہر کے وقت سخت ترین گرمی میں اور چہرے پر قناع ڈالتے ہوئے تشریف لائے۔ کہنے والے نے کہا حضور اقدس ﷺ تشریف لا رہے ہیں اس مشورہ کے لئے آ رہے تھے کہ مجھے اجازت ہوگئی ہے ہجرت کی، میں جا رہا ہوں۔

گھر میں کتنے بستر ہوں؟

"وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ فِرَاشٌ لِلرَّجُلِ وَفِرَاشٌ لِاِمْرَأَتِهٖ وَالثَّالِثُ لِلضَّيْفِ وَالرَّابِعُ لِلشَّيْطَانِ۔" (رواہ مسلم مشکوۃ شریف: ۳۷۴/۳، ح: ۴۳۱۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا انھیں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک بستر تو خود آدمی کے لئے اور ایک بستر اس کی بیوی کے لئے دو ہوئے اور تیسرا بستر مہمان کے لئے اور اگر اس سے زیادہ کوئی اپنے گھر بستر رکھنا چاہے محض زیب وزینت کے واسطے اپنی شو کے واسطے کہ اتنے بستر میرے یہاں ہیں وہ شیطان کے لئے ہے یعنی ضرورت کے لئے رکھا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، اور عامۃً آدمی کو اپنے لئے

ضرورت ہوتی ہے بیوی کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔

۔۔۔۔۔کیوں صاحب: ان دونوں کیلئے الگ الگ بستر کی کیا ضرورت ہے؟ الگ الگ بھی ضرورت پیش آتی ہے بچہ پیدا ہوگیا ہے۔ایک جگہ سب کا لیٹنا مشکل ہے۔لہذا بیوی اپنے بچہ کو لے کر الگ لیٹ گئی شوہر اپنے بستر پر لیٹ گیا مہمان آیا ایک بستر مہمان کے لئے رکھدیا، اور چوتھا کا ہے کے واسطے وہ شیطان کے واسطے شیطان لیٹے گا آ کر کے یعنی بلا ضرورت زیادہ بستروں کی نمائش کیوجہ سے۔زیب وزینت کے لئے اپنی شان وشوکت کے لئے۔اس کی ممانعت آئی ہے اور اگر کسی کے یہاں زیادہ مہمان ہوں تو یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی بستر ہو جیسے مہمان آئینگے جتنے مہمان آئیں ان کے لئے اتنے ہی بستر رکھنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانا

"وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَنْظُرُ اللهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلٰى مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا"

(متفق علیہ، مشکوۃ شریف: ۳۷۳،ح:۴۳۱۱)

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نظر نہیں فرمائینگے قیامت کے دن اس شخص کی طرف جو اپنی ازار کو کھینچتا ہے اکڑ کیوجہ سے، پہلے یہ تھا کہ جو لوگ ذرا زیادہ رئیس کہلاتے تھے وہ اپنی ازار اتنی نیچی رکھتے تھے کہ گھسٹتی چلتی تھی۔آج کل بھی جیسے کہ پانچہ اتنا کر لیا لوگوں نے کہ گھسٹتا چلتا ہے زمین میں رگڑتا جاتا ہے اس طریقہ سے۔پاجامہ اور ازار دونوں ایک ہی حکم میں ہے تو اس کو منع فرمایا کہ جو شخص اکڑ اور اپنی بڑائی کی خاطر ایسا کرتا ہے یہ زبان سے نہیں کہتا لیکن اپنے لباس سے ظاہر کرتا ہے کہ میں بڑا آدمی ہوں تو اللہ تعالے اس پر نظر شفقت نہیں فرمائیں گے نظر رحمت نہیں فرمائیں گے قیامت میں۔تو جو شخص تکبر کی خاطر ایسا کرتا ہے ایک حدیث میں ہے؛ کہ

"مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فِي النَّارِ" (مشکوۃ شریف: ۳۷۳، ح: ۴۳۱۴)

ٹخنوں سے نیچے جتنا حصہ ہوگا ڈھانکا جائے گا پاجامہ سے لنگی سے دوزخ میں جلے گا ٹخنوں سے اوپر اوپر رہنا چاہیے اصالۃً تو اس میں تکبر ہے اور جو شخص تکبر نہیں کرتا ہے بغیر تکبر کے نیچے کرتا ہے وہ متشبہ بالمتکبرین ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس سے مستثنیٰ ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور میں تو اپنی ازار کو بہتیرے اونچا کرتا ہوں باقی یہ پیٹ ایسا رہے کہ بس اندر کو اترا ہوا ہے ٹھہرتی ہی نہیں پھر نیچے کو کھسک جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان میں سے نہیں ہو اپنی طرف سے کوشش کرتے ہیں بچاؤ کی اور پھر کھسک گیا تو اور چیز ہے لیکن جہاں بچاؤ کی کوشش نہیں کرتے بلکہ قصداً اسے نیچے رکھتے ہیں وہ اس میں داخل ہیں جو تکبر کرتا ہے وہ تکبر کی وجہ سے اور جو تکبر نہیں کرتا وہ تشبہ بالمتکبر کی وجہ سے۔

مگر افسوس کہ اب تو یہ وبا عام ہو رہی ہے اور اہل علم بھی کثرت سے اس میں اور داڑھی کتروانے میں مبتلا ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَه وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَه فَاِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى۔

❑❑❑

....

علم کا مقام

اس بیان میں

☆......ایک مدرسہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر یہ بیان ہوا۔
☆......علم کی فضیلت واہمیت۔
☆......مدرسہ کی ضرورت وفوائد۔
☆......بعض سورتوں کے فضائل۔

....

علم کا مقام

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

"قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ" (سورۃ الزمر:۹)

[آپ کہئے کہ کیا علم والے اور جہل والے برابر ہوتے ہیں۔] (بیان القرآن)

اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کیا برابر ہو سکتے ہیں علم والے اور بے علم۔ جن کو اللہ نے علم عطا فرمایا ہے اور جو بے علم ہیں وہ کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ایسا نہیں ہے۔

عالم اور جاہل کا فرق

جیسا کہ دنیاوی حالات کے اعتبار سے ایک شخص بہت بڑا مالدار ہے اور دوسرا بہت غریب ہے، کیا وہ دونوں برابر ہیں؟ مالدار کے ذریعے سے کتنے غرباء کی امداد ہوتی ہے، کتنے یتیموں کی امداد ہوتی ہے، کتنے مدارس اور مساجد کی امداد ہوتی ہے۔ غریب بے چارہ کیا امداد کر سکتا ہے۔ اس کے پاس تو خود کچھ ہے نہیں۔ ایک صاحب حیثیت عہدہ دار آدمی اور ایک معمولی آدمی کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ نہیں برابر ہو سکتے ہیں۔ ایک بادشاہ اور ایک رعیت کا ہلکا آدمی کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ نہیں اسی طرح ایک علم والا اور بے علم برابر نہیں ہو سکتے۔ ایک شخص علم والا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بڑی دولت والا ہے بڑی دولت

ہے اس کے پاس، جس کے ذریعہ سے وہ دوسروں پر خیرات کرتا ہے، مدد کرتا ہے، کسی کو کپڑے بنا کر دیئے، کسی کو کھانے کے لئے غلہ دے دیا، کسی کو مکان بنا دیا۔ اسی طرح سے ایک شخص علم والا ہے، کسی کو قرآن کریم پڑھاتا ہے، کسی کو حدیث شریف پڑھاتا ہے، کسی کو فقہ پڑھاتا ہے، کسی کو راہ راست پر لگا دیتا ہے، غلطیوں اور معاصی سے روکتا ہے۔ اور ایک شخص ہے کہ کچھ بھی نہیں جانتا، نہ اس کے پاس قرآن ہے، نہ حدیث ہے نہ تفسیر ہے، نہ فقہ ہے، کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ نہیں ہو سکتے۔ بڑا فرق ہے دونوں میں۔ آدمی روشنی میں چلتا ہے اور دیکھتا جاتا ہے کہ کوئی گڈھا تو نہیں ہے۔ کوئی پتھر تو نہیں ہے، کوئی لکڑی، سانپ، کتا تو نہیں ہے جس سے تکلیف ہو جائے، کوئی نجس چیز تو نہیں ہے جس سے پیر خراب ہو جائے، پورے طور سے دیکھ بھال کر چلتا ہے۔ اور ایک شخص ایسا ہے کہ وہ کہیں اندھیرے میں جا رہا ہے، کوئی روشنی اس کے پاس نہیں، اس کا پیر ہو سکتا ہے کہ آگ پر آ جائے، ہو سکتا ہے کہ کتے پر آ جائے اور وہ کاٹ لے۔ ہو سکتا ہے کہ غلیظ پر آ جائے اور غلیظ اس کے بدن پر، کپڑوں پر لگ جائے، یا لکڑی آ جائے ٹکر لگ جائے، تو جو شخص اجنبی راستہ پر چلتا ہے، راستہ دیکھا بھالا نہیں چلتے وقت میں اور اندھیرا ہے، روشنی نہیں، اس شخص کا کیا حال ہوتا ہے اور ایک وہ شخص ہے جو روشنی لے کر چلتا ہے، لالٹین ہاتھ میں لے کر چلتا ہے، چراغ کی روشنی اس کے سامنے ہے، بلب اس کے سامنے روشن ہے، اس روشنی میں وہ سامنے چلتا ہے۔ تو دونوں کے درمیان آسمان و زمین کا فرق ہے۔

مدرسہ کا قیام اور اس کا فائدہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے اس مقام پر مدرسہ قائم کیا۔ یہ تو روشنی آ گئی، اس روشنی کے ذریعہ سے ہر شخص حلال وحرام کو سمجھ سکتا ہے، اللہ کی خوشی اور ناخوشی پرکھ سکتا ہے۔ دنیا و عقبیٰ کے درمیان فرق کو پہچان سکتا ہے، اس روشنی کے ذریعہ روشنی حاصل کرنا سب کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا حضرات! لازم ہے کہ خود بڑے بڑے لوگ بھی روشنی حاصل کریں اور اپنی اولاد کو بھی

روشنی حاصل کرنے کے لئے ترغیب دیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورج روشن کر دیا۔ مدرسہ کیا قائم کر دیا۔ سورج روشن ہوگیا۔ اس کی روشنی میں قرآن پاک کی تلاوت کی جاسکتی ہے، اس کی روشنی میں مسائل سے واقفیت حاصل کی جاسکتی ہے، آدمی رکوع کرنا سیکھے، نماز پڑھنا سجدہ کرنا سیکھے، یہ جانے کہ نماز میں کیا کیا چیز فرض ہے، واجب ہے، کیا سنت ہے، کیا مستحب ہے، کس چیز سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، کس چیز سے مکروہ ہو جاتی ہے، کس چیز سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے؟ یہ ساری چیزیں مدرسہ میں سکھائی جاتی ہیں۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ نے تیئیس (۲۳) سال میں نازل فرمایا وہ قرآن پڑھایا جاتا ہے، ایک ایک حرف بتایا جاتا ہے، اس کا مخرج کیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح سے قرآن پڑھا ہے اور لوگوں کو پڑھایا ہے، بتلایا ہے، سنایا ہے، یہ چیزیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی کس طرح سے گذاری ہے۔ دن میں کیا کرتے تھے، رات کو کیا کرتے تھے، اپنے سے کیا معاملہ تھا، غیروں سے کس طرح کا معاملہ تھا؟ نماز کس طرح پڑھتے، روزہ کس طرح رکھتے، حج کس طرح سے کرتے، جہاد کس طرح سے کرتے؟ یہ ساری چیزیں یہاں اس مدرسہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ اگر یہ روشنی نہ ہو تو کوئی چیز بھی سامنے نہیں۔ دنیا کا رہنے والا انسان اور جنگل کا رہنے والا جانور بے علم ہونے کی حیثیت سے دونوں برابر ہیں۔ حلال وحرام کی تمیز نہیں، نہ جانور کو ہے، نہ اس انسان کو جس نے نہ قرآن پڑھا نہ علم حاصل کیا ہو، نہ علماء کی صحبت اختیار کی۔ اس کی اور جانور کی زندگی میں کیا فرق ہے؟ جانور کے سامنے کھانا اور سونا ہے، اولاد پیدا کرنا ہے اور اس آدمی کے سامنے بھی یہی ہے کہ کھایا پیا اور اولاد پیدا کر دی۔ اس کے سامنے وہ چیز نہیں جس سے وہ اپنے خدا کو پہچان سکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان سکے۔ ان کے متعلق کچھ بتا سکے۔ اگر اس سے کوئی پوچھے کہ بتاؤ تمہارے رسول کیسے تھے؟ غزوہ احد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا معاملہ ہوا؟ بدر میں کیا ہوا؟ کتنے صحابہؓ تھے، کتنے شہید ہوئے تو وہ کچھ نہیں بتا سکتا۔ ہاں اگر علم کی روشنی ہوگی تو علم کی روشنی میں سب کچھ بتا سکتا ہے۔ اگر علم کی روشنی نہ ہو تو نہیں بتا سکتا۔ کہ کون سا جانور حلال ہے اور کونسا حرام ہے۔ نہیں جانتا ہے وہ کس طرح

سے زندگی گذارنی چاہئے، بڑوں کا حق کیا ہے؟ چھوٹے کا کیا حق ہے، باپ کا حق کتنا ہے، اولاد کا حق کتنا ہے؟ شوہر اور بیوی کے حقوق کیا ہیں؟ کچھ نہیں جانتا۔ اگر علم کی روشنی سامنے نہ ہو اس واسطے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان اور فضل و کرم ہے کہ اس بستی میں مدرسہ قائم ہوا۔ اللہ نے اہل علم کو یہاں بھیجا۔ ان حضرات نے یہاں محنت کی اور محنت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ارادوں اور حوصلوں کو بلند فرمائے اور ان کی کوششوں سے اخلاص کے ساتھ زیادہ سے زیادہ روشنی دور تک پہونچائے، ان کو کامیاب فرمائے۔ اپنی خوشی عطا فرمائے۔ جو لوگ یہاں کے اور یہاں کے آس پاس کے ہیں وہ آئیں اور آ کر علم حاصل کریں، روشنی حاصل کریں تا کہ اللہ کی بارگاہ میں قرب حاصل ہو۔ تا کہ حضور اقدس ﷺ کی مبارک زندگی کے طریقے سامنے آئیں، تا کہ معلوم ہو جائے کہ کون سی چیز سنت ہے اور کونسی چیز بدعت ہے، یہ سب برکات مدرسہ کی ہیں۔

سب سے پہلا مدرسہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور جنت میں کوئی چیز اس وقت تک فرض نہیں کی گئی تھی، سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے گویا کہ ایک مدرسہ قائم کیا کہ آدم علیہ السلام اس کے طالب علم تھے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے استاد تھے۔ "وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا" (سورۃ البقرۃ:۳۱) اور علم دے دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم دی اور ملائکہ کے ساتھ امتحان ہوا۔ مقابلہ کا امتحان ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو کامیاب فرمایا۔

دوسرا مدرسہ مسجد نبوی

لہٰذا یہ مدرسہ قائم کرنا ایسی چیز ہے کہ حضور اقدس ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے وہاں حضور اقدس ﷺ نے مسجد بنائی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی

جماعت تھی جو ہر وقت مسجد میں قیام کرتی تھی، ان کے لئے ایک چبوترہ بنا دیا تھا وہ اسی پر رہتے تھے، وہی ان کا دار الاقامہ تھا، وہی دار التدریس تھا، سب کچھ وہی تھی، وہیں آیا کرتے تھے، اور ان کے کھانے کا انتظام کیا تھا کہ انصار کے یہاں باغ تھے تو باغ کے کھجوروں کے گچھے توڑ کر لاتے اور مسجد میں لٹکا لیتے، کسی نے ایک کھجور کھالی، کسی نے دو کھالی، جیسی جس کو رغبت ہوئی۔ بس یہی کھانے کا انتظام تھا۔ وہ حضرات ایسے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو وہ مقبولیت عطا فرمائی کہ بعد میں پیدا ہونے والے قیامت تک خواہ اپنی جگہ کتنے ہی بلند رتبے کے ہوں، لیکن ان حضرات کے رتبے تک وہ نہیں پہنچ سکتے۔

"اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا"

ایک دفعہ حضور اقدس ﷺ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لائے۔ ایک طرف کو دیکھا کہ کچھ لوگ نفلیں پڑھ رہے ہیں، تسبیح پڑھ رہے ہیں، دعا کر رہے ہیں۔ دوسری طرف دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے مسئلہ مسائل کی بات کر رہے ہیں، کچھ پوچھ رہے ہیں، کچھ بتا رہے ہیں، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ دونوں ہی جماعتیں خیر پر ہیں یہ بھی خیر پر ہیں وہ بھی خیر پر ہیں۔ یہ لوگ دعائیں مانگ رہے ہیں، اللہ پاک کی تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ اللہ پاک جو کچھ ان کو عطا فرمائیں گے وہ ان کا کرم ہے اور یہ لوگ علم میں لگے ہوئے ہیں، پڑھ رہے ہیں، پڑھا رہے ہیں، جہالت کو دور کر رہے ہیں اور فرمایا کہ "اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا" (مشکوۃ شریف:۳۶،ح:۲۵۶) میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ حضور اقدس ﷺ اس جماعت میں بیٹھ گئے، جو مسئلہ مسائل کی باتیں کر رہے تھے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کی میراث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد بازار

میں جا کر پکارنے لگے اور آواز دی۔اے لوگو! تم لوگ یہاں خرید و فروخت میں لگے ہوئے ہو، مسجد نبوی ﷺ میں حضور اقدس ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔لوگ دوڑے ہوئے آئے دیکھا وہاں تو کہیں بھی میراث تقسیم نہیں ہو رہی ہے، بلکہ کچھ لوگ بیٹھے مسئلہ مسائل دین کی باتیں کر رہے ہیں۔ پوچھا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہاں حضور اقدس ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔فرمایا بھئی تو ہے۔حضور اقدس ﷺ نے روپیہ پیسہ تھوڑا ہی چھوڑا۔ انھوں نے علم چھوڑا۔(مشکوۃ: ۳۴،ح: ۲۱۲)

اس علم کو جتنے لوگ حاصل کریں گے یہی حضور اقدس ﷺ کی میراث ہے۔ یہ علم میراث انبیاء علیہم السلام ہے۔نبی اکرم ﷺ کی میراث ہے۔اس کو حاصل کرنے والے حضور اقدس ﷺ کے مہمان ہیں۔گویا کہ اللہ نے حضور اقدس ﷺ کے مہمانوں کے واسطے انتظام فرمایا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی میراث یعنی حضور اقدس ﷺ کے علوم ان کو عطا ہوں گے۔مسلمان بہت شاندار حیثیت کے مالک ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو خلوص دے۔اگر وہ مسلمان ہوں وہی حیثیت ان کے اندر ہو جس کا آج سے چودہ سو سال پہلے قرآن پاک میں ایک اعلان کیا گیا۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ (سورۃ التوبۃ: ۲۳)

اور اگر تم لوگ کچھ خلجان میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ہے اپنے بندہ خاص پر تو اچھا پھر بنالاؤ ایک محدود ٹکڑا جو اس کا ہم پلّہ ہو اور بلالو اپنے حمایتیوں کو جو خدا سے الگ ہیں اگر تم سچے ہو (بیان القرآن)

قرآن پاک کی نصیحت

قرآن پاک یہ اللہ کی کتاب ہے اگر تم کو اس میں کوئی شک ہو تو اس جیسی سورت کو

بنالاؤ۔ساری دنیا مل کر ایک سورت نہیں بنا سکتی تو دیکھا کہ قرآن پاک کا یہ اعلان چودہ سو سال سے پہلے تھا، آج بھی یہ اعلان موجود ہے۔ہمارا ایک حافظ کھڑا ہو کر کہہ سکتا ہے کہ اس جیسی قرآن پاک کی سورت کوئی نہیں لا سکتا۔یہ فخر مسلمانوں کو حاصل ہے کہ اللہ نے یہ کتاب اس کے پیغمبر ﷺ پر نازل فرمائی۔اس کتاب کو وہ پڑھتا ہے، حفظ کرتا ہے، نماز میں پڑھتا ہے، خارج میں پڑھتا ہے۔حدیث شریف میں آتا ہے جہاں کوئی شخص قرآن شریف کو پڑھتا ہے ملائکہ گھومتے رہتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ جس جگہ قرآن کو پڑھا جائے دوسرے ملائکہ کو اشارے سے آواز دیتے ہیں۔بلاتے ہیں میاں آجاؤ۔ہماری جگہ یہاں ہے۔

ملائکہ تلاوت نہیں کر سکتے

یہ قرآن ایسی دولت ہے کہ ملائکہ کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ جب دل چاہے پڑھ لیں۔ جن ملائکہ کو وحی لانے پر مقرر کیا گیا تھا ان کے لئے وہ بات تھی کہ وحی لا کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا کر چلے گئے لیکن جب ان کا دل چاہے جبھی قرآن شریف پڑھ لے یہ بات ان کو حاصل نہیں۔یہ بات صرف مسلمانوں کو حاصل ہے کہ جب اس کا جی چاہے قرآن شریف کی تلاوت کرلے۔یہ قرآن پاک کی تلاوت ایسی دولت ہے کہ ملائکہ اس سے محروم ہیں۔یہ شرف مسلمانوں کو حاصل ہوا۔حضور اقدس ﷺ کی امت کو حاصل ہے۔قرآن پاک ایسی دولت ایسی برکت کی چیز۔حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص ایک حرف قرآن شریف کا پڑھتا ہے اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔

"قل هو الله احد الخ" کی فضیلت

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ قل هو الله احد پڑھتا ہے تو اس کو ایک تہائی قرآن کا ثواب ملتا ہے۔

....

الحمد شریف کی فضیلت

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ الحمد شریف پڑھتا ہے اس کو دو تہائی قرآن پاک کا ثواب ملتا ہے۔

یٰسین شریف کی فضیلت

ایک حدیث میں آتا ہے جو شخص ایک مرتبہ سوری یٰسین شریف کو پڑھتا ہے اس کو دس قرآن کا ثواب ملتا ہے۔ اتنی بڑی نعمت، اتنی بڑی دولت مسلمانوں کے لئے ہے۔

قرآن پاک کے علاوہ کوئی آسمانی کتاب محفوظ نہیں

یہی وجہ ہے کہ پچھلی امتوں کے لئے جو کتابیں اتری تھیں وہ کتابیں ختم ہوگئیں نہ آج تورات اپنی اصلی حالت پر موجود ہے، نہ انجیل موجود ہے، نہ زبور موجود، کوئی کتاب اپنی حالت پر نہیں، اس میں گڑبڑ ہوگئی۔ نہ ان میں کہیں کوئی حافظ موجود، نہ ان کی کوئی تعبیر وتشریح موجود۔ البتہ قرآن پاک آج موجود ہے جیسے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا اسی طرح آج بھی موجود ہے۔ ایک ایک حرف محفوظ ہے۔ ایک ایک لفظ محفوظ ہے۔ ایک ایک سورت محفوظ ہے، پڑھتے ہیں یاد رکھتے ہیں، پڑھاتے ہیں ایک دوسرے کو اور اپنی زندگیوں کو منور کرتے ہیں۔

حفاظ کے لئے مبارکباد

اس واسطے قابل مبارک باد ہیں وہ لوگ جنھوں نے قرآن پاک کو حفظ کیا۔ معلوم ہوا کہ یہاں بھی چند بچوں نے حفظ کیا اور چند بچیوں نے حفظ کیا۔ بچیاں بھی حفظ کریں تو ماشاء اللہ کیا

کہنے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے سینے کو قرآن کریم کے نور سے منور فرمائے، ان کی زبان کو بھی منور فرمائے، ان کو بھی توفیق دے پڑھنے کی، پڑھانے، سننے کی سنانے کی، مردوں کو بھی توفیق عطا فرمائے۔

شکر ادا کرنا واجب ہے

اس لئے حق تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرنا واجب ہے اور شکر ادا کرنے کی صورت یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ اس مدرسے کی خدمت کی جائے، بچے زیادہ سے زیادہ داخل کئے جائیں پڑھنے کیلئے اور ان کو تنبیہ کی جائے کہ جب وہ یہاں سے پڑھ کر اپنے گھر، مکان پر جاویں تو ماں باپ ان سے سنا کریں، پوچھ لیں کہ کیا پڑھ کر آئے۔ کتنا سبق لیا، کل کتنا پڑھا تھا۔ تاکہ بچے پر اثر ہو اور ماں باپ بھی اس سے متاثر ہوں اور جن کے اولاد موجود نہیں وہ دوسرے اپنے عزیزوں کی اولاد کو داخل کرانے کی کوشش کریں۔ اگر ایسی بھی صورت نہ ہو تو جہاں تک ہو سکے دعائے خیر کر لیا کریں، دوسروں کو نصیحت کریں، دوسرے کو ترغیب دیں۔

بڑی عمر میں حفظ کرنا

اور دیکھو بڑی عمر کے ہو جانے کی وجہ سے یوں نہیں سمجھنا چاہئے کہ اب ہماری عمر پڑھنے کی نہیں رہی۔ حضور اقدس ﷺ کی عمر مبارک چالیس برس کی تھی جب ان پر قرآن نازل ہونا شروع ہوا اور اکثر صحابہ کرام کی عمر بڑی بڑی تھی، تو اکثر صحابہ کرام نے بڑی عمر میں یاد کیا قرآن پاک۔ بڑی عمر میں پڑھا۔

سورۂ بقرہ کی خوشی میں اونٹ ذبح کیا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب سورۂ بقرہ حفظ کی۔ سورۂ بقرہ حفظ ہوئی ایک سورت،

تو خوشی میں انھوں نے ایک اونٹ ذبح کیا اور اس کا گوشت اپنے عزیزوں، غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کیا۔ اس خوشی میں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سورت مجھے عطا فرمادی، آج آپ کے یہاں پورا قرآن موجود ہے۔ لہٰذا زیادہ سے زیادہ اس کی قدردانی کی ضرورت ہے۔

مسلمانوں کے لئے بڑی سعادت ہے

یاد رکھو مسلمان کیلئے بہت بڑی سعادت کی چیز ہے۔ مختصر یہی ہے کہ اس کے پاس علم نبوت موجود ہے۔ اگر اس کے پاس مال و دولت ہے سارا مال موجود ہو تو کوئی حیثیت نہیں اس کی۔ اگر باغ ہو کھیت ہو، مکان ہو کوئی حیثیت اس کی نہیں۔ مسلمان کیلئے تو جو حیثیت ہے وہ تو اللہ کے دین کی حیثیت ہے حضور اقدس ﷺ کے علم کی حیثیت ہے اور اللہ نے خود قرآن پاک نازل فرمایا۔ اسکی حیثیت ہے۔ جس قدر یہ چیز بھی مسلمان کے پاس زیادہ ہوگی اسی قدر وہ سعادت مند اور اونچے درجے کا مقبول ہوگا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

❑❑❑

002 Khutbat-e-Mahmood J-2f

دعوت و تبلیغ کی اہمیت

اس بیان میں

☆......جنوبی افریقہ میں ایک تبلیغی اجتماع میں یہ بیان ہوا۔

☆......دعوت و تبلیغ کی اہمیت۔

☆......امت کی ذمہ داری۔

☆......حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانیاں۔

☆......مرکز نظام الدین دہلی سے کام کی ابتداء۔

☆......کام کرنے والوں کو ہدایات۔

....

002 Khutbat-e-Mahmood J-2f

دعوت و تبلیغ کی اہمیت

بتاریخ ۲/ ذوالقعدہ ۱۴۱۲ھ بروز پیر بمقام خانقاہ محمودیہ،
ریٹ مینٹین، پامریج ٹرانسوال، ساؤتھ افریقہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ۔ (سورۂ آل عمران:۱۱۰)

[(مسلمانو!) تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کیلئے وجود میں لائی گئی ہے، تم نیکی کی تلقین کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔] (آسان ترجمہ)

اللہ جلّ جلالہٗ عَمَّ نَوالہٗ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ ایک بہترین امت ہو۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کو خطاب ہے۔ تم بہترین امت ہو۔ سب سے اعلیٰ درجہ کی امت ہو۔ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ جو لوگوں کے لئے بنائی گئی۔ یہ امت تمام مخلوق کی ہدایت کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنائی بھیجی۔ عادۃ اللہ اس طرح جاری رہی ہے کہ جب کسی قوم پر حق تعالیٰ نے مہربانی فرمائی تو اس قوم کی ہدایت کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی بھیجا۔ یہ حق تعالیٰ کی بہت بڑی مہربانی اور رحمت کی نشانی ہے کہ وہ اس قوم میں ہدایت کے لئے اپنے کسی پیغمبر کو کسی نبی کو بھیجتے ہیں، مہربانی کی خاص نشانی یہی ہے کہ سب سے زیادہ مہربانی اس امت پر ہوتی ہے۔ اور اس امت کے لئے ایسی نبی کو بھیجا جو اخیر تک کے لئے کافی ہے، ساری نسلوں کے لئے اس کی ہدایت کافی ہے، اس کی نبوت کبھی پرانی نہیں ہوگی، اس کا لایا ہوا دین کبھی بوسیدہ نہیں ہوگا بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کی ہدایت کافی ہوگی۔ اس کے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

اس امت کی ذمہ داری

یہاں غور کرنے کی ضرورت ہے کہ جب یہ امت سب سے زیادہ بہتر امت ہے، سب سے اعلیٰ درجہ کی امت ہے، اللہ کی مہربانیوں کی سب سے زیادہ مستحق ہے یہ امت۔ تو اس امت پر بہت ساری ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ جوں جوں زمانہ گذرتا جاتا نبیوں کی کثرت ہوتی مگر اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ مہربانی فرمائی اس امت پر۔ اور مہربانی کی نشانی دی یعنی نبیؐ کو بھیجا اور اس کا دروازہ بند کر دیا۔ کیا بات ہے۔ بات یہی ہے کہ جو کام انبیاء علیہم السلام کرتے تھے وہ کام اب اس امت سے لینا ہے۔ نبیؐ ہونے بند ہو گئے۔ نبیؐ نے اپنا کام امت کے سپرد کر دیا۔ امت کو تاکید کر دی کہ تم اس کام کو انجام دیتے رہو قیامت تک۔ یہی مہربانی کی نشانی ہے۔ جس قدر حضرت نبی اکرم ﷺ کا کام زیادہ سے زیادہ دنیا میں پھیلے گا زیادہ سے زیادہ لوگ اپنے آپ کو وقف کر دیں گے۔ اسی قدر اللہ کی رحمتیں زیادہ ہوں گی۔ اور

جس قدر اس کام میں کمی ہوگی اسی قدر حق تعالیٰ شانہ کی رحمتوں میں کمی ہوگی۔ اگر کام کی مخالفت ہوگی تو حق تعالیٰ شانہ کا غضب نازل ہوگا۔ یہ طریقہ اس امت کے لئے بہت صاف صاف اور سیدھا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانیاں

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین سیکھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دین عطا فرمایا۔ قلوب کے اندر بٹھایا۔ جمایا۔ اعمال کرائے۔ تمام زندگی میں دین کو جاری کیا اور پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خوب سمجھتے رہے، عقائد پختہ ہو گئے، اعمال درست ہو گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اعتماد کیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بہت بڑی تعداد اللہ کے دین کے پھیلانے کی خاطر چلی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شاید آج کے بعد میں تمہارے ساتھ جمع نہ ہوسکوں۔ یعنی اتنا بڑا اجتماع پھر نہ ہوسکے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انتظار میں تھے کہ اللہ کے پاس جانے کا وقت کب آتا ہے۔ آپ کے اس دنیا سے رخصت ہونے کا وقت کب آتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ آج کے بعد میں شاید تمہارے ساتھ جمع نہ ہوسکوں۔ ایسا اتفاق نہ ہوسکے۔ جب اللہ تعالیٰ تم سے پوچھیں گے کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے احکام کی تبلیغ کی؟ تو کیا جواب دو گے۔ تم کیا جواب دو گے؟ کیا تبلیغ کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے؟ سب نے کہا جی ہاں! ہم سب کہیں گے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کی۔ پچھلی امتوں کا حال قرآن پاک میں مذکور ہے۔ ان کے سامنے پوچھا گیا تو سب نے کہا؛

مَاجَاءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ۔

ہمارے پاس نہ تو کوئی خوشخبری سنانے والا آیا اور نہ کوئی ڈرانے والا آیا۔ اس امت کے متعلق یہ ہے اس امت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ لیا کہ ہم نے تبلیغ کی؟ تو سب نے

کہاہاں کی۔آپ نے فرمایا:

اللّٰھُمَّ اشْھَدْ اللّٰھُمَّ اَشْھَدْ۔ (مشکوٰۃ شریف:۲۶۵۹)

اے اللہ! تو گواہ رہ۔اے اللہ تو گواہ رہ میں نے تبلیغ کردی ہے۔کوئی چیز دین کی چھپائی نہیں جو بھی چیز مجھ پر نازل ہوئی وہ میں نے بتلادی۔کوئی چیز اپنی جانب سے بڑھائی نہیں کہ جو نازل نہ ہوئی وہ کہدی بلکہ پورا پورا ٹھیک ٹھیک نکھرا ہوا خالص دین جو آسمان سے نازل ہوا وہ میں نے پہونچادیا۔احادیث میں اس کی تشریحات بڑی تفصیل سے کردی۔پھر حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا؛

اَلَا فَلْیبلغ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ۔

خبردار رہو جو حاضرین ہیں اب وہ غائبین کو پہونچاتے رہیں۔جن لوگوں نے براہِ راست دین کو مجھ سے سیکھ لیا ہے ان لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ اس دین کو لیکر جائیں،جہاں تک پہونچا سکیں پہونچائیں۔آخیر میں نبی اکرم ﷺ نے یہ ذمہ داری اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ڈالی۔جب اس امت کو خیر امت کہا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کے کام خیر ہی کے ہوں گے، اس کا مقصد خیر ہی ہوگا۔اس سے خیر ہی کی صورتیں حاصل ہوں گی تبھی تو اس کو خیر کہا گیا ہے۔وہ خیر کیا ہے؟ وہ خیر یہی ہے جس کو آگے فرمایا گیا:

"أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" [سورۂ آل عمران]

اللہ کی معروف چیزوں کا یہ امت حکم دے اور اللہ کی نافرمانیوں سے روکے۔یہ خیر کا کام ہے۔حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کام ہے؟ کس چیز کا حکم کرتے ہیں؟ جو چیزیں اللہ کی مرضی کے مطابق ہیں ان کو پھیلائیں۔جو چیزیں اللہ کی مرضی کے خلاف ہیں ان سے روکیں۔یہی ہے دین کا کام۔یہی بات اس امت کے لئے تجویز کی گئی۔اور اس امت کے پاس وحی نہیں آتی نہ یہ رسول ہے،البتہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذمہ داری اس امت کے سپرد کی ہے کہ کام تمہارے ذمہ ہے۔تیئیس سال کی مبارک زندگی میں اللہ کے احکام جس طرح

سے نازل ہوئے لوگوں کو بتایا، سکھایا، عمل کرایا اور ان کے دلوں کے اندر راسخ کردیا۔ یہ امانت ہے۔ اس امانت کو جہاں تک ہو سکے پھیلاتے جاؤ۔ یہ کام حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کو سپرد فرمایا۔

اس امت کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست

پچھلی امت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ پاک سے عرض کیا کہ اے اللہ تیری کتاب میں ایک امت کا ذکر ہے کہ اس پر جب مصیبت آئے گی تو اس پر صبر کریگی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ پڑھے گی۔ جب اس کو کوئی راحت پہونچے گی تو وہ شکر کرے گی، اللہ تعالیٰ کے انعامات کا احسان مانے گی۔ میری درخواست یہ ہے کہ وہ امت مجھے دیدی جائے۔ وہاں سے حکم ہوا کہ نہیں وہ امت نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی امت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا آپ کی کتاب میں ایک امت کا تذکرہ ہے۔ مالِ غنیمت اس کے لئے حلال ہوگا۔ ایک ایک نیکی کرنے پر دس نیکیوں کا اسکو اجر ملے گا۔ اور بہت ساری صفات گنوائیں، ایسی ہوگی، ایسی ہوگی، ایسی ہوگی۔ میری درخواست ہے کہ وہ امت مجھے دیدی جائے۔ ہر بات کے جواب میں یہی ارشاد ہوا کہ یہ امت نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ اے پاک پروردگار اگر وہ امت ہے مجھے نہیں دینی ہے تو مجھے ہی اس امت میں داخل کردے۔ یہ امت ایسی ہے کہ پچھلے پیغمبروں نے یہ درخواست کی اللہ تعالیٰ سے کہ ہم کو اس امت میں داخل کردیجئے۔ امتی بنادیجئے حضور اقدس ﷺ کا۔ اس واسطے اس امت کو قدر کرنے کی ضرورت ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کا مقام کتنا بلند فرمایا۔ قدر کے معنیٰ بگڑنے کے نہیں ہیں، تکبر کرنے اور برائی کرنے کے نہیں ہیں، بلکہ حق تعالیٰ کے احسانات کو پہچاننے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے انعامات عطا فرمائے ہیں۔ ان انعامات کے بدلے میں کیا کچھ کرنا چاہئے۔

....

حضرت نبی کریم ﷺ کی شکر گذاری

روایات میں آتا ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ رات میں اتنی لمبی لمبی نماز پڑھتے تھے کہ کھڑے کھڑے پیروں پر ورم آجاتا۔عرض کیا گیا کہ آپ اتنی مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں، آپ تو بخشے بخشائے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں آپ کی کسی قسم کی بھی پکڑ نہیں ہے۔آپ کیوں اتنی مشقت برداشت کرتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْداً شَکُوْراً"

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنے انعامات فرمائے کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ جتنا اس کا انعام زیادہ ہوتا ہے اسی قدر شکر لازم ہوتا چلا جاتا ہے۔جتنی قدر پہچان لے آدمی اتنی ہی زیادہ محنت برداشت کرتا ہے اس کے احسانات کے سامنے کچھ جاتا ہے۔سمجھتا ہے کہ میری جان کی کوئی حیثیت نہیں، اعضاء کی کوئی حیثیت نہیں، میرے حال کی کوئی حیثیت نہیں، میری عزت کی کوئی حیثیت نہیں، اس کے احسانات کے سامنے وہ سب چیزیں اس پر قربان ہیں۔اس لئے حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے "اَلَا فَلْیُبَلِّغُ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ" جو لوگ حاضر ہیں جنھوں نے مجھ سے براہ راست دین سیکھا ہے اب وہ اس کو غائبین تک پہونچائیں۔تو روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑی جماعت اسی وقت وہاں سے نکل گئی اور وہاں سے نکل کر عالم میں گئی۔اور جو صحابی جتنی دور تک پہونچ سکے ظاہر ہے کہ اس زمانے میں سفر کی وہ سہولتیں نہیں تھیں جو آج کل ہیں۔موٹر کار وغیرہ۔وہ حضرات پیدل چلتے تھے، گھوڑے پر چلتے تھے، اونٹ پر چلتے تھے۔یہ عامۃً ان کے اسباب سفر تھے۔ذرائع تھے مسافت طے کرنے کے۔اسی حالت میں وہ گئے اور ایسے ایسے مقامات طے کئے جن میں ہفتوں لگ جاتے تھے پانی پر۔جگہ جگہ ہوٹل کھلے ہوئے نہیں تھے، جگہ کی فراغت نہیں

تھی بلکہ بڑی پریشانیاں ہوتی تھیں۔ بہت سی پریشانیوں کو برداشت کیا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا شوق جہاد

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ ایک لشکر جہاد کے لئے جارہا ہے۔ان کی طبیعت خراب تھی، آثارِ موت ظاہر تھے، درخواست کی کہ مجھ کو ساتھ لے چلو اور راستہ میں انتقال ہو جائے تو جہاں مجاہدین کی آخری منزل ہو ان کے قدموں کے نیچے مجھ کو دفن کر دینا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، راستہ میں ان کا انتقال ہو گیا۔

اور ان کے ساتھی لشکر والے ان کو اور ان کے سامان کو ساتھ لئے جارہے تھے جنازہ بھی لئے جارہے تھے۔حتیٰ کہ ترکستان میں پہونچ کر قسطنطنیہ کے قلعہ کے نیچے ان کو جاکے دفن کیا۔ اپنے وطن اور ملک سے جس قدر دور چلے دین حق کی خاطر اسی قدر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ بنے۔ابھی موجود ہے ان کی قبر۔جس وقت جنگ ہوئی ہے۔غازی صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی دشمنی میں عیسائیوں نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر پر غلاظت ڈالی۔اس کی اطلاع دی گئی سلطان صلاح الدین ایوبی کو۔انھوں نے کہلا بھیجا۔یاد رکھو جتنے گرجا گھر موجود ہیں سب کو غلاظت سے بھر دوں گا۔کیا حال تھا وہاں۔دین کی خاطر مرنے کے بعد بھی یہ پسند نہیں کیا کہ وہیں دفن ہو جائیں۔بلکہ اخیر تک لے جایا جائے۔مشائخ نے لکھا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے جنازہ کی برکت سے مسافت کو بہت جلد طے کرا دی۔لڑائی میں فتح ہوئی۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس جنازہ کی برکت سے فتح کرایا قسطنطنیہ۔اور معلوم ہوتا ہے ماضی کی کتابوں میں دیکھنے سے جو حضرات وہاں سے نکلے تھے دین کے لئے۔ایک چلہ تین چلے کے لئے نہیں نکلے زندگی بھر کے لئے نکلے۔لوٹنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔اپنے مکان نہیں لوٹ کر آئے۔چلے گئے خدا کے راستے میں۔کیونکہ ان کا مقصود یہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین سکھلایا اس کو جہاں تک ہو سکے پہونچائیں، اپنی استطاعت کے مطابق پہونچائیں۔

سو آدمیوں کے قاتل کی توبہ

احادیث میں ایک شخص کا واقعہ آتا ہے پچھلی امتوں کا واقعہ ہے، بہت گنہگار تھا۔ ننیانوے لوگوں کا قاتل تھا، اپنے ایک مقتدیٰ کے پاس گیا۔ پوچھا کہ بھئی میں نے اتنے گناہ کئے ہیں کوئی شکل توبہ کی ان گناہوں سے۔ اس نے کہہ دیا تو تو جہنمی ہے۔ تیرے لئے توبہ کی کیا صورت۔ اس کو اٹھا کر لے گیا پکڑ کر جہاں بہت ساروں کو قتل کیا اس کو بھی قتل کر دیا۔ دوسرے کے پاس گیا، انھوں نے کہا فلاں بستی ایسی ہے کہ جہاں ایک بزرگ رہتے ہیں وہاں چلا جا۔ وہاں جانے سے تیری توبہ قبول ہوجائے گی۔ یہ چلا کچھ دور چلا تھا۔ راستے میں چلتے ہوئے موت آگئی، گرا، گر کر انتقال ہوگیا لیکن گرنے کے بعد تھوڑا سا اور کھسک گیا اس لئے کہ جس طرف کو جاتا ہے۔ کارِ خیر کے لئے جار ہا ہے، توبہ کرنے کے لئے جار ہا ہے، گناہوں کو بخشوانے کے لئے جار ہا ہے۔ جتنا ایک قدم دو قدم ایک بالشت دو بالشت جتنا بھی ہوسکے آگے بڑھ جائے۔ اس کا تو انتقال ہوگیا۔ ملائکہ رحمت بھی آئے، ملائکہ عذاب بھی آئے، ملائکہ عذاب کہتے تھے کہ یہ گنہگار ہے، اتنے آدمیوں کا قاتل ہے، توبہ اس نے کی نہیں، لہٰذا یہ جہنمی ہے۔ ملائکہ رحمت کہتے تھے کہ ہاں گنہگار ہے، اتنے آدمیوں کا قاتل ہے لیکن توبہ کے لئے گیا تھا، گناہ بخشوانے کی نیت سے جار ہا تھا نیت اس کی صحیح تھی۔ معاملہ پیش ہوا دونوں گروہ کا خدا کے دربار میں۔ وہاں سے حکم ہوا کہ اچھی بات ہے پیمائش کرلو۔ جس بستی سے چلا ہے وہ بستی اس کی موت کے وقت نزدیک ہے، یا وہ جس بستی کی طرف جار ہا ہے اس سے قریب پہونچ چکا ہے۔ ابھی تو آدھی مسافت بھی طے نہیں کی تھی۔ اس لئے ناپا گیا۔ زمین تو صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم کیا ایک طرف کی زمین سکڑ گئی ایک طرف کی پھیل گئی۔ چنانچہ وہ آدھے سے زیادہ پہونچ چکا تھا۔ یعنی وہ بستی قریب ہوگئی جہاں جار ہا تھا توبہ کے لئے۔ ملائکہ رحمت لے گئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں بندہ کے ارادہ کی، اس کی نیت کی اتنی قدر ہے کہ

002 Khutbat-e-Mahmood J-2f

کارِ خیر کے واسطے نیت کر کے آدمی چلتا ہے، اللہ تبارک تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے۔ تو جس کام کے واسطے نیت کر کے آدمی چلتا ہے اللہ تبارک تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے تو جس کام کے واسطے اس امت کو پیدا کیا گیا ہے اور جس کی وجہ سے اس امت کو پیدا کیا گیا ہے وہ کام یقیناً تمام کاموں سے زیادہ خیر ہے اور وہ یہی ہے تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْف۔ معروف وہ چیز ہے جو حضرت نبی اکرم ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ میں عام طور پر دین کی بات سمجھی جاتی تھی۔ اچھی بات سمجھی جاتی تھی وہ معروف ہے۔

معروف اور منکر

منکر وہ چیز ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ میں عام طور پر اچھی بات نہیں سمجھی جاتی تھی۔ یا انہیں میں سے بعضے اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ بعد کے لوگ اس کو اچھا سمجھنے لگے اس کو منکر کہیں گے۔

معروف وہ چیز ہے جس کو اللہ کے رسول ﷺ نے اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے اور تابعین رحمہم اللہ نے اچھا سمجھا ہو، دین کی بات سمجھا ہو، ثواب کی چیز سمجھا ہو اس کو معروف کہیں گے۔

اور منکر وہ چیز ہے جس کو ان حضرات نے ثواب کا کام نہیں سمجھا، دین کا کام نہیں سمجھا۔

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ۔ تم لوگ نکالے گئے ہو کاہے کے واسطے تمام امت کے لئے، اس واسطے کہ معروف کا امر کرو اور منکر سے نہی کرو۔ اللہ کی پسندیدہ چیز اور اللہ کے رسول ﷺ کی پسندیدہ چیزوں کو پھیلاؤ دنیا میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس پر آمادہ کرو۔ ابھارو۔ اس واسطے کہ جس شخص کو بھی حق تعالیٰ نے ایمان دیا، اس ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے اندر خیر کا داعیہ ہے مگر ماحول اور ناواقفیت کی وجہ سے اس خیر کی طرف متوجہ نہیں ہوتا آدمی۔ اس ایمان کو پھیلانے کی ضرورت ہے، ابھارنے کی ضرورت ہے۔

....

مومن کی مثال

اس کی مثال ایسی ہے کہ آگ ہوتی ہے، اس کے اوپر راکھ پڑی ہوئی ہے لیکن راکھ کی وجہ سے آگ بھڑکتی نہیں، اس سے کوئی کام نہیں لیا جاتا۔ آہستہ آہستہ اس راکھ کو ہٹایا جائے پھر آگ کی حرارت بھڑکے گی اور اس سے کام لیا جائے گا۔ اسی طریقہ سے محبت کی آگ ہے ہر مومن کے دل میں، دین کی محبت ہر مومن کے دل میں ہے لیکن علم نہیں ماحول نہیں۔ زندگی غلط طریقہ پر ہے۔ پس ماحول کی خرابی کی وجہ سے زندگی نہیں بدلتی، یہ ایسے ہی ہے جیسے آگ کے اوپر راکھ پڑی ہوئی ہے۔ آہستہ آہستہ اس راکھ کو ہٹایا جائے، بے دینی کو ہٹا کر علم کی روشنی سامنے لائی جائے۔ ماحول کی خرابی کو ہٹایا جائے۔ تب چنگاری بھڑکے گی۔

ایک شیر کے بچے کی مثال

ایک شخص جنگل میں رہتا ہے، بھیڑ بکری پالتا ہے۔ کہیں اس کو شیر کا بچہ مل گیا وہ شیر کے بچہ کو لے آیا۔ بکری کا دودھ پلاتا رہا۔ یہ بچہ پلتا رہا حتیٰ کہ خوب بڑا ہوگیا۔ اور اس کی حالت ایسی ہوگئی جیسی بھیڑ بکریوں کی۔ ایک مرتبہ بھیڑ بکری گئیں کسی جگہ پر پانی پینے کے لئے۔ اس پانی میں سب کو اپنی اپنی صورتیں نظر آرہی تھیں۔ یہ شیر کا بچہ بھی تھا۔ اسے تعجب ہوا کہ پانی میں سب کی صورتیں تو اور طرح کی ہیں میری صورت اور طرح کی ہے یہ کیا بات ہے۔ حالانکہ میں انھیں میں رہتا ہوں۔ معلوم ہوا ہے اس کے اندر یہ جاننے کی طاقت ہے اس کو اپنی طاقت کا احساس ہوگیا۔ سمجھ گیا کہ میں تو دوسری قسم کا ہوں۔ شیر نے بکری کو مار ڈالا۔ سمجھ گیا یکدم۔ اس کو ماحول کی وجہ سے اپنی طاقت کا احساس نہیں تھا۔ جو شیر بھیڑ اور بکری میں سے نکل نہیں پاتا ہے اس کو اپنی طاقت کا کیا احساس؟ سمجھتا ہے کہ بھیڑ بکری ہے لیکن اگر اس کی صورت اس کے سامنے کردی جائے آئینہ کے ذریعہ تو معلوم ہوگا کہ بھیڑ بکری کے علاوہ اس کی صورت ہے۔

اس آئینہ کے ذریعہ اس کو موقع مل گیا اپنی حالت پر غور کرنے کا۔ غور کرنے کا موقعہ مل گیا تو اس کی صفات اس پر ظاہر ہوں گی اور سمجھے گا وہ الگ ہے بھیڑ بکری سے۔ یہی حال ہے اس مسلمان کا کہ اللہ نے جس کو ایمان کی دولت سے نوازا ہے وہ شیر کے بچہ کے مانند ہے لیکن ماحول ایسا ہے جیسا کہ بھیڑ بکری کا ماحول ہے۔ یہ شیر کا بچہ ہے جو بھیڑ بکری میں پل رہا ہے جس طرح سے بھیڑ بکری کے ساتھ چلتا پھرتا ہے کماتا کھاتا ہے، اسی طریقہ سے یہ مسلمان بھی ہے۔ اس واسطے ضرورت ہے کہ اس کے سامنے اس کی تصویر پیش کی جائے، اسے بتلایا جائے کہ تم اس قسم کے نہیں تمہاری صورت دوسری ہے تو پھر اس کے جوہر دیکھئے۔ یہ مسلمان رہتا ہے ایسے لوگوں میں جن کے سامنے زندگی کا مقصد پیٹ کے سوا کچھ نہیں، یہی پیٹ ہے، اسی مادی جسم کی خاطر کھانا، پینا، پہننا، اوڑھنا یہی سب کچھ ہے۔

روح کی اصلاح کی ضرورت

غور کیا جائے تو سب اسی مادی دنیا کے واسطے، اسی گلنے سڑنے والے جسم کے واسطے، اسی کیلئے اچھے سے اچھا کپڑا بناتا ہے، اسی جسم کے واسطے اچھے سے اچھا کھانا اور غذا اتیار کرتا ہے، اچھے سے اچھا مکان بناتا ہے، اچھے سے اچھا عہدہ اختیار کرتا ہے، مگر ان سب چیزوں کا مقصد یہی جسم اور مادی دنیا ہے۔ حالانکہ یہ جسم کچھ دنوں میں ختم ہو جائیگا۔ کچھ دنوں میں مر جائیگا اس کو لے جا کر قبر میں ڈال دیا جائیگا، پھولے گا، پھٹے گا، وہاں کے جانور اس کو کھالیں گے۔ کوئی حیثیت اسکی باقی نہیں رہ جائیگی لیکن ساری زندگی کا داؤ پیچ اس کے پیچھے اسی جسم کی خاطر ہے، اسی مادہ کی خاطر ہے۔ تو ضرورت ہے کہ یہ ماحول درست کیا جائے، اسکو بتلایا جائے کہ تو اس کام کیلئے نہیں پیدا کیا گیا۔

جسم اور روح کی مثال

اللہ تبارک وتعالیٰ نے خالص جسم نہیں پیدا فرمایا بلکہ جسم کے ساتھ ایک اور دوسری چیز

بھی اس جسم کے اندر رکھی ہے ۔ یہ جسم پر لباس ہے، کرتا ہے کرتا آدمی اتار کر پھینک دیتا ہے ۔ اصل چیز تو اندر کی چیز ہے ۔ اسی طریقہ پر روح کے واسطے یہ جسم تو کرتا ہے ۔ روح اس کرتے کو اتار کر یہیں پھینک دیتی ہے اور خود کہیں اور چلی جاتی ہے ۔ اصل راحت آخرت میں ہے ۔ راحت حاصل کرنے والی، تکلیف کو برداشت کرنے والی چیز تو آخرت میں روح ہے ۔ اس روح کی تیاری کے لئے، اس روح کی درستگی کے لئے، اس روح کی راحت کے لئے کچھ کرنے کی ضرورت ہے ۔ اگر کوئی شخص اپنے کرتے کی تو فکر کرتا ہے ۔ رات دن اس کو دھوتا ہے ۔ پھٹتا ہے تو سیتا ہے لیکن جسم کے اندر بہت سی بیماریاں بھری ہوئی ہیں ان بیماریوں کی فکر نہیں کرتا کس قدر وہ شخص بیوقوف کہلائے گا ۔ کرتے کی تو فکر کرتا ہے لیکن کرتا جس جسم کے لئے بنا ہے اس میں پھوڑے پھنسی بھرے ہوئے ہیں، اس کے اندر کینسر ہوگیا ہے، اس کے اندر پیپ بھری ہوئی ہے، خون اس میں ہے، بدبو اس میں سے آرہی ہے ۔ اس جسم کی فکر نہیں کرتا ۔ بس کرتے کی فکر کرتا ہے وہ صرف کرتے کی فکر کرتا چلا جاتا ہے مگر جسم کی صحت کی فکر نہیں کرتا ۔ یہی حال ہے بس ہمارا بھی کہ ہمارے واسطے یہ جسم مثل کرتے کے بنے ہوئے ہیں اور اصل روح ہے وہ روح گل رہی ہے، سڑ رہی ہے، وہ رذائل میں گرفتار ہے، اس روح کے درست کرنے کی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے اس کی فکر نہیں ہے ۔ آج اس جسم کی فکر نہیں ۔ ذرا سا بخار آجائے گا فکر ہوجائے گی ۔ ڈاکٹر کے پاس جاؤ ۔ انجکشن لگاؤ، خون ٹیسٹ کراؤ ۔ بہت فکر ہوتی ہے ۔ سو فیصد فکر ۔ ذرا سی کوئی تکلیف ہوجائے، آنکھ میں تکلیف ہوجائے ۔ ناک میں تکلیف ہوجائے، دانت میں تکلیف ہوجائے تو اچھی طرح علاج کی کوشش کی جائے لیکن ضرورت ہے روح کے علاج کی مگر اس کی کوئی فکر نہیں ۔ روح کے اندر مثلاً حسد بھرا ہوا ہے، حسد کیا ہے؟ دوسرے شخص کے پاس اللہ کی نعمتوں کو دیکھ کر جلنا اور یہ کوشش کرنا، تمنا کرنا کہ اس کے پاس یہ نعمت نہ رہے ۔ کسی کے پاس عمدہ کوٹھی دیکھی اپنے پاس اتنی طاقت نہیں کہ عمدہ کوٹھی بنالے ۔ اندر اندر جلتا ہے ۔ کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح گرجائے اس کے پاس یہ نہ

002 Khutbat-e-Mahmood J-2f

رہے۔کسی کے پاس دکان دیکھی اپنے پاس اتنی طاقت نہیں کہ ایسی دکان بنا سکے۔اس لئے کہتا ہے کہ اس کے پاس سے یہ دکان ضائع ہو جائے۔اسی طرح سے کسی کے پاس کوئی عہدہ دیکھا کوئی ثروت دیکھی، دنیا کی ثروت دیکھے یا آخرت کی ثروت دیکھے۔اللہ کی نعمت کو دیکھ کر کسی کے پاس یہ تمنا کرنا یہ کوشش کرنا کہ اس کے پاس یہ نعمت باقی نہ رہے۔یہ حسد ہے۔روح کے اندر یہ بیماری ہے۔قرآن کریم میں سورہ فلق میں ہے۔وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۔حسد سخت ترین مہلک مرض ہے۔بہت سی لڑائیاں اسی حسد کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ایک دوسرے کی ترقی کو برداشت نہیں کر پاتا۔یہ حسد ہے۔

اسی طرح سے روح کے اندر ایک مرض ہے تکبر کا۔تکبّر کے معنیٰ اپنے آپ کو بڑا سمجھنا۔دوسرے کو ذلیل سمجھنا۔دوسرے کو حقیر سمجھنا۔یہ مرض ہے، نہایت خطرناک مرض ہے، تباہ کن مرض ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے جس کے اندر ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا جب تک اس کو اس سے خالی نہیں کر لیا جائے گا اس وقت تک جنت میں نہیں جائے گا۔اس طرح دوسرے امراض ہیں جو روح میں موجود ہیں، جن کے علاج کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

تو عرض کرنا یہ ہے کہ جسم کی ذرا سی تکلیف کو برداشت نہیں کر پاتے۔اس کے علاج اور تصحیح کی فکر میں رہتے ہیں۔یہ ایسا ہے جیسے کسی کرتے کے اندر ذرا سا سوراخ پیدا ہو جائے ذرا سا نقصان ہو جائے اس کی فکر سوار ہے اور روح کی فکر نہیں کرتے۔اگر چہ مہلک امراض میں مبتلا ہے۔اس کی فکر نہیں کرتے۔یہ ایسا ہے جیسے جسم کی فکر نہیں کرتے جو مہلک امراض میں مبتلا ہے۔کرتے کی فکر کرتے ہیں جسم کی فکر نہیں کرتے جو اصل مقصود تھا اس کو چھوڑ دیا۔جو غیر مقصود تھا اس کو اختیار کر لیا۔بڑی غلطی کی بات ہے۔راستے سے بھٹک گئے ہیں۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راستے بتلانے کے لئے تشریف لائے۔ایک ایک چیز کو کھول کر بیان فرما دیا۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سمجھا دیا، دلوں کے اندر سمو دیا، جما دیا، تمام زندگی کو ان کی سنت کے مطابق بنا دیا۔اور اس اعمال کے ڈھیر کو ان کے سپرد

کر دیا۔ کہ دنیا کے پاس پہنچ کر ان کو یہ دین پہنچاؤ۔

ختم نبوت اور امت کی ذمہ داری

میرے محترم بزرگو اور دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مہربانی فرمائی کہ رحمتہ للعالمین ﷺ کو ہماری ہدایت کے لئے بھیجا اور نبوت کے دروازے کو ہمیشہ کے لئے بند فرما دیا کہ آئندہ کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آئندہ اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے کہ میں نبی ہوں، وہ نبی تو کیا بنتا وہ تو امتی بھی نہیں رہے گا۔ امتی ہونے سے بھی خارج ہو جائے گا۔ امت اجابت میں نہیں رہے گا۔ وہ تو جہنم میں جانے کے قابل ہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کی قدر کرنی چاہئے رحمتہ للعالمین ﷺ کو رب العالمین نے ہمارے لئے نبی بنا کر بھیجا۔ اپنا دین ان پر نازل فرمایا۔ انھوں نے تمام لوگوں کو بتلا دیا، سکھلا دیا، جتنے لوگ وہاں پر موجود تھے انھوں نے دین کو سیکھ لیا۔ حضور اقدس ﷺ نے اس دین کے معانی ان کے سپرد فرما دیے اور حکم فرمایا کہ اس کو لے کر جاؤ دنیا میں اور گھر گھر پہونچاؤ۔ سکھلاؤ۔ چنانچہ اللہ کے نیک بندے دین کے پھیلانے کی خاطر گئے ہیں، پوری کوشش کی، بہت دور تک پھیلایا۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور اشاعت اسلام

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ چشت سے چل کر آئے تھے ہندوستان۔ اجمیر میں تشریف لائے اور اجمیر سے پھر دہلی تشریف لے گئے۔ سفر کرتے تھے یہ حضرات، فقیرانہ زندگی تھی ان کے ساتھ ساز وسامان نہیں تھا۔ جس وقت یہ اجمیر میں تشریف لائے تھے کملیہ بچھا کر بیٹھ گئے۔ راجہ کا منتری جو آیا ہے۔ اجمیر اس زمانے میں بہت بڑا گڑھ تھا سادھوؤں اور جوگیوں کا۔ بڑی ریاضت کرنے والے وہاں موجود تھے۔ آ کر منتری نے کہا کون بیٹھا ہے؟ ہٹ جاؤ یہاں راجہ کے اونٹ بیٹھیں گے۔ انھوں نے کہا اچھا

بھئی ہم ہٹ جائیں گے۔راجہ کے اونٹ ہی بیٹھے رہیں گے۔چنانچہ اٹھ گئے۔اور راجہ کے اونٹ سارے بیٹھ گئے۔اب بیٹھنے کے بعد میں انھیں جب اٹھاتا ہے تو اٹھا نہیں جاتا۔اٹھنے کی طاقت ختم ہوگئی۔انھوں نے فرمادیا تھا کہ راجہ کے اونٹ ہی بیٹھے رہیں گے۔چنانچہ بیٹھے رہے۔نماز کا وقت آتا ہے۔وضو کرنے کے لئے کوئی پانی نہیں دیتا۔بڑی پریشانی ہوئی۔راجہ کا جو مندر تھا اس کے دروازے پر گئے۔اندر کو منہ کر کے کہا بت کو خطاب کر کے کہ تو بھی اسی کا نوکر ہے میں بھی اسی کا نوکر ہوں۔نماز کا وقت آگیا میں منہ ہاتھ دھوکر سیراب ہوں گا۔مجھے یہ لوگ پانی نہیں دیتے۔تو ہی پانی دے۔وہ بت اپنی جگہ سے اٹھا اور پانی بھر کر لایا۔اس کو دیکھ کر یہ حیرت میں رہ گئے۔یہ کون ہے جس کے واسطے ہمارا بت پانی بھرتا ہے۔نہیں جانتے کون ہے یہ اللہ کا پیغام دینے والا ہے۔اللہ کا ایک نیک بندہ ہے۔اللہ کے دین کو پھیلانے کے لئے آیا ہے۔جس وقت اجمیر سے دہلی جا رہے تھے۔راستے میں راجپوتوں کا ایک گاؤں تھا۔گاؤں کے لوگ آئے کہ اجمیر کا ایک فقیر دلی جارہا ہے۔چلو چل کر درشن کریں گے۔آکر بیٹھے ایک ہی مجلس میں ایک ہزار چھوٹے بڑے سب مسلمان ہوگئے۔ان کے سینہ کے اندر ایک جوش تھا دین حق کی تبلیغ کا۔دین کو پہونچانے کا۔ان کو زیادہ زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں پیش آتی تھی۔دل کے اندر سب کچھ موجود تھا۔تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نوے (۹۰) لاکھ لوگ ان کے ہاتھ پر ایمان لے آئے۔جہاں جہاں بھی گئے وہاں کے لوگ ایمان لے آئے۔بہرحال ان کا انتقال ہوگیا۔جو لوگ ان کے ہاتھ پر ایمان لائے۔کتنے ان میں سے ایسے ہوں گے جنھوں نے قرآن پاک پڑھا۔حافظ ہوئے۔عالم ہوئے۔کتنے ایسے ہونگے جو بعد میں مشائخ ہوئے۔اولیاء اللہ ہوئے۔مبلغ ہوئے۔مرکزی ہوئے۔صاحب حال ہوئے۔نہیں بتا سکتے۔اور ان کے ہاتھ پر ایمان لانے والوں کی اولاد کی اولاد کا سلسلہ چلا کون بتا سکے گا۔غور کرنے کا مقام ہے۔جب اللہ کے دربار میں حاضری ہوگی۔پیشی ہوگی اور اتنی بڑی جماعت کو لے کر یہ جائیں گے جنت میں ان کے دربار میں کہ اے اللہ اتنے لوگوں کو میں نے

مسلمان بنایا۔ اتنے ایمان لائے۔ توحید کو قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا اعمال پر کیا حال ہوگا۔ اور نبی اکرم ﷺ کی خوشی کا کیا حال ہوگا کہ میری امت میں ایسے ایسے لوگ ہیں جو اتنی بڑی بڑی جماعتوں کو مومن بنا کر لے آئے۔ یہ ہے "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" لوگوں کے واسطے نکالے گئے۔ لوگوں کے واسطے نکالے گئے کا مطلب یہی ہے کہ دین کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہونچاؤ۔ پہونچانے کے لئے صرف اتنا کافی نہیں کہ صرف ان کے سامنے بیان کردو۔ بلکہ اپنی عملی زندگی میں وہ چیز ظاہر ہو۔ اپنے قلب کے اندر بھی اس کی پختگی ہو، تمام زندگی کا ہر گوشہ اس روشنی سے منور ہو۔

عرب تاجر اور اشاعت اسلام

زیادہ تر تو اسلام پھیلا ہے عرب تاجروں کے ذریعہ۔ وہ لوگ عرب سے گئے ہیں دوسرے ممالک میں، جہاں پر گئے سچائی اور دیانت کے ساتھ ہی رہے۔ جو معاملہ کیا راست بازی کے ساتھ کیا۔ دھوکہ سے بچے، جھوٹ سے بچے، سود سے بچے، رشوت سے بچے، جو حرام طریقہ سے آمدنی ہو ان سب سے محفوظ رہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی برکت عطا فرمائی ہے ان کے ہر قول میں، ہر فعل میں۔ لوگ ان کے حالات دیکھ دیکھ کر مسلمان ہونے لگے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت بڑا احسان وفضل وکرم ہے کہ یہ جماعت کی صورت پیدا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ جس زمانے میں وہاں کے حالات کے مطابق جو چیز زیادہ ضرورت کی ہو اسی کو عام فرمایا کرتے۔ اسی کا اہتمام فرمایا کرتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادوگروں کا بڑا زور تھا اس لئے ان کے مقابلہ کے واسطے جادوگر منگوائے گئے، وہاں کیا کیا۔ ایک عصا عطا فرمایا تھا۔ عصا کو ڈالا بہت بڑا

زبردست اژدہا بن گیا اور سارے سانپوں کو نگل گیا۔ جو جادوگروں نے بنائے تھے جس کو دیکھ کر وہ لوگ حیران رہ گئے کہ ارے بھئی یہ تو بڑا جادوگر ہے۔ ان کے زمانہ میں جادو کا بڑا زور تھا۔ ان کو معجزہ ایسا ہی عطا کیا جس کے ذریعہ سے جادوگروں کو شکست ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں زور تھا طب کا، حکمت کا۔ بہترین ماہر طبیب ہوتے تھے۔ صرف آواز سن کر مرض کو پہچان لیتے صورت دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ نبض پر ہاتھ رکھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ آج تھرمامیٹر کے ذریعہ مرض کی تشخیص کی جاتی ہے۔ دور سے آواز سن کر بتلا دیتے کہ مرض کیا ہے۔ اس کیلئے دوائیں تجویز کر دیتے تھے۔ اس زمانہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ان کو معجزہ یہ دیا کہ علاج کر دیتے۔ اکمہ و ابرص کا۔ یہ دو مرض ایسے تھے جن کا علاج ان لوگوں کے پاس نہیں تھا۔ ایک تو وہ جو پیدائشی نابینا ہو، اسکی آنکھوں کا کوئی علاج انکے پاس نہیں تھا۔ جس کی آنکھوں میں پتلی ہی نہیں، آنکھ کا پردہ ہی نہیں اسکا کیا علاج ہے۔ ایک ابرص۔ برص سفید نشانات پڑ جاتے ہیں اور پڑتے پڑتے پورا جسم سفید ہو جاتا ہے۔ برص کی بیماری اسے کہتے ہیں۔ یہ دو مرض ایسے تھے جن سے اس زمانہ کے طبیب عاجز تھے کہ اس کی دوا تجویز کریں، علاج کریں۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معجزہ دیا کہ ایسے مریض کے جسم پر ہاتھ پھیرا، اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمادی اور لیجئے جو مردہ جسم ہو اس کے اوپر ہاتھ پھیرا تو وہ چل رہا ہے۔ مردے بھی زندہ ہونے لگے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے۔ آؤ مقابلہ پر کونسا حکیم آتا ہے کونسا ماہر طبیب آتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بڑی شان و شوکت تھی فصاحت و بلاغت

کی۔ بڑا زور و شور تھا۔ ایسے ایسے فصیح و بلیغ تھے کہ اپنے مقابلہ میں ساری دنیا کو عجم کہتے تھے اور اپنے آپ کو عرب۔ عرب کہتے ہیں بولنے والے کو اور عجم کہتے ہیں گونگے کو۔ اپنے علاوہ سب کو عجم اور گونگا کہتے تھے۔ شہد کے اسی (۸۰) نام ہیں ان کے پاس۔ تیر کے پانچ سو نام ہیں ان کی لغت میں۔ گھوڑے کے بہت سے نام ہیں عربی زبان میں۔ مصیبت کے چار ہزار نام ہیں عربی لغت میں۔ حتیٰ کہ لکھا ہے مصیبت کے ناموں کا یاد کرنا سب سے بڑی مصیبت ہے۔ اتنی قسمیں تھیں۔ ایسے وقت میں حضرت نبی اکرم ﷺ تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معجزہ عطا فرمایا فصاحت و بلاغت کا۔ اور بھی بہت سے معجزات دیئے گئے لیکن فصاحت و بلاغت کا معجزہ ایسا تھا کہ اس نے سب کو ساکت کر دیا۔ لوگ کہتے تھے کہ ان کے پاس کوئی جن آتا ہے، کوئی پیغام آ کر ان کو سکھا جاتا ہے۔ یہ تو شاعر ہے، یہ تو گھڑتے ہیں، یہ تو ساحر ہے۔

قرآن پاک کا چیلنج

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اچھا اعلان کر دو۔

"قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْجِنُّ وَالْاِنْسُ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا" (بنی اسرائیل:۸۸)

[کہدو! کہ اگر تمام انسان اور جنات اس کام پرا کھٹے بھی ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا کلام بنا کر لے آئیں تب بھی وہ اس جیسا نہیں لاسکیں گے، چاہے وہ ایک دوسرے کی کتنی مدد کریں۔] (آسان ترجمہ)

تم تمام جنات اور انسان سب مل کر یہ چاہو کہ اس جیسا قرآن بنا لاؤ ہرگز نہیں بنا سکتے وہ لوگ عاجز ہو گئے ایسا قرآن بنانے سے۔ ایسا قرآن نہیں لا سکے۔ ایک اور جگہ کہا گیا دس آیتیں بنا لاؤ۔ اور کہا گیا: "فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ" ایک ہی سورت اس جیسی بنا لاؤ۔ نہیں لا سکے۔ کہاں سے لاتے۔ اس واسطے قرآن کریم کا مقابلہ اپنی فصاحت سے نہیں کر سکتے اور کسی نے

ارادہ بھی کیا اس جیسا لانے کا۔قرآن پاک میں ہے: "وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ" وہ کہنے لگا میں اس کے مقابلہ میں لکھتا ہوں، چنانچہ اس نے کہا: "والنساء ذات الفروج" [فرج والی عورتوں کی قسم۔] اسے سن کر خود اس کی قوم نے اس کا مذاق اڑایا کہ کہاں "والسماء ذات البروج" جس سے شان وشوکت اور رفعت وعظمت ٹپکتی ہے۔اور کہاں یہ بیہودہ کلام جس سے بیہودگی، آوارہ پن ٹپکتا ہے۔

غرضیکہ ایسے ایسے قادر الکلام ہونے کے باوجود اللہ تبارک تعالیٰ کے کلام کے مقابلہ میں کوئی کچھ نہیں لا سکا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت نبی اکرم ﷺ کو ایسا معجزہ عطا فرمایا۔اس زمانے میں لوگ خوب سمجھتے تھے کہ یہ کلام الٰہی ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورۃ الکوثر "اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ"(سورۃ الکوثر)

[(اے پیغمبر!) یقین جانو ہم نے تمہیں کوثر عطا کر دی ہے۔لہٰذا تم اپنے پروردگار (کی خوشنودی) کے لئے نماز پڑھو، اور قربانی کرو، یقین جانو تمہارا دشمن ہی وہ ہے جس کی جڑ کٹی ہوئی ہے۔] (آسان ترجمہ) لکھی اور لکھ کر دروازہ پر لٹکا دیا کہ بھئی جو بڑے شاعر ہیں اس کے مقابلہ میں لے آئیں۔ایک شاعر تھا بڑا زبردست۔اس نے آگے لکھ دیا۔"مَا هٰذَا قَوْلُ الْبَشَرِ"

سمندر میں گھوڑے ڈالدئے

مقابلہ کی ضرورت تھی۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے لشکر زبردست پیدا فرمائے۔اتنے زبردست کہ دوسرے مقابلہ نہ کر سکے۔جس وقت میں مسلمان گئے ہیں اور جا کر انھوں نے سمندر میں گھوڑے ڈالے۔ادھر مشرکین پہاڑوں پر بیٹھے ان کا یہ حال دیکھ رہے تھے۔کہنے لگے کہ اہرمن نے ہماری بات سن لی۔ابھی مسلمانوں نے گھوڑے ڈال دیئے تو کیا ہوا سب کے سب

غرق ہوجائیں گے۔ مگر سارے کے سارے سمندر سے پار نکل گئے۔ کوئی غرق نہیں ہوا اب انھیں پریشانی ہوئی۔ حتیٰ کہ کہنے لگے یہ دیو ہیں دیو۔ دس دس مشرکین مل کر ایک مسلمان کو گرانا چاہتے ہیں نہیں گرا پاتے۔ اور اگر کسی کو گرا بھی دیا تو سمجھتے تھے یہ دوبارہ زندہ ہوگیا۔ اس زمانہ میں اس کی ضرورت تھی۔ غرض جس زمانے میں جس چیز کی ضرورت ہوئی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے انتظامات فرمائے۔ جیسے گرمی کے زمانے میں ٹھنڈی چیزیں پیدا فرماتے ہیں اور سردی کے زمانے میں گرم چیزیں پیدا فرماتے ہیں۔ یہ خداوند تعالیٰ کا نظام ہے۔ مہربانی ہے۔

تبلیغ کی ضرورت

اب یہ ہمارا آخری دور چل رہا ہے۔ ہمارے اعتبار سے تو آخری ہے۔ آخری دور ایسا آیا کہ اس زمانے میں نہ گھوڑے ہاتھی کی ضرورت ہے، بلکہ اس زمانے میں ضرورت ہے تبلیغ کی۔ تبلیغی جماعت کی جو پھیلا ہوا ہے سیلاب، اسی طریقہ سے جماعت کی جماعت نکلے اور تمام عالم میں پھیل جائے۔ اللہ کے دین کو لے کر جائیں اور لوگوں کو شناسا کراتے چلے جائیں کہ لوگو! یہ ہے دین۔ جتنی چیزیں آج پیش کی جارہی ہیں، جتنی اسکیمیں بنائی جارہی ہیں سب کی سب ناکام اور فیل ہوچکی ہیں۔ بڑی بڑی حکومتوں والے بڑے بڑے سیاسی، بڑے بڑے ایٹم بم تیار کرنے والے سب لوگ سمجھ گئے کہ یہ مادی دنیا بے کار ہے۔ دنیا ایسی ہے بے راحت کی تلاش کرتی پھرتی ہے کہ کہیں اسے راحت مل جائے۔

تبلیغ میں ہر شخص حصہ لے سکتا ہے

میرے محترم بزرگو دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے کہ آپ حضرات کے دل میں حق تعالیٰ نے بات ڈالی ہے اور چیز کو عام فرمایا ہے۔ اب دنیا ناآشنا نہیں ہے کوئی نہیں کہتا کہ یہ تبلیغ کا کام بے کار ہے۔ اس کو لے کر اٹھئے اور دنیا پیاسی ہے، ان کے دل پیاسے

ہیں، ان دلوں کے اندر جا کر اس آبِ حیات کو ڈالئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے ذریعہ سے ان کو سیرابی عطا فرمائیں گے۔ ان کی دینی زندگی بنے گی۔ وہ سمجھیں گے کہ ہم کہاں تھے اور کس لئے پیدا ہوئے تھے اور ہم کدھر جارہے ہیں۔ اس واسطے یہ حق تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس تبلیغ میں ہر شخص حصہ لے سکتا ہے۔ جو شخص ساری زندگی وقف کردے۔ کیا کہنے۔ نورٌ علیٰ نور۔ اور جو شخص ساری زندگی نہ دے سکے۔ تین چلّے سات چلے دے وہ بھی کامیاب۔ جو شخص تھوڑا وقت دے سکے وہ بھی کامیاب۔ لیکن بھئی جیسی جیسی قربانی ہوگی ویسی ویسی کامیابی ہوگی۔

تبلیغ میں جانے والوں کے لئے ہدایات

اور تبلیغ میں جانے والے اپنے آپ کو فراموش نہ کریں بلکہ یہ سمجھے کہ فلاں جگہ جا کر دیکھا کہ وہاں کلمہ نماز سے بھی واقف نہیں ہیں۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" یہ ایسا ہے جیسے کھانا خود کھاوے دوسرا بھوکا رہے۔ کیا ہماری غیرت گوارا کرے گی کہ کھانا ہم خود کھاویں اور دوسرا آدمی بھوکا رہے۔ اللہ نے ہم کو وسعت دی ہے، غیرت گوارا نہیں کرے گی۔ ایمان کا تقاضہ بھی یہ نہیں ہے۔ آدمی تو آدمی جانور کو بھی کھلانا چاہیئے۔

کتے کو پانی پلانے پر فاحشہ کی مغفرت

حدیث پاک میں آتا ہے۔ ایک عورت تھی فاحشہ، پچھلی امتوں کی بات ہے۔ اس کو پیاس لگی۔ اس نے کنویں میں سے پانی نکالا۔ اس نے دیکھا کہ کتے کا ایک پلّہ پڑا ہوا ہے۔ وہ پیاس کی وجہ سے زبان نکال رہا ہے۔ اس نے سوچا کہ اس کو بھی اسی طرح سے پیاس لگ رہی ہے جیسے مجھے لگ رہی ہے۔ چنانچہ اس نے کنویں میں سے پانی نکال کر اس کو پلایا۔ اس زمانے کے نبی کو بتلایا گیا کہ اس عورت کی مغفرت ہوگئی۔ (بخاری شریف: ۳۳۲۱)

فاحشہ تھی، بدکاری کرتی تھی لیکن کتے کے بچہ کو پانی پلانے سے اس کی مغفرت ہوگئی۔
اس واسطے یوں سمجھتے ہوئے کہ ہمارا ایک بھائی بھوکا پیاسا رہے، اس کو کھانا دینے کی ضرورت ہے۔ ہماری ذمہ داری ہے اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے نکلنے کی ضرورت ہے۔ اور اگر کوئی شخص خلاف اخلاق کو ہی اختیار کرے، بے مروتی سے پیش آئے، بات نہ سنے تو اس پر ناراض نہ ہونا چاہئے بلکہ یوں سوچے۔ اے اللہ کلمہ تو تیرا حق ہے، تبھی تو تو نے یہ نبی کو عطا فرمایا اور یہ شخص تیرا محبوب ہے تبھی تو تو نے اس کو ایمان کی دولت سے نوازا ہے۔ پھر یہ میری زبان سے نکلا ہوا کلمہ سننے کو تیار نہیں ہوتا۔ یہ میری زبان کا قصور ہے۔ میری زبان گنہ گار ہے۔ میرا دل گنہ گار ہے۔ اسی وجہ سے کلمۂ حق کی تاثیر نہیں ہو رہی ہے اس پر اس لئے اپنے گناہوں پر رونے، توبہ کرنے کی ضرورت ہے۔ جو شخص کلمۂ حق کو قبول کر لیتا ہے اس کی تعریف کرنے کی، قدر کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک میں ہوں کہ کتنی مدت سے مجھ پر تبلیغ کی جا رہی ہے مگر میں آمادہ نہیں ہو رہا تھا۔ ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ اس کے سامنے کلمہ کہلوایا۔ اس کے سامنے پیش کیا اس نے قبول کر لیا۔ کیسی کیسی صلاحیتیں پیدا فرمائیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدمی کے اندر۔ محترم دوستو! بڑی بڑی صلاحیتیں موجود ہیں، بے شمار موجود ہیں صلاحیتیں آدمی کے اندر۔ مگر وہی بات ہے شیر کا بچہ ہے بھیڑوں میں پرورش پا رہا ہے۔ اس لئے اس عادت کو ختم کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

دین کی طلب پیدا کرنا

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ آج کا سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ جس دل میں دین کی طلب نہ ہو اس میں دین کی طلب پیدا کرے۔ دین کی طلب پیدا

کرنا مقصود ہے۔ اس واسطے اللہ کی راہ میں نکالے جاتے ہیں کہ دین کی طلب پیدا ہو۔ دیکھو دین کی طلب پیدا ہو تو خود اہل دین کے پاس جائیں۔ اہل دین سے دین کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اگر دین کی طلب ہی نہیں تو اہل دین کی طرف جائے گا کون۔ دین کی طلب ہوگی تو مدارس میں آئیں گے۔ قرآن کریم بھی پڑھیں گے۔ حدیث بھی پڑھیں گے، تفسیر بھی پڑھیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو عالم بنا دے گا۔ اور جب یہ دین کی طلب ہوگی تو بزرگوں کے پاس جائیں گے۔ صحبت حاصل کرنے کے لئے، ان سے نصیحتیں لینے کے لئے۔ اور جب دین کی طلب ہی نہیں تو نصیحتیں حاصل کرنے کے لئے کون جائے گا ان کے پاس۔ اس واسطے یہ طریقہ بہت آسان ہے۔ ہر شخص کے لئے اس میں حصہ لینے کا موقعہ ہے۔ یہاں تک کہ جو شخص بالکل نکما ہو، کچھ نہیں جانتا وہ بھی اس میں حصہ لے سکتا ہے۔

میواتی کا عرب میں کام کرنا

ایک میواتی سے پوچھا بھئی تم لوگ عربی تو بالکل نہیں جانتے۔ اردو بھی صحیح نہیں آتی۔ تم عرب کے علاقے میں جاتے ہو تم وہاں جا کر کیا کام کرتے ہو۔ کہنے لگے مولوی صاحب! آدم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے۔ ایک بیٹے نے دوسرے بیٹے کو قتل کر دیا۔ اور چونکہ یہ پہلی میت تھی پتہ نہیں تھا کہ میت کے ساتھ کیا معاملہ کیا جاتا ہے۔ پریشان تھا وہ قاتل کہ کیا کروں۔ اللہ نے دو کوّے بھیجے۔ ایک کوے نے دوسرے کوے کو مار دیا۔ اور پھر پنجوں سے زمین کو کھود کر اس میں دبا دیا۔ اس کی سمجھ میں آ گیا کہ مرے ہوئے کو یوں دبا دیا جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سمجھانا چاہیں تو کوے کے ذریعہ سمجھا دیں۔ ہمارے ذمہ تھوڑے ہی ہے سمجھانا۔

کام اللہ کے فضل سے ہوتا ہے

ہمارا کام تو یہ ہے کہ بات کہہ دیں اور اللہ سے دعا کریں کہ میں نے تو ٹوٹی پھوٹی بات

002 Khutbat-e-Mahmood J-2f

کہدی۔ باقی بات تو سمجھا دے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت کام لیا ان لوگوں سے۔ ایسے ایسے موقعہ پر کام لیا جہاں ماحول بالکل الگ ہے، زبان الگ ہے، طرز طور وطریقہ سب کا بالکل الگ ہے لیکن اس کے باوجود کام لیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اور سمجھا دیا اور اگر کوئی شخص نہ بھی سمجھے تو کوئی حرج نہیں، ان کو تو صرف کوشش کرنا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی۔ وہ خود نہیں سمجھا پاتے تھے جلدی سے بات کو۔ اس لئے حضرت ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی۔ تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دین کا کام کریں۔ ان کے لئے بات کو سمجھانا آسان ہوگا۔ وہ صاف صاف بات کہہ سکیں گے۔ اسی طریقہ پر یہاں بھی متکلم جس کو بنایا جاتا ہے وہ متکلم ایسا ہو جو صاف صاف بات کہے اور سمجھا دے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اثر ڈالنے والے ہیں۔ جو شخص کچھ بولتا ہے اللہ کی مدد سے اس نے بات کہدی۔ آواز اس کی زبان سے نکل گئی لیکن اس آواز کو سامعین کے کانوں تک پہونچانا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ بغیر اللہ کے فضل کے سامعین تک آواز نہیں پہونچتی۔ فہم عطا فرمانے والے اللہ۔ قلوب میں باتوں کا ڈالنا یہ بھی تو اللہ کا کام ہے۔ زبان سے صحیح طور پر بات نکالنا یہ بھی تو اللہ کا فضل ہے، سننے والے کے کان میں ڈالنا یہ بھی اللہ کا فضل اور پھر اس کا مطلب سننے والے کو سمجھا دینا یہ بھی اللہ کا فضل، اس کو سمجھنے کے بعد اس کے دل کے اندر عمل کرنے کا داعیہ پیدا ہونا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل، ہر کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ یہ اعضاء، یہ ظاہری چیزیں بہت معمولی چیزیں ہیں لیکن ناقدری ان کی بھی نہ کی جائے۔ یہ نہ سمجھے کہ یہ بیکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بیکار نہیں پیدا کی۔ ہر چیز کے اندر صلاحیت ہے، ہر چیز کے اندر تاثیر رکھی ہے۔ قوت دی ہے۔ وہ قوت اگر معلوم بھی نہ ہو اس میں تو یہی سمجھنا چاہئے کہ ہم اپنی طاقت سے کچھ نہیں کرسکتے۔ نکمے بیکار ہیں لیکن حق تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو ان نکموں ہی سے کام لے لیں۔ جس شخص کو بولنا نہ آتا ہو، اس سے بھی کام لے لے۔

....

دارالعلوم دیوبند میں ایک میواتی جاہل کی تقریر

ایک دفعہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبند تشریف لائے۔ دیوبند میں دارالعلوم ایک مدرسہ ہے بہت بڑا مدرسہ ہے۔ علماء خدا کے فضل و کرم سے اس زمانے میں بھی بہت اعلیٰ درجہ کے تھے۔ ایک بوڑھے میاں جی سے فرمایا بھئی تم تقریر کرو۔ اس بوڑھے آدمی نے اپنی زبان میں کہا۔ حضرت جی میں تقریر کروں ان عالموں کے سامنے۔ کہا ہاں تم تقریر کرو۔ وہ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا۔ دیکھو بھئی ہم لکھے پڑھے نہیں ہم کچھ نہیں جانتے۔ حضرت جی نے فرمایا تقریر کرنے کو۔ اس واسطے کھڑا ہوگیا۔ تقریر کرنے کو۔ ایک زمیندار جس کے یہاں گائے بھینس وغیرہ پلی ہوئی ہیں۔ دودھ بھی ہوتا ہے مکھن بھی ہوتا ہے۔ مکھن کی ایک بری مٹکی ہے اور زمیندار کے دو بیٹے ہیں۔ زمیندار نے بڑے بیٹے سے کہا اس مکھن کی مٹکی کو تو اٹھا کے لا۔ اس نے جواب دیا فرصت نہیں اٹھانے کی۔ زمیندار نے کہا فرصت نہیں اٹھانے کی۔ ٹھیک ہے جھوٹ نہیں بولا اس نے۔ اس نے چھوٹے بیٹے سے کہا۔ چلو بیٹے مکھن رکھنے والی مٹکی اٹھا کر لے آؤ۔ وہ تھی بھاری اس سے اٹھائی نہیں گئی۔ ہاتھ میں سے پھسل کر گر گئی۔ مکھن سارا خراب ہو گیا۔ اب بتاؤ زمیندار کس پر خفا ہوگا۔ چھوٹے بیٹے پر یا بڑے بیٹے پر؟ بڑے بیٹے پر ہوگا۔ کرنے کا کام تو اس کا تھا چھوٹا تو کمزور ہے۔ بس اسی طرح سے دیکھ لو ہم لوگ تو چھوٹے بچے، ان پڑھ۔ آپ لوگ علماء ہیں بڑے۔ اور یہ دین کی مٹکی ہے۔ اس کو لے جا کر پھیلانا ہے ساری دنیا میں۔ آپ حضرات کام کر رہے ہیں، پڑھانے لگے ہیں۔ آپ کو فرصت نہیں تو ٹھیک ہے۔ کام کر رہے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ غلط بات ہے۔ ٹھیک ہے کام کر بھی رہے ہیں۔ فرصت نہیں آپ کو ہمیں کہا ہم لے کر چلے آئے اس دین کی مٹکی کو۔ ہم سے تو بس مکھن خراب ہی ہوگا۔ یہ مٹکی ٹوٹے گی ہی۔ اور کیا ہوگا۔ جواب دو۔ یہ کہہ کر بیٹھ گئے۔ ان پڑھ آدمی علماء کی مجلس میں کسی طرح سے بات کر کے بیٹھ گئے۔ ان کے مقام کو بھی برقرار رکھا۔ جو اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ بڑے ہیں

002 Khutbat-e-Mahmood J-2f

دین کا کام بھی کر رہے ہیں۔اور یہ بھی کہ ہم لوگ نا اہل ہیں۔ پر تمہاری ذمہ داری کیا ہے؟ اس واسطے اس کام کو پہلے یوں سمجھنا کہ میرے اندر پہلے صلاحیت پیدا ہو جائے تب کروں گا۔ یہ غلط ہے۔اہلیت تو اس طرح سے پیدا ہوگی کہ اہل کے ساتھ میں رہے اور کام کرنے والے کو دیکھتا رہے۔اس سے نصیحت حاصل کرتا رہے۔

جماعت کا کام

یہ جماعت چلتی ہے۔اس میں یہی ہوتا ہے۔ ہر بڑا چھوٹوں کو دیتا رہتا ہے ہر چھوٹا بڑوں سے حاصل کرتا رہتا ہے۔دس باتیں اس نے اس سے حاصل کیں۔دس باتیں اس نے اس سے حاصل کی۔اس طریقہ پر چلتا رہتا ہے۔کام آہستہ آہستہ ایک ایک چیز لوگوں کے جی کے اندر رہے وہ اسے سمجھاتے ہیں۔اور دین کا کام درست ہوتا رہتا ہے۔اسلئے أُخرِجت للنّاس۔یہ جماعت یہ امت لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے کہ دین کو جہاں تک ہو سکے زیادہ سے زیادہ لوگوں میں عام کیا جائے پھیلایا جائے۔اس واسطے نکلنے کی ضرورت ہے۔اس امت کو خیر امت کہا گیا ہے اور اس کا کام بتایا گیا ہے۔کام یہ ہے کہ امر بالمعروف کرتی ہے اور نہی عن المنکر کرتی ہے یعنی بھلائی اور خیر کو پھیلاتی ہے۔برائی اور شر کو مٹاتی ہے۔بھلائی کو زیادہ سے زیادہ پھیلانا، برائی کو زیادہ سے زیادہ روکنا، منع کرنا یہ اس امت کا فریضہ ہے۔اس وجہ سے یہ امت خیر امت ہے۔جہاں جائے گی سچائی کو پھیلائے گی جھوٹ کو روکے گی۔اخلاص کو پھیلائے گی۔ نفاق کو مٹائے گی محبت کو پھیلائے گی آپس کے بغض کو مٹائے گی، غرض جتنی باتیں اللہ کو پیاری ہیں اللہ کے رسول ﷺ کو پیاری ہیں ان چیزوں کو زیادہ سے زیادہ پھیلانی ہے۔آپ ہی غور کیجئے ایک شخص وہ ہے جو پھول پھیلاتا ہے۔خوشبو پھیلانا اور عام ہے۔جس مجلس میں جاتا ہے معطر کر دیتا ہے۔اگر، لوبان، خوشبو کے پھول جگہ جگہ پر پیش کرتا ہے اور ایک شخص وہ ہے جو بدبو پھیلاتا ہے دنیا میں۔دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے۔ایک کی وجہ سے دماغ معطر ہوتے چلے جاتے ہیں، فرحت

پھیلتی جاتی ہے دوسرے کی وجہ سے طبیعت مکدر ہوتی جاتی ہے۔قلوب پر میل آتا جاتا ہے۔ پریشانی بڑھتی چلی جاتی ہے۔تو نبی اکرم ﷺ دنیا میں تشریف لائے خیر کو پھیلانے کیلئے اور یہ ذمہ داری امت کے سر عائد فرماگئے۔امت نے اس کام کو کیا انجام دیا۔سب دنیا پر چھا گئی امت۔کوئی ملک ایسا نہیں جہاں حضور اقدس ﷺ کی دعوت نہ پہونچی ہو۔روئے زمین پر کوئی جگہ ایسی موجود نہیں جہاں اللہ کے پاک رسول ﷺ کا نام جاننے والے موجود نہ ہوں۔کچھ لوگ مانتے ہیں کچھ لوگ نہیں مانتے۔باقی جانتے سب کے سب ہیں۔

علاقۂ میوات کا انتخاب اور علاقۂ میوات کی حالت

اس کام کے واسطے حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے میوات کے علاقہ کو انتخاب فرمایا۔میوات کا علاقہ دہلی کے قرب وجوار میں دور تک چلا گیا۔اس کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح جہالت تھی عرب کی جاہلیت کو بھی مات کر رکھا تھا میں خود اس علاقہ میں گیا ہوں۔جگہ جگہ جا کر دیکھا ہے۔کیفیت یہ تھی سروں پر چوٹی رکھی ہوئی ہے۔گنگا داس اور جمنا داس نام ہیں۔گھروں میں مورتیاں رکھی ہوئی ہیں۔کہیں کوئی کلمہ جاننے والا نہیں،نماز تو بعد کی چیز ہے۔اور اس قوم میں ایک دھونس کہلاتی ہے۔ایک نقارہ ہوتا ہے۔ایک بستی میں وہ نقارہ رکھا ہوا ہے۔جب کوئی عالمگیر جنگ ہوتی ہے تو ایک جگہ پر وہ نقارہ بجایا جاتا ہے جسکی آواز پانچ کوس تک جاتی تھی۔پانچ کوس کی دوری پر ایک دوسرا نقارہ رکھا ہوا تھا۔اس آواز کو سن کر وہ نقارہ بجایا جاتا پھر وہ اسکی آواز جاتی پانچ کوس تک۔غرض اس طریقہ سے تمام علاقہ میوات میں یہ آواز پھیل جاتی تھی۔یہ ایک نفر عام کی صورت تھی۔جس شخص کے پاس جو اوزار ہوں۔چاقو،لاٹھی،پھالی،چھرا،بلم لے کر نکل آتے تھے،اور لڑائیاں ہوتی تھی۔انگریز نے ہر چند چاہا کہ وہاں امن قائم ہو،وہاں کے لوگ انسانیت سیکھیں۔اس کے واسطے سخت سے سخت حاکم مقرر کئے وہاں،جنھوں نے مجرموں کو سخت سزائیں دیں۔چوری کرنا،ڈاکہ ڈالنا،دوسرے کی

عورت کو لے بھاگنا ان کے یہاں کوئی جرم نہیں سمجھا جاتا تھا۔ یہ بہت معمولی چیز تھی۔ یہ کیفیت تھی۔ ایسے علاقہ کو انتخاب کیا ہے۔ اسی تبلیغی کام کے واسطے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بستی کے آدمیوں کو نماز پڑھنا سکھائی۔ اس نے نماز پڑھی۔ دوسرے لوگ جمع ہو گئے ایک دوسرے کو اشارہ کر کے بلاتے تھے کہ دیکھو اس کو کیا ہو گیا۔ جن بھوت کا اثر ہے، اوندھا سیدھا جو ہو رہا ہے۔ یہ کیفیت ان لوگوں کی تھی۔ ایک بستی میں جانے سے معلوم ہوا کہ یہ بستی ساری مسلمانوں کی ہے اور اس کے قریب دوسری بستی غیر مسلموں کی ہے۔ مسلمانوں سے پوچھا کہ بھئی تم میں اور ان میں کیا فرق ہے؟ کیونکہ خدا کے پیغام سے، قرآن سے، نماز سے تم بھی ناواقف ہو وہ بھی ناواقف، زنا، چوری، بدکاری سب تمہارے یہاں بھی ہوتی ہے، ان کے یہاں بھی ہوتی ہے۔ کوئی کام اسلام کا تمہارے اندر نہیں ہے تو تم میں اور ان میں کیا فرق ہے کہ تم مسلمان کہلاتے ہو اور وہ غیر مسلم؟ تو اس نے صاف صاف بتایا کہ ہمارا نکاح قاضی پڑھاتا ہے ان کا نکاح پنڈت پڑھاتا ہے۔ اتنا فرق ہے۔ ایک جگہ جانا ہوا۔ وہاں مسجد تو بنی ہوئی تھی پرانے زمانے کی کئی سو برس پہلے کی۔ مگر اس میں بکریاں بیٹھی تھیں۔ بکریوں کی میگنیوں کا ڈھیر تھا۔ کوئی اذان کہنے والا، نماز پڑھنے والا نہیں تھا۔ اس مسجد کو جا کر صاف کیا۔ میگنیاں نکالیں، اذان کہی۔ لوگ اکٹھے ہو گئے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ بدگمانی ان میں پیدا ہونی شروع ہوئی۔ ایک کہتا تھا سرکاری آدمی ہیں جاسوس ہیں۔ ایک کہتا تھا فتنہ برپا کرنے کیلئے آئے ہیں ایسے ایسے۔ تھانہ سے تحقیق کے لئے پولس آ گئی۔ یہ سب چیزیں ابتداءً پیش آئیں۔ ان لوگوں میں ایک میاں جی ہوتا تھا کسی کسی گاؤں میں جس کے پاس ایک چھری ہوتی تھی کئی سوسال سے پڑھی ہوئی۔ ذبح کرنے کا وقت آتا تو میاں جی کے پاس جانور لاتے۔ میاں جی اس چھری سے ذبح کرتا ہے۔ وہ بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنا نہیں جانتا۔ کیونکہ اس چھری پر پڑھی ہوئی ہے۔ اسکے ذریعہ سے ذبح کرتا۔ یہ کیفیت تھی۔ غرض عجیب عجیب حالات تھے۔ وہاں کے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اس علاقہ کو انتخاب کیا ہے اس خدمت کے لئے ایسے اکھڑ علاقے میں کام کرنے کی داغ بیل

002 Khutbat-e-Mahmood J-2f

ڈالی جہاں علم نہیں، عمل نہیں، اخلاق نہیں، کوئی چیز نہیں۔ ایسے علاقہ میں شروع شروع میں سخت سے سخت دشواریاں بھی ہوئیں۔

چودھری کے پیر پکڑ لئے

ایک گاؤں میں تشریف لے گئے۔ لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص چودھری ہے، اپنے مکان کے سامنے بیٹھتا ہے۔ اگر وہ اس کام کے لئے کھڑا ہو جائے تو سب کھڑے ہو جائیں گے۔ اس کے پاس گئے۔ جا کر پاس بیٹھے۔ وہ سرا ہنے بیٹھا ہے حضرت مولانا پائینتی بیٹھے اور بیٹھ کر بات کرتے رہے۔ بات کرتے کرتے اس کی ٹھوڑی کی طرف کو ہاتھ بڑھایا مانوس کرنے کے لئے۔ اسے غصہ آیا۔ دوسری مرتبہ پھر اس طرح سے ہاتھ بڑھایا تو اس نے کہا میری ڈاڑھی پر ہاتھ بڑھاتا ہے۔ تیرے لاٹھی ماروں گا۔ مولانا نے فوراً پیر پکڑ لئے اس کے اور فرمایا اب تو لاٹھی نہیں مارو گے۔ اب تو خوش ہو گیا۔ اس طریقہ پر ان لوگوں کو مانوس کیا ہے۔ وہ لاٹھی مارنے کا ارادہ کرتا ہے حضرت مولانا اس کے پیر پکڑ لیتے ہیں۔ غرض ایسے علاقہ میں کام کیا۔ یہ تو آپ حضرات کے یہاں نام پڑ گیا ہے تبلیغ کا۔ انھوں نے تبلیغ نام نہیں سنا تھا۔ انھوں نے کہا دین سیکھنے کے لئے چلو چونکہ صدیوں سے وہ لوگ آباد تھے اور کسی زمانے ان کے بڑے مسلمان ہوئے تھے۔ اس وجہ سے مسلمان کہلاتے تھے اور کوئی چیز اسلام اور ایمان کی ذرا بھی ان میں نہیں تھی، ان لوگوں کے دلوں میں جذبہ پیدا کیا کہ دین سیکھنے کے واسطے چلو۔ ایک میاں جی ان کے ساتھ ہو گیا۔

نظام الدین دہلی میں مدرسہ کی حالت

اوّل تو مولانا کے یہاں اپنا جو مدرسہ تھا دہلی نظام الدین میں تعلیم ہوتی تھی۔ تعلیم کی کیا صورت تھی۔ قرآن شریف ناظرہ پورا پڑھا دیتے تھے اور کم سے کم ایک پارہ حفظ کرا دیتے تھے

اور کچھ تھوڑا سا لکھنا سکھا دیتے تھے تاکہ خط لکھنے پڑھنے کا کام آجائے۔ اسکے بعد چھوڑ دیا جاؤ اپنا کام کرو۔ یہ ان کے یہاں کی تعلیم تھی اور بہت ہی غریب لڑکے، کوئی لڑکا کانا ہے، کوئی اندھا ہے، کوئی لنگڑا ہے، گھر کے کسی کام کا نہیں، ماں باپ کے اوپر بار ہے۔ تو حضرت مولانا جاتے تھے کہ اچھا بھئی اسے ہمیں دیدو۔ اسے لاکر پڑھاتے، دین سکھاتے۔ دیر تک یہ صورت جاری رہی۔

ماحول کی تبدیلی کی ضرورت

ایک مرتبہ ایک لڑکا آیا۔ ہاتھ میں کڑا پہنے ہوئے۔ ہندوانہ طریقہ پر دھوتی پہنے ہوئے۔ ڈاڑھی منڈی ہوئی تھی۔ تعارف کرایا تو معلوم ہوا کہ وہ مولانا کے یہاں کا پڑھا ہوا ہے۔ کسی زمانہ میں یہاں پڑھ کر گیا تھا۔ اس کو دیکھ کر بہت صدمہ ہوا۔ بہت افسوس ہوا۔ افوہ! یہاں ان کے اوپر اتنی محنت کی جاتی ہے اور وہاں جا کر ان کا یہ حال ہو جاتا ہے۔ پھر ذہن منتقل ہوا کہ جب تک ماحول نہیں بدلے گا اس وقت تک تعلیم بھی کارآمد نہیں ہونے کی۔ اس واسطے کہ بچہ یہاں اچھے ماحول میں رہتا ہے۔ تعلیم حاصل کر کے جاتا ہے۔ وہاں کا ماحول خراب ہے۔ ماں، باپ، بھائی، بہن، چچا، ماموں، خالو وغیرہ یہ سب کے سب غلط راستے پر ہیں لہٰذا وہ بھی جا کر ان کے اندر جذب ہو جاتا ہے۔ اس لئے ماحول کی تبدیلی کی ضرورت ہے۔

چلہ کا فائدہ

ماحول کی تبدیلی کے واسطے دین سیکھنے کے عنوان پر یہ کام شروع کیا۔ اپنے اپنے جھولے میں چنے لئے اور نکل جاؤ چالیس روز کے واسطے۔ ایک میاں جی ان کے ساتھ ہیں اور جماعت کی جماعت چلی جا رہی ہے چالیس روز کے واسطے۔ وہ میاں جی پڑھا لکھا ہے۔ کتنا پڑھا لکھا ہے۔ قرآن شریف اس نے پورا پڑھ رکھا ہے اور کچھ تھوڑی سی اردو جانتا ہے، نماز جانتا ہے اور ان لوگوں کو کسی کو کلمہ یاد کرا رہا ہے کس کو الحمد شریف یاد کرا رہا ہے، کسی کو التحیات یاد کرا

رہا ہے۔جیسی جیسی جس کی حالت ہوتی ہے وہ یاد کرتا ہے۔ چالیس روز تک یہ لوگ تبلیغ میں رہے اور اس چالیس روز کے اندر اندر انھوں نے کیا کیا۔وضو کرنا سیکھ لیا۔نماز پڑھنا سیکھ لیا۔ **الحمد** شریف یاد کرلی، **قل ھو اللہ احد** یاد کرلی، درود شریف یاد کرلیا۔اس چالیس روز کے مدت میں انھوں نے زنا نہیں کیا۔شراب نہیں پی، انھوں نے چوری نہیں کی۔انھوں نے ڈاکہ نہیں ڈالا۔انھوں نے آپس میں لڑائی نہیں کی۔انھوں نے یہ سیکھا کہ ماں باپ کا ادب کیسے کیا کرتے ہیں، بھائی بہن کے کیا کیا حقوق ہیں، مسافروں کے کیا کیا حقوق ہیں۔بہت ساری باتیں انھوں نے آہستہ آہستہ سیکھ لیں۔ چالیس روز بعد جب یہ جماعت کے لوگ واپس آئے، انھوں نے آکر صبر وسکون کے ساتھ زندگی نہیں گذاری بلکہ اس کو سکھایا، دوسروں کو ترغیب دی اور ہر شخص ان کو دیکھ دیکھ کر یہ سوچتا کہ واقعی یہ تو بہت اچھے ہوکر آئے ہیں۔ پہلے بری عادتیں تھیں وہ عادتیں اب ان کے اندر نہیں۔ماں باپ سے پہلے لڑائی لڑا کرتے تھے اب ماں باپ کی خدمت کرتے ہیں پہلے چاہتے تھے کہ محلہ والوں کا مال لوٹ لیں اب چاہتے ہیں کہ غریبوں کی مدد کریں۔ پہلے اس فکر میں رہتے تھے کہ چوری کرلیں اور اب چوری سے حفاظت کی فکر میں رہتے ہیں۔کتنا بڑا تغیر ہوا ان کی زندگی میں۔تو دوسری جماعت نکلی پھر تیسری نکلی اور پھر کچھ روز بعد یہ پہلی مرتبہ جو نکلے تھے چالیس روز کے لئے یہ بھی دوبارہ نکلے۔ غرض یہی سلسلہ عام طور پر جاری ہوگیا۔

علماء کرام سے دعا کی درخواست

اور حضرت مولانا نے یہ فرمایا کہ دیکھو جہاں جہاں بزرگ ہیں مشائخ ہیں علماء ہیں وہاں جاؤ اور ان سے ہرگز مت کہو کہ آپ تبلیغ کے لئے ہمارے ساتھ باہر چلئے۔ان حضرات نے جو مشاغل اختیار کئے ہیں تزکیۂ باطن کے یا تعلیم کے۔کوئی حدیث پڑھارہا ہے کوئی فقہ پڑھارہا ہے، کوئی تفسیر پڑھارہا ہے۔ان حضرات نے پورے دلائل کی روشنی میں اس کا انتخاب کیا

ہے۔ ان سے یہ مت کہو کہ آپ ان دینی خدمات کو چھوڑ دیں بلکہ ان سے یہ کہو کہ حضرت کام بہت بڑا ہے اور ہم لوگ نااہل ہیں ہمارے اندر صلاحیت نہیں۔ آپ دعا کیجئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کام کو صحیح طریقہ پر چلائے۔ ہماری نااہلیت کی وجہ سے کام خراب نہ ہوجائے۔ ہمیں اس کا ڈر رہتا ہے۔ یہ دعا ان سے کراؤ۔ چنانچہ یہ ہوتا تھا جگہ جگہ جاتے تھے یہ لوگ۔ اور پھر اس کا اتنا رواج ہوا کہ ان لوگوں کے لئے مشکل نہیں۔ چلے کے لئے نکلنا۔ یہاں تو بہت دیر ہوتی ہے تشکیل کرنے میں۔ نام لکھایا جاتا ہے بار بار کہا جاتا ہے۔ کوئی صاحب اٹھتے ہیں تھوڑی سی ہمت کر کے، کوئی جھنجلا کر، کوئی کسی طریقہ سے۔ مگر نکلنا بہت آسان فوراً نکل جاتے۔

انقلاب عظیم

اب پھر ان لوگوں کے درمیان میں کیا انقلاب ہوا۔ اتنا بڑا فرق ہوا کہ ایک شخص جس نے چوری کی۔ تھانیدار نے اس کو پکڑا۔ پکڑ کر جیل میں ڈالا۔ پوچھا کہ تو تبلیغی جماعت میں جاتا ہے کہ نہیں جاتا۔ اس نے کہا نہیں میں نہیں جایا کرتا۔ اس کی پٹائی کی۔ پٹائی کر کے اس شرط پر چھوڑا کہ جا کر تبلیغ میں چلّہ دے۔ تھانیدار غیر مسلم تھا وہ جانتا تھا کہ تبلیغی جماعت میں جاتے ہی چوری ان کی چھوٹ جاتی ہے۔ بداخلاقی چھوٹ جاتی ہے۔ ان کے اندر بڑا تغیر پیدا ہوجاتا ہے کتنے تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ غیر مسلم اس سے اتنا اثر لیتے ہیں اور مسلمان اس کی طرف متوجہ ہوں تو کتنا بڑا فائدہ ہوگا۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ دو آدمی، دونوں کے دونوں تبلیغ میں جانے والے ان کے درمیان لڑائی ہوگئی۔ شیطان تو ہر جگہ لگا ہوا ہے۔ یہ تھوڑا ہی ہے کہ تبلیغ والوں کو چھوڑ دے گا۔ بالکل نہیں وہ کسی وقت نہیں بخشے گا۔ وہ تو مرتے وقت تک ساتھ رہے گا۔ اس واسطے لڑائی ہوئی۔ ایک نے دوسرے کے گھونسہ مارا منھ پر جس سے اس کا دانت ٹوٹ گیا۔ بس دانت ٹوٹتے ہی اس گھونسہ مارنے والے کو خیال ہوا۔ افسوس میں تو تبلیغ میں چلّہ دے چکا ہوں، جماعت میں گیا تھا۔ بڑی خطا ہوئی میرے سے تو۔ اب بڑا پریشان ہوا۔ آیا اپنے میاں

جی کے پاس ۔میاں جی لڑائی میں دانت ٹوٹ گیا میرے ہاتھ سے دوسرے کا۔ بتلاؤ اس کی کیا سزا ہے ۔قرآن میں دیکھ کے بتاؤ ۔میاں جی نے قرآن کا مطالعہ کیا اور اس میں پڑھا السِّن بِالسِّنِّ۔ دانت کابدلہ دانت ۔کہا بہت اچھا لیٹ گیا اور جس کا دانت ٹوٹا تھا اس سے کہا لے بھئی تو توڑ لے میرے دانت ۔جس طرح سے ہو سکے توڑ لے ۔میری طرف سے اجازت ہے ۔وہ آیا اس سے نہیں ٹوٹا۔ وہ سینے پر بیٹھے بیٹھے پوچھتا ہے ۔میاں جی معاف کرنا کیسا ہے؟ میاں جی نے کہا قرآن پاک میں آیا ہے۔

"وَاَنْ تَعْفُوْا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاَنْ تَعْفُوا خَیْرٌ لَّکُمْ" (سورۃ البقرۃ)

میاجی نے کہا معاف کرنا اعلیٰ بات ہے ۔اس نے کہا میں نے معاف کر دیا۔تو یہ انقلاب ہوا۔طبائع میں انقلاب ہونا معمولی بات نہیں بہت بڑی چیز ہے ۔جن لوگوں کی زندگی اس طرح سے گزری وہ لوگ یہاں تک پہنچ جائیں یہ معمولی بات نہیں اگر یہ غلطی سے کسی وقتی جذبہ، کسی وقتی داعیہ سے یہ غلطی سرزد ہوگئی اور دانت ٹوٹ گیا تو فوراً انتقام دینے کو تیار اور جو کچھ وہ فیصلہ کردے اس کے واسطے وہ آمادہ۔

کام کی عظمت کو سمجھیں

اس لئے میرے محترم دوستو اور بزرگو! ضرورت ہے کہ ہم لوگ اس کام میں حصہ لیں۔ اور حصہ لینے کی یہی صورت ہے کہ اس کام کی اہمیت کو دیکھیں ۔حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو جب تبلیغ کے واسطے نکلو تو پہلے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر یہ سوچ لو کہ یہ کام اتنا اہم اور عظیم الشان ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کام کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے۔ یہ کام کیسا کام ہے ۔معمولی کام نہیں۔ یہ نہیں کہ دو پیسے کا سودا خریدنے کے لئے جارہے ہیں ۔ایسا کام نہیں ۔تفریح کے لئے جارہے ہیں ۔ایسا کام نہیں بلکہ اس کام کی عظمت کو دل میں بٹھاؤ۔اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا ہے ۔اور انھوں نے

بڑی مشقتیں اٹھائیں ۔بعضے بعضے پیغمبروں کو آرے سے چیرا گیا ہے،بعضوں کو آگ میں ڈالا گیا ہے،بعضوں کو قتل کیا گیا ہے،بعضوں پر پتھر برسائے گئے ہیں ۔انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ چیزیں پیش آچکی ہیں ۔جب اس کام کو اٹھانا اور سنبھالنا ہے اس کو لے کر چلنا ہے تو اس کام کے جو پیش رو ہیں ،مقتدیٰ ہیں ،ان کے حالات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ان کے او پر کیا گذری ۔لہٰذا اس کام کی اہمیت اور عظمت کو دل میں قائم کر کے تضرع و عاجزی کے ساتھ درخواست کر کے دعا کریں کہ اے اللہ! ہم لوگ نا اہل ہیں ہمارے ایمانوں میں پختگی نہیں ہمارے اخلاق میں پختگی نہیں ۔آج ہمارے اعمال و اخلاق کی وجہ سے غیر مذہب والوں کے سامنے شرمندگی ہوتی ہے ۔ارے یہ مسلمان! مسلمان تو بڑے اخلاق کا ہوتا تھا۔

شہزادہ فارس کا قبول اسلام

اعلیٰ کیریکٹر ہوتا تھا اس کا ۔آج یہ کیا بات ہے ۔اعلیٰ کیریکٹر کا تو یہ حال تھا کہ جنگ فارس کے وقت میں جب شہزادہ فارس گرفتار کر کے لایا گیا ہے اس کے لئے سزائے قتل تجویز تھی ۔ جب اس کو قتل کرنے کا وقت آیا تو اس سے پوچھا گیا کہ تمہاری کوئی آخری حسرت ہے؟ آخری خواہش ہے ۔دنیا سے جانے سے پہلے کوئی خواہش ہو تو بتاؤ ۔اس نے کہا مجھے توقع نہیں کہ آپ لوگ میری خواہش پوری کریں گے ۔کہا نہیں پوچھ اسی واسطے رہے ہیں تم سے بتاؤ کیا خواہش ہے ۔اس نے کہا مجھے پیاس لگ رہی ہے پانی پلا دو ۔کہا اچھی بات ہے ۔ایک کٹورے میں پانی لایا گیا ۔اس نے کہا اچھا وعدہ کر لو کہ جب تک میں یہ پانی نہیں پیوں گا اس وقت تک مجھے قتل نہیں کرو گے ۔اچھی بات ہے یہ ہمارا وعدہ ہے ۔اس نے کہا قسم کھالو ۔انھوں نے کہا قسم کھانے کی ضرورت نہیں ۔مسلمان کا قول ہی قسم ہے ۔یہ بات تھی کہ مسلمان جھوٹ نہیں بولتا ۔جو مسلمان نے زبان سے بات کہدی وہی اس کے لئے قسم ہے ۔یہ اس کے کیریکٹر کا حال تھا ۔ اتنا پختہ ہوتا تھا ۔آج تحریریں لکھائی جاتی ہیں ،کوئی بیع نامہ کیا جاتا ہے تو اس کی تحریر لکھائی جاتی

ہے۔ تحریر لکھانے میں تو کوئی بات نہیں۔ اچھی بات ہے۔ پختگی ہو جائے گی لیکن یہاں تو عدم اعتماد کی وجہ سے ہے۔ اسے جھوٹا سمجھتے ہیں کہ کل کو اس نے انکار کر دیا تو اس تحریر کے ذریعہ سے ہم دعویٰ دائر کر سکیں گے۔ جب اس کے سامنے پانی لایا گیا تو اس نے پانی پھینک دیا اور کہا دیکھئے صاحب آپ نے وعدہ کیا تھا۔ جب تک میں یہ پانی نہیں پیوں گا اس وقت تک مجھے قتل نہیں کرو گے۔ اب یہ پانی تو پینا ناممکن ہے زمین پر گر گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا، ہم دھوکہ نہیں کریں گے۔ آزاد کر دو۔ چھوڑ دیا اس کو۔ جب آزاد کر دیا آزاد ہونے کے بعد کہتا ہے:

"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"

کلمہ پڑھتا ہے اور پھر اس نے بتایا کہ میں اپنے دل سے تو مسلمان ہو چکا تھا بہت دیر پہلے۔ لیکن میں گرفتار تھا اور میرے لئے سزائے قتل تجویز تھی اور مجھے یہ اندازہ تھا کہ اگر میں نے اسی حالت میں اسلام ظاہر کیا تو لوگ یہی سمجھیں گے کہ یہ موت کے ڈر سے مسلمان ہوا۔ اس لئے میں چاہتا تھا کہ کسی طرح سے آزادی مل جائے اس وقت اسلام کا اظہار کروں۔ تو کیریکٹر کا یہ حال تھا مسلمان کے۔ دوسرے دھوکہ کرتے رہیں ہم دھوکہ نہیں کریں گے۔

ایک محدث کی حالت

ایک محدث تھے، ان کے یہاں کا یہ حال تھا کہ جس غلام کو دیکھتے کہ یہ غلام زیادہ نماز پڑھتا ہے اس کو آزاد کر دیتے۔ غلاموں کو معلوم ہوگئی یہ بات، لمبی لمبی نمازیں پڑھنا شروع کر دیں غلاموں نے۔ سارے صوفی بن گئے اور وہ محدث سبکو آزاد کر دیتے۔ کسی نے اطلاع کی ان کو کہ یہ تو نماز اس واسطے پڑھتے ہیں تا کہ آزاد ہو جائیں۔ تو انھوں نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے دین کی خاطر ہم کو دھوکہ دے گا ہم اس کے دھوکہ میں آجائیں گے۔ کوئی حرج نہیں یہ دھوکہ دیتے ہیں بہت اچھا۔ یہ جانیں۔ ہماری طرف سے آزاد ہے۔ آزاد کر دیتے۔

....

حضرت عمر ابن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً کے دور کا واقعہ ہے جب کوئی شخص مسلمان ہوجاتا تھا تو اس کا جزیہ معاف کردیتے تھے۔محصول معاف،محصول جو حفاظت کیلئے لیا جاتا تھا،انکی نگرانی کیلئے وہ محصول معاف کردیتے تھے،جب کبھی بھی کوئی مسلمان ہوجاتا تھا۔انکے عامل نے اطلاع کی کہ خزانہ خالی ہوگیا۔ذمی لوگ کثرت سے مسلمان ہورہے ہیں،جزیہ ان سے معاف ہورہا ہے۔اب آمدنی نہیں رہی ہے خزانہ میں۔کیا زوردار جواب دیا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ بُعِثَ هَادِيًا وَّلَا جَابِيًا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا ہادی بنا کر ہدایت دینے کے لئے،جابی روپیہ بٹورنے والا نہیں تاکہ روپیہ بٹوریں۔اس واسطے جزیہ تو معاف ہوہی جائے گا چاہے کوئی اپنے اسلام لانے میں صادق ہو یا نہ ہو،یہ وہ جانیں لیکن جزیہ معاف۔بے شمار واقعات سے ساری تاریخیں اکابر کی،مشائخ کی،سلاطین کی،خلفاء کی بھری ہوئی ہیں کہ مسلمان اپنے قول کا،اپنے فعل کا بہت پختہ ہوتا تھا،اس کا کردار بہت اعلیٰ ہوتا تھا اس کی مثال ملنی مشکل ہوتی تھی دور دور تک۔اس کردار کو واپس لانے کے لئے،اس اعلیٰ کردار کو دوبارہ رائج کرنے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس اخیر دور میں یہ طریقہ جاری فرمایا جو بہت زیادہ مفید اور کارآمد ہے۔تجربہ اور مشاہدہ ہے اس کا۔جس جگہ پر یہ حال تھا کہ نماز نہیں جانتے تھے کلمہ نہیں جانتے تھے۔پچیس برس تک محنت کی اور جانکاہ محنت کی۔گرمی کے زمانے میں چلے سردی کے زمانہ میں سفر کیا،برسات میں بھی سفر کیا۔غرضیکہ بہت ہی پریشانیاں اٹھائیں،لیکن ہر پریشانی خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کی۔

پہاڑ پر چڑھتے ہوئے حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

ایک مرتبہ ایک پہاڑ پر چڑھنا ہوا شام کے وقت جب وہاں پہونچے تو ایک صاحب

سے کہا حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ نے بھائی! دیکھ نبی اکرم ﷺ نے کتنے پہاڑ چڑھے اس دین کی خاطر، آج ایک پہاڑ پر چڑھنے کی سنت ادا ہوئی تجھ سے۔ یہ کتنا مبارک دن ہے۔ یہ حضرات اس بات پر خوش ہوتے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کو زندہ کرنے کا موقع آیا۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے رات بھر نماز پڑھی۔ معمول تھا رات بھر کھڑے ہو کر قرآن پاک سنا کرتے تھے رمضان المبارک میں۔ پیروں پر ورم آ گیا پنڈلیوں پر ورم آ گیا۔ اس پر چہرے پر اتنی بشاشت کہ حضور اکرم ﷺ کے پیر مبارک پر بھی ورم آیا تھا۔ آج اللہ نے ہمیں بھی اس سنت پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ یہی چیز ان حضرات کی خوشی کا ذریعہ ہوتا تھا، خوش کرنے والی چیز ہوتی تھی کہ نبی اکرم ﷺ کی ایک سنت زندہ ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ کی ایک سنت پر ہمیں عمل کرنے کی توفیق ہوئی۔

مکاتب اور پنج کوسہ کا قیام اور اس کے اثرات

اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم ہے۔ دین کی خاطر مشقتیں برداشت کی۔ پچیس برس تک محنت کی۔ ہر جگہ پر اپنا مبلغ چھوڑا ہر جگہ مکتب قائم کئے اور ان مکاتیب میں مدرسین کی تنخواہ اپنے پاس سے دی۔ گاؤں والوں سے نہیں مانگی چندہ نہیں کیا۔ پچیس برس کے بعد پھر جانا ہوا۔ پانچ پانچ کوس کے علاقہ کے جو دیہات تھے ان کا ایک علاقہ بنا کر پنج کوسہ تجویز کر دیا۔ ایک جگہ پر پہونچے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ بھئی بتلاؤ اس پنج کوسہ میں کیا کام ہوا پچیس برس میں۔ وہ جو شخص مستقلاً مبلغ موجود تھا اس نے بتلا دیا کہ حضرت ہمارے اس پنج کوسہ کے علاقہ میں تین یا چار آدمی ایسے ہیں جو تہجد کے پابند نہیں باقی سب تہجد کے پابند ہیں۔ جہاں نماز سے واقف نہ تھے

وہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس محنت کی برکت سے یہ انقلاب فرمایا کہ تین یا چار آدمی ہی صرف ایسے ہیں جو تہجد کے پابند نہیں باقی سب تہجد کے پابند ہیں۔ایک جگہ پہونچے وہاں بتلایا کہ چار پانچ آدمی ایسے ہیں جو جماعت کے پابند نہیں ورنہ سب کے سب جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے پابند ہیں۔ایک پنچ کوسہ میں جہاں سخت ترین لڑائی اور سر پھٹول رہتی تھی،کسی نے کسی کا ہاتھ توڑ دیا۔مار کر سر توڑ دیا۔یہ چیز رات دن رہتی تھی وہاں۔دریافت کیا۔بتلایا کہ اس پانچ کوس کے علاقہ میں کوئی دو مسلمان ایسے نہیں کہ جن کے درمیان آپس میں لڑائی اور عداوت ہو۔سب کے سب بھائی بھائی بن کر رہتے ہیں۔کتنا بڑا انقلاب ہے۔طبائع کا انقلاب لانا۔بڑی چیز ہے۔

سب سے بڑا جہاد

اس لئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آج کا جہاد سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ جس دل میں دین کی قدر نہیں اس کے اندر دین کی قدر پیدا کر دینا، دین کی تڑپ پیدا کر دینا۔جب دین کی طلب ہوگی تو آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف عالیہ کو بھی تلاش کرے گا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق جمیلہ کو بھی دیکھے گا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام پاکیزہ زندگی کو اختیار کرے گا۔ہر بات میں لوگوں سے پوچھے گا کہ اس میں سنت کا طریقہ کیا ہے۔اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ارشاد ہے۔اپنی زندگی کو آزاد نہیں رکھے گا بلکہ پابند بنا دے گا جبکہ دین کی طلب ہوگی۔اگر دین کی طلب نہیں ہوگی تو پھر کچھ نہیں ہوگا۔یہ آپ جانتے ہیں کہ تبلیغ میں تقریریں اصل نہیں۔تقریر جو کی جاتی ہے وہ کچھ لچھے دار نہیں ہوتی۔تقریروں کی ضرورت بھی نہیں،وہ تو صرف لوگوں کو آمادہ کرنے کا ذریعہ ہے۔اصل مقصود تو کام ہے عمل ہے۔اس کام اور عمل کو اختیار کرنا یہ مقصود ہے۔اسی کے ذریعہ سے ہوتا ہے جو کچھ ہوتا ہے۔تقریر تو محض آمادہ کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

آداب گشت

مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو جب تبلیغ کیلئے چلو تو دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے گناہوں سے توبہ کرکے استغفار کے ساتھ اور یہ تصور کرتے ہوئے کہ اللہ پاک نے اس کام کے لئے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا۔آج یہ کام ہم جیسے نااہل اور ناکارہ لوگوں کے سپرد کردیا۔اے اللہ اس کو خراب ہونے سے بچا۔اے اللہ ہمارے گناہوں کی نحوست کی وجہ سے یہ بے تاثیر نہ ہوجائے۔یہ تصور کرکے چلو۔اور ہلکی ہلکی آواز سے ذکر میں مشغول رہو۔ سبحان اللہ! اللہ پاک ہے ہر عیب سے۔الحمد للہ! ہر خوبی اللہ کیلئے ہے۔لا الہ الا اللہ حکم ماننے کے قابل صرف اللہ کی پاک ذات ہے۔اللہ اکبر۔اللہ سب سے بلند اور بالا ہے۔ خاص کر لفظ اللہ اکبر کو کہتے ہوئے جاؤ اور جہاں کسی بھائی سے ملاقات ہو اس کے آس پاس کھڑے ہوجاؤ اور ہر شخص اپنے قلب سے زبان سے ذکر میں مشغول رہے،دھیان اللہ کی طرف رہے۔اس فضا میں معاصی بھرے ہوئے ہیں۔ظلمت بھری ہوئی ہے،ضلالت و جہالت بھری ہوئی ہے۔اللہ کے ذکر سے اس فضا کو منور ومعطر کرو تا کہ وہ جہالت دور ہو،اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت قریب ہو۔آہستہ آہستہ کلمات پڑھتے رہو۔

متکلم کا ادب

ایک شخص متکلم ہو اور وہ یہ سوچے کہ یا اللہ کسی طرح سے ایسا ہو کہ بغیر میرے کہے خود بخود اس بھائی کے جی کے اندر یہ بات آجائے جو میں کہنا چاہتا ہوں۔تیرے دین کو اس تک پہونچانا چاہتا ہوں۔یہ بات تو خود اس کے قلب میں ڈال دے مجھے کہنے کی نوبت نہ آوے اور پھر یہ سوچے کہ اگر کوئی اور شخص کہتا تو اچھا تھا میرے کہنے کے بجائے۔پھر کہے اس سے نہایت ادب واحترام کے ساتھ یہ سمجھتے ہوئے کہ میں گنہگار ہوں بہت زیادہ گنہگار ہوں۔اگر

وہ شخص چھوٹا ہے تو یوں سمجھے کہ ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے ابھی اس نے گناہ کہاں کئے بہت کم گناہ کئے ہوں گے۔ میری عمر زیادہ ہے میری ڈاڑھی سفید ہوگئی گناہ کرتے کرتے میرا منہ نہیں کہ اس کے ساتھ کوئی بات کہہ سکوں دین کی، دعوت دے سکوں اور اگر عمر میں بڑا ہے تو سوچے کہ اس نے نیکیاں زیادہ کی ہوں گی، اللہ کو زیادہ یاد کیا ہوگا۔ زیادہ عمر گذری اس کی، میں کس منہ سے کہوں۔ اپنے اندر پوری پوری ندامت کا احساس کر کے پھر اس سے کہے۔ اس کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ بھائی کلمہ پڑھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے اپنا کلمہ آپ کو سناتا ہوں آپ میرا کلمہ سن لیں۔ اگر اس میں غلطی اور کوتاہی ہے تو اس کی آپ اصلاح کر دیں۔ آپ میرے گواہ بن جائیں اور پھر آپ اپنا کلمہ سنا دیں تا کہ میں آپ کا گواہ بن جاؤں۔ ہم دونوں حضور اکرم ﷺ کی امت کے دو بھائی ہیں۔ آپس میں ایک بھائی کا دوسرے بھائی پر حق ہوتا ہے۔ اس واسطے کلمہ پڑھنے سے گواہ بن جائیں گے ایک دوسرے کے۔ اور آپ ہمارے ساتھ فلاں مسجد میں آج نماز پڑھ لیں۔ گشت کے لئے چل رہے ہیں۔ ذرا آپ بھی مہربانی کر کے تشریف لے آئیں۔ جب وہ ساتھ ہولیں لے جائیں ان کو۔ اس طریقہ پر اس سے بات کریں اگر وہ اس کو قبول کر لیتا ہے۔ بہت خوشی کا اظہار کرنا ہے کہ اللہ تیرا شکر ہے احسان ہے، تو نے اس بندہ میں کتنی خوبیاں رکھی ہیں کہ ایک مرتبہ اس کے سامنے بات پیش کی گئی اس نے قبول کر لی اور اگر وہ ناخوشی کا اظہار کرے قبول نہ کرے تو پھر یہ سوچے کہ میرے اندر یہ کھوٹ ہے، میرے اندر خرابی ہے ورنہ تو یہ دعوت کو ضرور قبول کر لیتا۔ اس طریقہ پر کام کریں۔

جماعت بننے اور نکلنے پر یہ نہ سمجھیں کہ ہمارا مقصد پورا ہوگیا

اور جس بستی میں جائیں وہاں اگر جماعت کا استقبال ہو لوگ خوشی کے ساتھ آجائیں۔ ٹھہرنے کا بھی انتظام کریں آپ کی تعلیم میں بھی شرکت کریں، گشت میں بھی شریک ہوں، جماعت بھی بن جائے باہر نکلنے کا بھی موقعہ مل جائے تو آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہمارا کام ہوگیا۔ اور فرمایا

کرتے تھے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ یہ ہم سمجھ لیں کہ ہمارا کام ہوگیا، ہمارا مقصد حاصل ہوگیا ورنہ اندیشہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں جب حاضری ہوگی، حساب کتاب ہوگا وہاں آپ سے یہ نہ کہہ دیا جاوے کہ جس مقصد کے لئے آپ نے دنیا میں کام کیا تو وہ تو مقصد وہیں حاصل ہوگیا پھر ہم سے کیا چاہتے ہو۔ اس واسطے یوں نہ سمجھے کہ ہمارا مقصد حاصل ہو گیا۔ ہمارا مقصد تو اس دنیا میں حاصل ہوتا ہی نہیں۔ ہمارا مقصد کیا ہے؟ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہر قدم پر ہر بول پر ہر سانس پر اللہ کی خوشنودی ہم کو نصیب ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے خزانۂ عامہ سے ہمیں کچھ ملے۔ ہمارا مقصد تو وہ ہے اس دنیا میں جو کچھ آتا ہے وہ تو انعام و جیز ہے مختصر سا انعام ہے جو اس دنیا میں مل جاتا ہے ورنہ تو حقیقت میں اس دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے انعامات کو سمونے کی طاقت نہیں۔ یہ دنیا برداشت نہیں کرسکتی۔ اس لئے یوں نہ سوچے کہ حصول مقصد ہوگیا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اے اللہ تیرا شکر ہے تو نے ان بھائیوں کے اندر وہ صلاحیت عطا کر رکھی ہے کہ انھوں نے اس دعوت کو قبول کیا وہ آمادہ ہو گئے۔ اے اللہ ان کو کھڑا کردے یہ دین کے کام کیلئے آگے بڑھیں۔

جماعت اگر نہ بنے تو مایوس نہ ہوں

اگر وہ قبول نہ کریں اور دعوت کی جماعت کی تشکیل نہ ہو پائے وہاں استقبال نہ ہو تو ان سے ملول نہ ہوں، رنجیدہ نہ ہوں یوں نہ سمجھے کہ ہم ناکام رہے جماعت کامیاب نہیں ہوئی۔ دیکھو جماعت تو ہر وقت کامیاب ہے اس کے تو ناکام ہونے کا سوال ہی نہیں۔ اس واسطے کہ اس کا کام کیا ہے جس کو کامیابی کہا جاتا ہے وہ کام کیا ہے۔ وہ کام ہے اللہ کی خوشنودی۔ لہٰذا یہ سوچتے ہوئے کہ اللہ کے دربار عالی سے ہمیں کچھ ملے گا۔ یہ سوچتے ہوئے قدم بڑھائیں گے۔ آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ ہمت بلند ہوتی چلی جائے گی۔ یہ نہ سوچے کہ ہم ناکام ہوئے اور مایوس ہو کر بیٹھ جائیں۔ ایسا نہیں۔

....

منوانا ہمارا کام نہیں

دیکھئے منوانا تو پیغمبروں کی بھی ذمہ داری نہیں ہے۔ منوانا تو صرف اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے وہ جس کو چاہیں گے منوادیں گے نہیں چاہیں گے نہیں منوائیں گے۔ پیغمبروں کی ذمہ داری بھی منوانا نہیں ہے بلکہ کام بتانا راہ پر لگانا کوشش کرنا خوشامد کرنا کوشش کرتے رہنا یہ ہے۔ اس کام میں لگا رہنا چاہئے۔ جو شخص اس کام میں لگا رہے گا وہ کامیاب ہے چاہے اس کی کوشش سے کسی ایک جگہ میں جماعت نہ بنی ہو۔ چاہے اس کی کوشش سے ایک آدمی بھی نماز پڑھنے کے لئے نہ آیا ہو لیکن وہ کامیاب ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں جنت میں داخلہ ہوگا اور انبیاء علیہم السلام جنت میں آئیں گے۔ کئی پیغمبر ایسے ہوں گے جن کے ساتھ دس آدمی، کسی کے ساتھ نو، آٹھ سات چھ پانچ چار تین دو ایک، بعضے پیغمبر ایسے ہوں گے کہ ان کے ساتھ ایک آدمی ہوگا۔ یعنی زندگی بھر اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہونچایا لیکن ایک شخص ان پر ایمان لایا۔ لیکن ان کی پیغمبری میں کوئی فرق نہیں۔ جس طرح سے پیغمبر اولوالعزم آئے تھے اسی طرح سے وہ ہیں۔ ان سے یہ مطالبہ نہیں ہوگا کہ لوگوں نے کیوں نہیں مانی تمہاری بات۔ وہاں تو یہ مطالبہ ہوگا کہ تم نے کتنی پہونچائی۔ کتنی محنت کی اس راستے میں کتنی جدوجہد کی کتنا سر کھپایا۔ وہاں تو یہ سوال ہوگا۔ بعضے پیغمبر ایسے ہوں گے کہ جن کے ساتھ ایک بھی آدمی نہیں ہوگا۔ ایک جماعت کے لئے ان کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا وہاں زندگی بھر کوشش کی اور زندگی بھر کوشش کرنے پر بھی ایک آدمی بھی ان پر ایمان نہیں لایا۔ لیکن ان کی پیغمبری میں کوئی فرق نہیں۔ آپ دیکھئے ایک بینک ہے۔ سرکاری اس کی حفاظت کے لئے سپاہی کھڑا ہوا ہے۔ بندوق ہاتھ میں لئے ہوئے ہے تاکہ چور کو پکڑے۔ وہ پہرہ دے رہا ہے اس کی ساری زندگی گذر جاتی ہے بسا اوقات کہ ایک بھی چور کو نہیں پکڑا پوری زندگی میں۔ کیا اس کی ملازمت میں کمی ہے؟ اس کی ملازمت میں

کمی نہیں ہے۔ وہ تو بس اسی طریقہ پر تنخواہ پانے کا مستحق ہے کہ اپنی جگہ پر وہ کھڑا ہوا ڈیوٹی دے رہا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ڈاکو آ بھی گئے اور آ کر اس سپاہی کو پکڑ لیا۔ باندھ دیا اور قتل بھی کر دیا تو بھی وہ مجرم نہیں۔ اس لئے کہ اس نے اپنی کوشش پوری کر لی۔ اس سے تو مطالبہ صرف اتنا ہے کہ تم نے کوشش کتنی کی ہے۔ اس کوشش کو سامنے لایا جائے۔ اس کوشش پر اجر مرتب ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے جو داد و دہش ہے وہ بندہ کی نیت اور اسکے عمل کے مطابق ہے۔ اخلاص کے ساتھ جس قدر زیادہ جدوجہد کرے گا اس قدر اس کو اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا مرتب ہوگی اور اگر کسی نے یہ سوچا کہ اس دنیا میں میری کوشش سے کوئی نہیں نکلتا وہ ہمت ہار کے بیٹھ جائے گا۔ ہمت ہار کے بیٹھ جائے گا تو کسی کا کیا بگاڑے گا۔ اپنے لئے اس نے ایک راستہ صاف کیا تھا۔ محنت کرنا شروع کی تھی۔ حق تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کرنا شروع کیا تھا اس راستے کو اس نے روک دیا۔ اپنے لئے دروازہ بند کر دیا۔ کسی کا کیا بگڑا۔

اپنی بڑائی اور دوسروں کی حقارت سے بچیں

یہ یاد رہے کہ اللہ کا دین ہمارا محتاج نہیں۔ ہم محتاج ہیں اللہ تعالیٰ کے دین کے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر ساری دنیا کافر ہو جائے تو بھی اللہ تعالیٰ کی خدائی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اگر ساری کی ساری مخلوق ایمان لے آئے تو بھی اللہ تعالیٰ کی بڑائی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ تو اپنی جگہ پر ایسے بلند و بالا ہیں کہ وہاں پستی کا نام ونشان نہیں، کوئی گنجائش نہیں، وہاں کمی کا کیا سوال۔ تو یوں نہ سمجھے کہ ہم دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ لوگوں کے پاس جا کر اپنا احسان جتانا شروع کر دیں کہ بھئی ہم بھی تجارت والے ہیں، ہم بھی کاروبار والے ہیں، ہمارے پاس بھی بیوی بچے ہیں، ہم بھی اپنا گھر چھوڑ کر آتے ہیں۔ لہٰذا تم بھی آؤ۔ آخر ہم اتنی پریشانی میں آئے تم خود سوچو اپنا احسان نہ جتائیں لوگوں پر بلکہ ان لوگوں کی خوشامد کریں۔ حق تعالیٰ کا فضل سمجھیں کہ اس نے ان سارے جھمیلوں سے آپ کو نکال کر اپنے کرم سے اپنے دین کی خدمت

کے لئے قبول فرمایا۔جتنی اس کو توفیق ہو جائے اتنا زیادہ اس کو شکر گذار ہونا چاہئے۔اللہ کا احسان مند ہونا چاہئے۔یہ نہ سوچے کہ میں دوسرے پر اپنا احسان جتاؤں گا۔اس احسان جتانے کے ثمرات اور نتائج خراب نکلتے ہیں۔اپنی طبیعت میں بڑائی پیدا ہوتی ہے کہ میں دین کی خدمت کر رہا ہوں۔میں تقریر کر رہا ہوں اور یہ دین کی خدمت نہیں کر رہا ہیں۔یہ بات بہت تباہ کرنے والی ہے، برباد کرنے والی ہے، جہاں اپنی بڑائی طبیعت میں پیدا ہو گئی کہ میں بڑا عالم ہوں میں دین کی خدمت کر رہا ہوں میں تقریر کر رہا ہوں۔اور یہ لوگ چھوٹے ہیں دین سے ناواقف ہیں، نہیں جانتے یہ چیز کیا ہے۔اگر یہ بات پیدا ہو گئی طبیعت میں، اس کی وجہ سے مسلمان بھائیوں کی حقارت پیدا ہونے لگی اگر طبیعت میں یہ نہایت خطرناک چیز ہے۔

ہر مخلوق کے ساتھ خیر خواہی

اسی واسطے تبلیغ کے چھ نمبروں میں سے ایک نمبر اکرام مسلم ہے۔کوئی شخص کتنا ہی گنہ گار ہو دین سے ناواقف ہو لیکن اللہ کا بندہ ہے۔اللہ کے ساتھ تعلق کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ خیر خواہی کی جائے۔یہ نہیں کہ وہ دیندار ہو تو اس کے ساتھ خیر خواہی کی جائے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ "خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ" (کنز العمال: ۴۴۱۵۴) اچھا آدمی وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہونچائے چاہے لوگ مسلم ہوں چاہے غیر مسلم ہوں۔چاہے دیندار ہوں چاہے بد دین ہوں، ان کو نفع پہونچانا چاہئے بلکہ ہر مخلوق کو نفع پہونچانا چاہئے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نفع پہونچانے میں یہ خیال نہیں فرماتے کہ یہ مسلمان ہے اسی کو نفع پہونچایا جائے۔یہ غیر مسلم ہے اس کو نفع نہ پہونچایا جائے۔اس دنیا میں نفع اٹھانے والے سب ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ رب العالمین ہیں تمام جہانوں کے رب ہیں۔چھوٹی سی چیونٹی بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو بھی روزی دیتے ہیں اس پر بھی رحم فرماتے ہیں۔کتے اور سوّر پر بھی رحم فرماتے ہیں۔انسان اور جن پر بھی رحم فرماتے ہیں۔

انسان جب اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے تو اس کو بھی سب کے ساتھ رحم کا معاملہ کرنا چاہئے۔ سلوک کا معاملہ کرنا چاہئے۔ باقی جس شخص کے اندر اوصاف عالیہ موجود ہیں وہ زیادہ تعظیم کا مستحق ہے۔ اس کی تعظیم اس کی حیثیت کے موافق کرنی چاہئے لیکن رحم اور خیر خواہی کا معاملہ سب کے ساتھ کرنا چاہئے۔

پڑوسی کے حقوق

حدیث پاک میں آتا ہے:

"لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اِذَا لَمْ یَاْمَنْ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ" (اتحاف السادۃ: ۶/۳۰۶)

تم میں کوئی شخص ایماندار کہلانے کا مستحق نہیں جب تک اس کے پڑوسی کو اس سے پورا امن نہ مل جائے۔ اگر پڑوسی ڈرتا رہے کہ نہ جانے میرا یہ پڑوسی کس وقت مجھ پر قدم اٹھا دے گا کس وقت میری دیوار گرا دے گا کس وقت کیا نقصان پہونچا دے گا۔ یہ بات نہیں ہونی چاہئے اور پڑوسی کے لئے کوئی قید نہیں کہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو۔ سب کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا معمول

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا جب ان کے یہاں کوئی اچھی چیز پکتی تھی ان کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے جب تک اس یہودی کے یہاں نہ بھیج دی جائے گی بطور تحفہ کے اس وقت تک میرے بچے اس میں سے کچھ نہیں کھا سکتے۔ گھر والوں کو اجازت نہیں دیتا ہوں کیونکہ پڑوسی کا حق بہت زیادہ ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اتنی

وصیت کی پڑوسی کے حقوق کی کہ یوں خیال ہونے لگا شاید یہ اس کو میراث میں بھی شریک کریں گے۔ تو پڑوسی کے لئے کوئی قید نہیں کہ مسلم ہو دیندار ہو بلکہ ہر ایک کے ساتھ حق ہے۔ پڑوسی کا حق مستقل ہے اس کو پہچاننے کی ضرورت ہے۔ مسافر کا حق مستقل ہے۔ بڑی عمر والے کا حق مستقل ہے ان کو پہچاننے کی ضرورت ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے جو حقوق بیان فرمائے یہ تمام زندگی کے شعبوں کو حاوی ہیں۔ کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے متعلق تفصیلات موجود نہ ہوں۔

چھ نمبر اور تبلیغی نصاب

اور یہ جو چھ نمبر مقرر کئے ہیں یوں نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ چھ نمبر ہی دین ہے سارا۔ نہیں اس کے اندر جامعیت ہے اور ان چھ نمبروں کے ذریعہ آہستہ آہستہ راستہ کھلتا ہے۔ ہر چیز کی طرف رہنمائی حاصل ہوتی چلی جاتی ہے۔ تبلیغی نصاب اس واسطے پڑھایا جاتا ہے کہ ان چھ نمبروں کے ذریعہ آہستہ آہستہ راستہ کھلتا چلا جائے اور چیزیں سمجھ میں آجاویں۔ میں نے جو بری حرکت کی کبھی خیال نہیں آیا دین کا۔ اب تبلیغ میں چلنے کے لئے نکلا ہے تو یاد آتا ہے کہ اوہو! میں نے فلاں کام بھی کیا تھا، فلاں حرکت بھی مجھ سے ہوئی تھی۔ اس کا بدل کیا ہے، اس کا حل کیا ہے۔ میرا نکاح صحیح ہوا یا نہیں۔ میں کس طرح سے اس حق سے دستبردار ہو سکتا ہوں۔ یہ چیزیں آتی ہیں۔ یہ کیا بات ہے؟ بات وہی ہے۔ چھ نمبر ایسے ہیں جیسے ایک بڑے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا۔ ان کو آدمی کھول کے بیٹھے، پڑھنا شروع کرے، عمل کرنا شروع کرے۔ آہستہ آہستہ دین کی ہر شاخ سامنے آتی چلی جائے گی۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ اتنا بڑا سمندر اس کے سینے میں بھر دیں گے کہ ساری زندگی کو حاوی ہوگا اور وہ چلتا چلے گا۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اعلیٰ درجہ کا مقبول ہو جائے گا۔ باقی جس شخص کو یہ چیز سمجھ میں نہ آوے کہ چھ نمبروں میں کیسے یہ چیز آ گئی عمل کر کے دیکھے آہستہ آہستہ ساتھیوں میں دوسرے لوگوں میں دیکھتے دیکھتے خود اس کی سمجھ میں آنا

002 Khutbat-e-Mahmood J-2f

شروع ہو جائے گا۔

اکرامِ مسلم اور حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

اس واسطے جب تبلیغ کے واسطے نکلیں ہمیشہ ہر مسلمان بھائی کا اکرام کریں۔ اس کے اکرام سے کسی بھی وقت غافل نہ رہیں۔ یہ اکرام بڑی دولت ہے۔ ایک دفعہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بڑے جوش میں یاد رکھو! بڑے سے بڑا عمل ایک مسلمان کی ادنیٰ دل آزاری سے اللہ کے یہاں بے رونق ہو جاتا ہے۔ آدمی کتنا بڑا عمل کرتا ہے گو اس کی فضیلتیں احادیث میں موجود ہیں لیکن اسکے ساتھ کسی مسلمان کی دل آزاری بھی ہوئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں بے رونق ہو جاتا ہے۔ حدیث پاک میں موجود ہے "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَيَدِہٖ" (مشکوۃ: ۱۵، ح: ۳۳)

سچا پکا مسلمان تو وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ نہ ہاتھ سے کسی کو اذیت پہونچا تا ہے نہ زبان سے کسی کو اذیت پہونچا تا ہے۔ اس واسطے ایذائے مسلم سے حفاظت ضروری ہے۔ اکرام مسلم کا لحاظ ضروری ہے۔

تبلیغی جماعت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں

جب یہ پہلی جماعت تیار ہوئی۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس جماعت کو تربیت دے کر گشت کرایا جگہ جگہ پر یہ جماعت گئی اور پھر اس کو تھانہ بھون بھیجا حضرت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز کے وطن اور یہ تاکید کی کہ دیکھو خاص تھانہ بھون نہیں جانا بلکہ آس پاس کے دیہات میں جاؤ۔ سات روز تک وہاں گشت کرو۔ پورے اصول کی پابندی کرو تا کہ جو لوگ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین، مریدین آنے والے ہیں ان کی خدمت میں آئیں اور آ کر کے تم لوگوں کی خبر دیں۔ جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خبر

پہونچے گی تو خود ان کے اپنے آدمیوں کے ذریعہ پہونچے گی سات روز تک گشت کر کے پھر جمعہ کی نماز حضرت کے پیچھے جا کر پڑھو اور جا کر حضرت سے عرض کرو کہ کام بہت اونچا ہے۔ ہم لوگ نا اہل ہیں ہماری نا اہلیت کی وجہ سے کام خراب نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری نا اہلیت کی وجہ سے اس کام کو خراب ہونے سے محفوظ رکھے اور نصیحت لو دعا لو ان سے۔ ایسا ہی کیا، جماعت گئی گشت کیا آس پاس دیہات میں اور پھر وہاں سے لوگ آنے شروع ہوئے اور بتایا کہ ایک جماعت ایسی ہے اور وہ یہ کہتی ہے۔ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آدمی کو بھیجا جاؤ تحقیق کرو کہ کون لوگ ہیں؟ ان کا مرکز خیال کہا ہے؟ کدھر سے آئے ہیں؟ کیا کہتے ہیں؟ کیا اصول ہیں ان کے؟ وہ تحقیق کر کر کے بتلاتے یہاں تک کہ جب جمعہ کا دن آیا تو یہ لوگ آئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اور حضرت نے ان کو روک لیا اور بلا کر ان کی باتیں پوچھی تم لوگ کون ہو ان کے اصول سارے پوچھے پھر رائے قائم فرمائی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا طرز ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اسی طریقہ پر دین کو پھیلایا کرتے تھے۔

تبلیغ میں نکلنے والوں کے لئے ہدایات

پیارے دوستو! جس شخص کو اس میں شرکت کی دولت نصیب ہو جائے وہ بڑا خوش نصیب ہے۔ بہت خوش قسمت ہے۔ اللہ نے وہ راستہ عطا فرمایا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا راستہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بڑی ترغیب دی ہے۔ اس واسطے آپ حضرات کے یہاں جو جوڑ ہوا ہے اس سے اب جماعت بن کر نکلیں گی دین کی اشاعت کے لئے بس اس میں پہلی چیز تو یہ کہ یوں سمجھے کہ ہم اپنے دین کی تکمیل کے واسطے اپنے دین کو پختہ کرنے، حاصل کرنے کے لئے نکل رہے ہیں۔ جو ہمارا بڑا ہمیں راستہ بتاتا جائے گا اس سے اپنے دین کی اصلاح کراتے چلے جائیں گے اور جتنا کچھ ہم نے سیکھا ہے اس کو دوسرے کے سامنے پیش کرتے چلے جائیں گے ہمارے سیکھنے میں جو کچھ غلطی ہے دوسرے بتائیں گے تو اس کی

اصلاح کرتے چلے جائیں گے۔اوران سب سے ہمارا مقصود ہے اللہ کو راضی کرنا،اللہ کے خزانہ سے لینا یہ مقصود اصلی ہے یہاں تک کہ اگر کوئی ناگوار بات پیش آجائے راستے میں تو اس کو بھی برداشت کرنا کہیں ڈانٹ ڈپٹ ہو جائے اس کو بھی برداشت کرنا لوگ اپنی مسجد میں ٹھہرنے نہ دیں،نکال دیں،لاٹھی مار کر نکال دیں اس کو بھی برداشت کرنا لڑنا نہیں۔مقابلہ نہیں کرنا۔اس واسطے کہ دین کی خاطر نکلیں ہیں،طالب بن کر نکلے ہیں۔اپنے دین کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔پھر اس طریقہ پر چل پھر کر ہمارے دین کا کوئی حصہ کہیں سے ملے گا،کوئی حصہ کہیں سے ملے گا۔کوئی کسی بزرگ سے کوئی عالم سے کوئی دیندار سے ملے گا ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔جہاں جہاں بھی جو چیز ملتی جارہی ہے اس کو جمع کرتے جارہے ہیں۔یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالی اپنی رحمتوں سے نوازے۔ہر کام کے لئے پہلے دعاؤں کی ضرورت ہے۔اس واسطے کے سب کے دل تو اللہ کے قبضہ میں ہیں،سب کی زبانیں بھی اللہ کے قبضہ میں ہیں۔جس دل کے اندر اس کام سے عداوت ہے کوئی ضروری نہیں کہ وہ عداوت دائمی ہو۔ہوسکتا ہے کہ آج عداوت ہو کل اللہ تبارک وتعالی اس کام کی محبت اس کے دل میں ڈالدے۔جب دل سب کے حق تعالی کے قبضہ قدرت میں ہیں تو پھر مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔اورعداوت کا مقابلہ،بدلہ عداوت سے نہیں دینا،گالی کا بدلہ گالی سے نہیں دینا۔بلکہ سلامتی کے ساتھ رہنا۔

مامون کے اخلاق

خلیفہ مامون الرشید کے حالات میں ہے کہ وہ ایک مرتبہ رات میں اٹھے۔انھوں نے غلام کو آواز دی۔غلام لیٹے ہوئے تھے کہیں ایک جگہ پر۔آواز دے رہے ہیں یا غلام یا غلام،تو وہ غلام جاگ رہے تھے مگر سب سوتے بن گئے۔لیٹے رہے۔پھر ایک نے کہا کہ ان غلاموں کو قتل کردو۔پھانسی دیدو۔نہ دن میں چین نہ رات میں چین۔ہر وقت یا غلام یا غلام۔مامون الرشید خلیفہ ہونے کے باوجود خاموش واپس چلے گئے۔کسی وزیر کو معلوم ہوا۔وزیر نے شکایت کی بادشاہ

سے کہ غلام بہت بداخلاق ہو گئے ہیں ان کی اصلاح کی ضرورت ہے۔خلیفہ نے جواب دیا۔کیا ان کی بداخلاقی کو درست کرنے کے لئے میں بداخلاق بنوں۔تو بھئی اگر کوئی شخص بری بات کہتا ہے تو جو چیز جس کے پاس ہے وہ کہتا ہے۔ایک شخص کی زبان مانوس ہے بری باتوں سے اس کی زبان سے تو برے ہی الفاظ آئیں گے۔اچھے الفاظ کہاں سے آئیں گے۔اچھے الفاظ سیکھے ہی نہیں بیچارے نے۔ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اچھے الفاظ بولنے کی وہ اچھے الفاظ بولے گا۔حضورِ اکرم ﷺ نے بھی گالیوں کا جواب نہیں دیا۔غصہ کا جواب بھی نرمی سے دیا۔ پیارے دوستو! مسلمان تو اس لئے پیدا ہوا ہے کہ یہ ایثار کرے۔گالی کھا کر دعائیں دے۔نبی اکرم ﷺ پر پتھر برسائے جارہے ہیں لیکن آپؐ دعائیں دے رہے ہیں۔

"اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ" (اتحاف السادۃ:۸/۲۵۸)

[اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دیدے، اس لئے کہ وہ نہیں جانتے۔]

ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفین کیلئے ولی ہونے کی دعا

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے کہ ایک مرتبہ کسی دریا کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے یہ بادشاہت چھوڑ کر چلے گئے تھے فقیری اختیار کرلی تھی۔دریا میں ایک کشتی تھی۔اس کشتی میں اس قسم کے سر پھرے لوگ تھے۔انھوں نے کہا کہ یہاں مجلس رقص ہونی چاہئے۔مجلس سرور ہونی چاہئے۔گانا بجانا شروع ہوگیا وہاں ضرورت تھی ایک سر پٹے کی۔سر پٹا کیا کہ جس کو درمیان میں بٹھالیا جائے۔ایک شخص ادھر سے چپت مارے اسکے سر پر، ایک ادھر سے مارے۔ہنسی مذاق اڑائیں۔ایسا کوئی آدمی ہونا چاہئے۔تفریح کیلئے آدمی تلاش کرنے کے لئے گئے۔دیکھا بیٹھے ہوئے ہیں دریا کے کنارے پر حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ۔سمجھے کہ کوئی پاگل ہے باؤلا ہے۔پکڑ لائے۔لاکر کشتی پر بٹھالیا گیا اور ان کے ساتھ یہ معاملہ شروع ہو گیا۔چپت مارنے کا۔ایک نے ادھر سے مارا ایک نے اُدھر سے مارا۔یہ تھے بہت بڑے

ولی۔حدیث پاک میں ہے۔حدیث قدسی ہے:

"مَنْ اٰذیٰ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ او کما قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ علیه وسلم" (اتحاف السادة:۲۹۵/ ۵)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے کسی ولی کو اذیت دیتا ہے، میرے کسی ولی سے عداوت رکھتا ہے تو میری طرف سے اس کو اعلان جنگ ہے۔خدائے پاک کی شان یہ ہے اس کو لوگ گالیاں دیتے ہیں، اس کے ساتھ بتوں کو شریک کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ رحم فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ پھر بھی ان کو روزی دیتے ہیں، کھانے پینے کو دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں کہتے ہیں خداوند تعالیٰ موجود نہیں پھر بھی خدا تعالیٰ ان کی روزی نہیں بند کرتے۔تو خداوند تعالیٰ کی شان میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ تو خداوند تعالیٰ برداشت کر لیتے ہیں لیکن خدائے پاک کے کسی محبوب کسی ولی کو اگر اذیت پہنچائی جائے پھر خداوند تعالیٰ اس کو برداشت نہیں کرتے۔جب حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا تو غیر خداوندی کو جوش آیا۔وہاں سے ان کو الہام ہوا کہو تو ہم اس کشتی کو ڈبو دیں، سب کو غرق کر دیں۔مگر جواب دیتے ہیں کہ اے باری تعالیٰ جس طرح سے آپ کو قدرت ہے ان کو ڈبونے اور غرق کرنے پر، آپ کو یہ بھی تو قدرت ہے کہ ان اندھوں کی آنکھیں کھول دیں۔ان کو ہدایت دیدیں۔توجہ کی۔جتنے تھے سب کے سب ولی ہو گئے۔ان حضرات کا تو یہ حال تھا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا چور کے ساتھ سلوک

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے کہ اپنے گھر میں تہجد کی نماز میں مشغول تھے کوئی چور آیا۔آ کر گھر میں تلاش کیا کچھ سامان نہیں ملا۔ان کے سلام پھیرنے کا وقت آیا تو اسے پریشانی ہوئی کہ یہ دیکھ لیں گے مجھے۔چھپ گیا وہیں کہیں۔دوبارہ جب نیت باندھیں گے تب چلا جاؤں گا۔ان کو اندازہ ہو گیا کہ اس گھر میں چور ہے۔انھوں نے اپنی گدڑی

اس کے راستے میں ڈال دی اور پھر نماز کی نیت باندھ لی تا کہ محروم نہ جائے تو وہ لوگ دشمنوں کے ساتھ میں بدخواہوں کے ساتھ ایسا معاملہ کیا کرتے تھے۔

شنیدم کہ مردان راہ خدا
دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام
کہ بادوستانت خلاف است و جنگ

میں نے سنا ہے کہ خدا کے راستے کے مرد کہ انھوں نے دشمنوں کے دلوں کو بھی تنگ نہیں کیا بلکہ انھوں نے ان کے ساتھ بھی خیر خواہی کی ہے۔اس واسطے کہ مسلمان تو بدخواہوں کے ساتھ بھی خیر خواہی کرنے کے واسطے پیدا کیا گیا ہے۔خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلانے کے لئے پیدا ہوا ہے۔خود مصیبت اٹھا کر دوسروں کو راحت دینے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔اس لئے اپنے مقام کو سوچنا چاہئے۔

کھیل کود اور مسلمان

ایک مرتبہ ایک شخص نے پوچھا کہ مولوی صاحب یہ کھیل کود ہو رہا ہے، کرکٹ کھیل رہے ہیں۔لوگ شطرنگ کھیل رہے ہیں، کیا ہمارا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ہم کو کھیلنے کی اجازت نہیں۔میں نے کہا آپ اپنے مقام کو پہچانئے۔ایک شخص ہے جو ہوائی جہاز چلانا جانتا ہے۔ایک بستی میں حملہ ہونے والا ہے۔ضرورت ہے اس بستی سے جلدی سے جلدی لوگوں کو حملہ سے پہلے پہلے نکال لائے۔وہ جہاز لیکر جاتا ہے اور اس کی ڈیوٹی یہ ہے کہ بستی سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو نکال کر باہر لے آئے حملہ سے پہلے پہلے تا کہ تباہی بربادی سے بچ جائیں۔جاتے جاتے کہیں دیکھا کہ کرکٹ کا میچ ہو رہا ہے۔اب یہ بیوقوف کہتے کہ میرا کوئی حصہ نہیں اس کھیل میں۔ارے تمہاری ڈیوٹی کیا ہے۔تمہارے سپرد کیا کام کیا گیا۔کتنا بلند کام تمہارے سپرد کیا گیا۔

اس کو چھوڑ کر تم ادھر لگنا چاہتے ہو۔ خدائے پاک نے جو ذمہ داری مسلمان پر عائد فرمائی ہے۔ مسلمان دوسروں کا دیکھا دیکھی اس ذمہ داری کو چھوڑ کر لہو ولعب میں لگنا چاہتا ہے اس واسطے اپنی ذمہ داری کو پہچاننے کی ضرورت ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری ذمہ داریاں بیان فرمادیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو جمع کیا، محدثین نے ان کو کتابوں میں لکھا اور آپ تک اس کو پہونچادیا گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت نقل فرماتے ہیں۔ (عربی عبارت چھوٹی ہوئی ہے)

فرماتے ہیں سات چیزوں سے پہلے پہلے عمل کرلو۔ یہ دنیا میدان ہے سعی وعمل کا۔ جو شخص جس قدر سعی وعمل کرے گا اسی قدر انشاء اللہ اس کو کامیابی ہوگی۔ آفتیں ساتھ ساتھ لگی ہوئی ہیں، پریشانیاں درپہ ہیں۔ اس واسطے فرماتے ہیں کہ سات چیزوں سے پہلے پہلے عمل کرلو۔ کیا تم کو اس کا انتظار ہے کہ فقر آجائے۔ اللہ نے آج ہمیں مال و دولت دے رکھی ہے۔ روپیہ پیسہ پاس ہے اور عمل کرنے میں یہ روپیہ پیسہ مانع ہے کہتے ہو پیشہ کا حرج ہوگا، دکان کا حرج ہوگا، ملازمت کا حرج ہوگا۔ کیسے اعمال صالحہ کریں۔ بعضے بعضے آدمیوں پر حج فرض ہے مگر دکان کا کوئی خاص انتظام نہیں ہے۔ اس وجہ سے وہ حج نہیں کررہے ہیں۔ اتنا زیادہ مال اللہ نے دے رکھا ہے وہ روپیہ پیسہ پاس ہے اور عمل کرنے میں یہ روپیہ مانع ہے اعمال صالحہ میں کوتاہی ہے۔ اور عذر یہ ہے کہ کاروبار ختم ہو کر فقر آجائے تب عمل کروگے۔ اس لئے مال و دولت کی مشغولی کی حالت میں بھی اعمال صالحہ کرنا چاہئے۔ یہ مال و دولت تو خادم ہے اعمال صالحہ کا، معاون اور مددگار ہے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فقراء کا سوال

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ نماز پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں۔ یہ جتنے اہل دولت

اور ثروت ہیں یہ بھی نماز پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں۔ جو کام ہم کرتے ہیں وہ یہ کرتے ہیں۔ لیکن اللہ نے ان کو مال دے رکھا ہے۔ یہ صدقہ خیرات کرتے ہیں ہم صدقہ خیرات نہیں کر پاتے۔ ہمارے پاس مال و دولت نہیں۔ یہ لوگ جنت میں ہم سے آگے چلے جائیں گے ہم پیچھے رہ جائیں گے ان لوگوں کو یہ اشکال تھا کہ یہ مال و دولت والے نیک اعمال کر کے ہم سے آگے آگے جنت میں چلے جائیں گے اور ہم پیچھے رہ جائیں گے۔ ہمارے پاس تو مال و دولت ہے نہیں۔ ہم کہاں سے صدقہ کیا کریں۔ تو انھوں نے مالداروں کی حرص کی ہے اعمال صالحہ کی خاطر کہ ان کے پاس مال و دولت ہے یہ اعمال صالحہ کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کو ترکیب بتائی کہ تمہارے پاس مال و دولت نہیں ہے تو تم لوگ دوسرا طریقہ اختیار کر سکتے ہو۔ نماز کے بعد فلاں فلاں چیز پڑھ لیا کرو اور تسبیحات بتلادی ان لوگوں نے یہ شروع کردی۔ مالداروں نے دیکھا کہ ہمیشہ تو یہ لوگ نماز پڑھ کر چلے جایا کرتے تھے۔ اب بیٹھ کر کچھ پڑھتے بھی ہیں۔ سوچ ہوئی، فکر ہوئی۔ تفتیش کی۔ معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ سے دریافت کیا تو حضور اقدس ﷺ نے پڑھنے کیلئے بتلا دیا۔ فلاں فلاں چیز بتادی۔ انھوں نے بھی پڑھنا شروع کر دیا۔ ان فقراء اور مساکین کو پتہ چل گیا۔ انھوں نے آ کر پھر حضور اقدس ﷺ سے شکایت کی کہ حضورؐ وہ تو ان مالداروں کو بھی پتہ چل گیا ہے اور وہ بھی پڑھنے لگے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کے فضل کو میں کیسے روکوں۔ مقصد یہ کہ مالداری کی حالت میں بھی آدمی اعمال صالحہ کرسکتا ہے، حج کیلئے جاسکتا ہے، اللہ کے راستے میں نکل سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ فرصت نہیں، کاروبار کا کیا ہوگا، دکان کا کیا ہوگا، ملازمت کا کیا ہوگا چلے میں نکلنے سے اللہ کے راستے میں نکلنے سے، بلکہ مالداری کے ساتھ بھی اللہ کی راہ میں نکل سکتے ہیں، اعمال صالحہ کر سکتے ہیں۔ یہ نہ سمجھے کہ مال کمانے میں لگا ہوا ہوں کیسے عمل کروں۔ کیا اس کا انتظار ہے کہ فقر آجائے۔ خدانخواستہ۔ پہلے حضرات کا حال مالداری کی حالت میں بھی خرچ کرنے کا بہت کچھ تھا۔ اعمال صالحہ کرنے کا بہت کچھ تھا۔ اللہ کے راستے میں مالداری کی حالت میں بھی نکلتے تھے۔ مال بھی ان کے پاس بہت تھا۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا چندہ دینا

حضرت نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ چندہ کی فرمائش کی جہاد کے واسطے۔ لوگ اپنی اپنی حیثیت سے بہت زیادہ لے کر آئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی لائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ ہمیشہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ مجھ سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اعمال صالحہ میں۔ آج تو چندہ کا وقت آیا ہے۔ میرے پاس آج زیادہ وسعت ہے میں ان سے زیادہ لے جاؤں گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لے کر آئے۔ پوچھا حضور اقدس ﷺ نے اے ابو بکر گھر میں کیا چھوڑا۔ فرمایا حضور اقدس ﷺ اللہ اور اس کے رسول ؐ کا نام چھوڑا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑا۔ گھر کا جو سامان تھا روٹی پکانے کا سامان توا، چمچہ وغیرہ وہ بھی لاکر رکھ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا عمر تم کیا چھوڑ کر آئے ہو۔ تو انھوں نے بتایا آدھا چھوڑا آدھا لے آیا۔ بس اتنا تھوڑا فرق ہے دونوں میں۔ مال و دولت جنت کمانے میں رکاوٹ نہیں ہیں۔ بلکہ نیکی کمانے میں خادم ہیں بشرطیکہ ان سے خدمت کا کام لیا جائے اور بھئی حسن تدبیر سے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آدمی کام بھی لیتا ہے۔ آپ ہی غور کیجئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

قریش نے ایک مرتبہ کمیٹی کی حضرت نبی اکرم ﷺ کے خلاف کہ ہمارے بتوں کو پوجنے نہیں دیتے۔ منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں صرف ایک خدا کی عبادت کرو، ان کا خاتمہ کر دینا چاہئے۔ ایک شخص نے کہا مجھے اتنے روز دو تو میں ان کو ختم کر دوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار لے کر اٹھے کہ اچھی بات میں جاتا ہوں اس کام کے لئے۔ تلوار سنبھالی اور چل دیئے۔ راستے میں ایک اور صحابی ملے۔ انھوں نے پوچھا عمر کیا ارادہ ہے؟ بتلایا کہ حضرت محمد ؐ کا سر کاٹنے جا رہا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی بھی خبر لی ہے۔

....

تمہاری بہن اور بہنوئی تو مسلمان ہو گئے ۔ بس جو غصہ تھا ادھر کا اُدھر کو منتقل ہو گیا۔ گھر پہ پہونچے تو انھوں نے کواڑ کے سوراخ سے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آرہے ہیں ۔ چہرے پر غصہ کے آثار ہیں ۔ تناؤ ہے ۔ ہاتھ میں تلوار ہے ۔ ڈر گئے گھبرا گئے ۔ ایک صحابی جو ان کی بہن اور بہنوئی کو قرآن کریم پڑھا رہے تھے وہ بھی مکان کے ایک حصہ میں چھپ گئے اور انہوں نے بھی قرآن پاک کا وہ حصہ جس پر کچھ لکھا ہوا تھا اٹھا کر چھپا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور آکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ انھوں نے دروازہ کھولا پوچھا کیا کر رہے تھے تم؟ کیا پڑھ رہے تھے؟ کہا کچھ عربی عبارتیں پڑھ رہے تھے ٹلانا چاہا مگر کیسے ٹلتے ۔ ان کو خبر لگ چکی تھی ۔ یوں کہا میں سمجھ گیا مجھے معلوم ہوا کہ تم مسلمان ہو گئے ہو ۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن نے کہا کہ اگر مذہب اسلام سچا اور صادق ہو تو اس کے قبول کرنے میں کیا اشکال ہے؟ اس پر غصہ میں بھرے ہوئے تھے اور ایک چپت مارا بہن کو ۔ بہنوئی کی پٹائی کی ۔ بہن بہر حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن تھی ۔ فرمایا ہاں ہم نے تو مذہب اسلام قبول کیا ہے جو سچا ہے تمہارا جی جو چاہے کرو ۔ اب ان پر ندامت طاری ہوتی ہے کہ میں نے بہن کو مارا لہٰذا غصہ رخصت ہوا اور کہا میں بھی سننا چاہتا ہوں مجھے بھی سناؤ کیا ہے؟ انھوں نے سنایا۔ اب ان کی کایا پلٹ گئی ۔ حضور اکرم ﷺ جس مقام پر مقیم تھے وہاں گئے ۔ ان لوگوں نے دیکھا کواڑ کے ریس میں سے کہ عمر رضی اللہ عنہ آرہے ہیں ۔ حضور اقدس ﷺ کو اطلاع کی گئی ۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے وہاں ۔ حضرت حمزہؓ نے فرمایا گھبرانے کی بات نہیں ۔ اگر کوئی خیر کا ارادہ لے کر آرہے ہیں تب تو ٹھیک ہے ورنہ انہیں کی تلوار ہوگی انہیں کی گردن ۔ اور دروازہ کھولا گیا۔ حضور اقدس ﷺ نے پوچھا عمر کیا حال ہے؟ کب تک اس طرح سے پھرتے رہو گے؟ انھوں نے کہا میں تو اسلام لانے کے لئے آیا ہوں ۔ اسلام قبول کیا اور اسلام قبول کرتے ہی کہا کہ چلئے چل کر حرم شریف میں نماز پڑھیں ۔

حرم شریف میں نماز

اس وقت تک مسلمان حرم شریف میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے ۔ اتنی وحشت، اتنی

دہشت تھی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چلے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آگے آگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تلوار لئے ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور بھی صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ سب کے سب گئے۔ تو جہاں کفار ومشرکین کی کمیٹی بیٹھی ہوئی تھی انتظار میں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سر اتار کر لائیں گے انھوں نے دیکھا کہ معاملہ برعکس ہے۔ یہ کیا ہوا؟ ایک شخص آیا قریب میں۔ اس نے آکر کہا یہ کیا ہوا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کلمۂ شہادت ادا کیا اور تلوار اٹھا کر کہا کہ تم میں سے اگر کوئی شخص کسی برے ارادے سے آیا تو یاد رکھو اس کا سر اس کے قدموں میں پڑا ہوا ملے گا۔ غرض جو تلوار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر کاٹنے کے لئے چلی تھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس تلوار سے کیا کام لیا۔ وہی تلوار اللہ کے دشمنوں کے مقابلہ میں ہوگئی۔ جو چیز نقصان دہ ہے اس چیز کو بدل کر نفع کی چیز بنالینا یہ حکمت کی بات ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ مال و دولت کو آدمی نفع کی چیز بنالے اسی طریقہ پر کہ اس سے خدا کی خوشنودی حاصل کرلے، یہ حکمت کی بات ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا چندہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ چندہ کی تحریک پر مال لے کر بڑی تعداد میں لائے۔ اتنے اونٹ اور اتنی اشرفیاں میری طرف سے لکھوارہے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاکر جھولا بھرا ہوا اشرفیوں کا ڈال دیا۔ اتنا وسیع تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اٹھ نہیں رہا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دیئے ہوئے پیسوں کو دیکھ رہے ہیں اور مسرت کے آثار چہرہ مبارک پر تھے اور فرمارہے تھے کہ آج کے بعد اگر عثمان کوئی نفلی عبادت بھی نہ کریں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے اتنا کچھ دیدیا۔ تو مال کو آخرت کمانے کا جنت حاصل کرنے کا ذریعہ بنالیا جائے نہ یہ کہ مال کی مشغولیت کی وجہ سے آدمی دنیا کو فراموش کردے۔ اعمال صالحہ سے رک جائے۔ اس لئے فرماتے ہیں؛

هَلْ تَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا فَقْرًا مُنْسِيًا ۔

آج اللہ نے سب کچھ دے رکھا ہے، بے فکری بھی ہے ۔کیا اس کا انتظار ہے کہ سب کچھ دیا ہوا ختم ہو کر فقر آ جائے تب عمل کرو گے ۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی سخاوت

عجیب حال تھا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا۔حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے ہیں ۔ایسی حالت میں ہجرت کر کے گئے کہ ان کے پاس کچھ نہیں تھا۔ مدینہ طیبہ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کا بھائی انصار کو بنا دیا تھا جن کو ان کا بھائی بنایا تھا انھوں نے کہا دیکھو بھائی عبد الرحمن! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو ہمارا بھائی بنایا ہے ۔میرے مکان میں جتنی چیزیں ہیں سب کی سب آدھی تمہاری ہیں آدھی میری۔ میرے پاس دو بیویاں ہیں ۔ یہ تو مناسب نہیں کہ ایک بھائی کے پاس دو بیوی رہیں اور ایک خالی رہے ۔ان دونوں کو دیکھ لو ۔جونسی پسند ہو اس کو میں طلاق دے دوں گا۔اس کی عدت ختم ہونے کے بعد تم اس سے نکاح کر لینا ۔ یہ تو انھوں نے بھائی ہونے کا حق ادا کر دیا۔ادھر حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بلند حوصلہ کے تھے ۔انھوں نے کہا نہیں بھائی تمہارا مال بھی تم کو مبارک ہو، تمہاری بیوی بھی تم کو مبارک ۔ مجھے کچھ دھندہ کرنا آتا ہے ۔لہٰذا آپ مجھے بازار کا راستہ بتا دیں ۔انھوں نے دھندہ کیا اللہ نے برکت دی ۔آہستہ آہستہ بہت بڑھ گئے ۔ یہاں تک ہو گئے کہ میاسیر صحابہ میں سے ہو گئے ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک ہزار گھوڑے ان کی ملکیت میں تھے ۔جنگل کا جنگل بھرا ہوا تھا ان کے گھوڑوں سے ۔ایک ہزار اشرفی روزانہ کی آمدنی تھی ۔اور یہ گھوڑے تجارت کے واسطے نہیں تھے ۔ یہ گھوڑے کس کام آتے تھے ۔ جہاد کا اعلان ہوا۔ایک شخص نے آ کر کہا میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں میرے پاس گھوڑا نہیں ہے ۔ حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لو میرا گھوڑا ۔لو میری تلوار۔ایک ہزار آدمیوں کو گھوڑے

دیئے ۔ایک ہزار آدمیوں کو تلواریں دیں ۔اب جب میدان جہاد میں جارہے ہیں تو یہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اکیلے نہیں ہیں بلکہ ان کے ساتھ ایک ہزار اور ہیں ۔اس لئے کہ جتنا جہاد یہ لوگ کریں گے جوان کے گھوڑوں پر سوار ہیں اوران کی تلواریں ان کے ہاتھ میں ہیں ہر ایک میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا پورا پورا حصہ ہے ۔اتنے بڑے جنت کمانے والے مال دولت میں ان کا دل اٹکا ہوا نہیں تھا۔

مال کی جگہ

جیسے مولانا عبدالحلیم صاحب دامت برکاتہم نے بیان فرمایا تھا کہ مال کی جگہ باہر ہے اندر نہیں ۔جیب میں رکھی ہے صندوقچی میں رکھی ہے ۔بینک میں رکھی ہے ۔مگر باہر رکھی ہے دل میں نہیں ۔جیب میں رکھی ہے اگر چہ وہ جیب دل کے قریب ہو لیکن دل کے اندر نہیں ہونی چاہئے ۔اس کی مثالیں اور نظیریں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مبارک زندگیوں میں بڑی کثرت سے ملیں گی ۔ مالدار ہونے کے باوجود ان حضرات کو ادنیٰ سا بھی تعلق مال سے نہیں تھا کہ اس کی وجہ سے عبادت میں کمی ہو رکاوٹ پیدا ہو کہ اس میں لگ کر جماعت چھوٹ جائے تکبیر اولیٰ فوت ہو یا کوئی نماز قضا ہو جائے ۔یہ بات نہیں تھی ۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ایک صحابی چلے جارہے ہیں ایک جنگل میں کھیت میں سے گذرے ۔یہاں سے ایک نوجوان لڑکا اٹھا ۔اس نے کہا چچا میرے والد کا انتقال ہوگیا ۔انھوں نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا الیہ راجعون ۔ پھر اس نے کہا کہ میں نے جو کاغذات دیکھے حساب دیکھا، والد صاحب کے اتنے روپے آپ کے ذمہ واجب ہیں ان صحابی نے کہا اچھی بات ہے جب دل چاہے آ کر

لے لینا اپنے آدمی سے کہدیا کہ جب وہ لینے کے لئے آئیں دے دینا۔ اس کے بعد پھر اس طرف سے گذر ہوا تو وہ لڑکا اٹھا اور کہا کہ چچا میرے حساب کے سمجھنے میں غلطی ہوگئی۔ وہ اتنے میرے والد کے آپ کے ذمہ واجب نہیں بلکہ یہ تو آپ کے ہیں میرے والد کے ذمہ۔ انھوں نے کہا اچھا میں نے معاف کیا۔ کہنے لگا معافی کیسی میں تو دوں گا۔ انھوں نے فرمایا اچھی بات ہے دے دو۔ اس نے کہا سب تو ہے نہیں تھوڑے سے دوں گا۔ اچھی بات تھوڑے سے دیدو۔ اس نے کہا روپے تو ہیں نہیں یہ زمین کا ٹکڑا ہے لے لو۔ انھوں نے کہا بہت اچھا۔ اس نے زمین کا ٹکڑا دے دیا۔ انھوں نے وہیں مصلی بچھا کر دو رکعت نماز پڑھی اور چل دیئے۔ اسے وقف کر دیا۔ بے تعلقی کا یہ عالم تھا کہ وہ لڑکا کہتا ہے کہ میرے والد کے اتنے آپ کے ذمہ ہیں۔ اس پر بھی کہدیا بہت اچھا۔ کوئی حساب کتاب دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ تھے ان کے اس کے ذمہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کا دل مال کے ساتھ اٹکا ہوا نہیں تھا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا ترکہ اور قرضہ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی جو وفات ہوئی ہے شُرّاحِ حدیث کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ۵۵؍کروڑ کا ترکہ چھوڑا انھوں نے اور تقریباً ۲۲؍لاکھ کا قرضہ چھوڑا۔ اس طریقہ پر امانت دار تھے لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں رکھتے اور فرماتے کہ بھئی بعینہ میں اس کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنے رجسٹر میں لکھ لیا ہے باقی جب ضرورت ہو آ کر لے لینا۔ اور پھر اس کو خرچ کر دیتے۔ مال سے بے تعلقی کا یہ عالم تھا ان حضرات کا۔ ان حضرات کی پاکیزہ زندگی کو تلاش کر کے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ کبھی مال کی مشغولی کی وجہ سے نماز قضا نہیں ہوئی۔ دین کا کوئی کام نہیں چھوٹا۔ جہاد میں جانے سے نہیں رکے۔

....

کام کرنے کی ضرورت

اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جانے سے کبھی نہیں رکے۔ اس لئے ہم سب کو اس کام کو کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسا نہیں کہ ایک وقت کے بیان میں شریک ہو گئے۔ دوسرے وقت چلدیے اور شریک نہ ہوئے۔ تعلیمی حلقے ہیں اس میں بھی بیٹھنا ہے۔ مشورہ ہے جس جس کو طلب کیا جاوے اس میں بھی شریک ہونا چاہئے۔ تقریر ہے اس کو بھی سننا چاہئے۔ گشت ہے جن کے لئے تجویز کیا جاوے گشت میں بھی شرکت کرنا چاہئے۔ اگر کسی نے ایک کام میں شرکت کر لی دوسرے میں شرکت نہیں کی وہ ایسے ہی ہے جیسے کسی حکیم نے ایک نسخہ لکھا اس میں جو دوائیاں لکھی ہوئی ہیں اس میں سے دو دوائیں تو استعمال کر لیں تیسری دوا کو چھوڑ دیا۔ نسخہ نامکمل ہے فائدہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ آمین۔

دعا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے اللہ ہم سب کے گناہوں کو معاف فرما۔ اے اللہ چھوٹے بڑے سارے گناہوں کو بخش دے۔ اے اللہ تیری رحمت بہت وسیع ہے۔ یہ مبارک مہینہ ہے۔ اس مبارک مہینہ کی قدردانی نصیب فرما۔ اے اللہ جن لوگوں نے نام لکھوائے ہیں ان کے حوصلے بلند فرما۔ زیادہ سے زیادہ دور تک اور دیر تک وقت دینے کی توفیق عطا فرما۔ ان کے اندر پختگی عطا فرما۔ الٰہ العالمین ان سب کو قبول فرما۔ اے اللہ جنھوں نے نام نہیں لکھائے ان کو نام لکھانے کی توفیق عطا فرما۔ جن کو واقعی عذر ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے عذر کا انتظام فرما۔ جن کو واقعی عذر

نہیں ہے محض حیلہ بہانہ بنا لیا اے اللہ اس حیلہ بہانہ بنانے والے کے جی میں اس کام کی اہمیت کو ڈال دے، ان کو سمجھا دے کہ یہ حیلہ بہانہ بنا رہے ہیں واقعی کام کرنا چاہئے۔ اللہ العالمین ہمارے اخلاق کی حفاظت فرما۔ ہمارے اعمال کی بھی اصلاح فرما۔ ہمارے عقائد کی بھی اصلاح فرما۔ اے اللہ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو بدل ڈال۔ ہم سب کو رحمت کے سایے میں لے لے۔ الٰہی یہ تمام فضا معاصی سے گناہوں سے بھری ہوئی ہے ان سب کو رحمت اور مغفرت سے بھر دے۔ اے اللہ اپنے ذکر کی پوری توفیق عطا فرما۔ اے اللہ مسلمانوں کے قلب میں نور ایمان عطا فرما۔ اے اللہ اس نور میں قوت عطا فرما۔ اس نور کے ذریعہ اعمال کو روشن فرما۔ اللہ العالمین ہر قسم کے فتنوں سے حفاظت فرما۔ اے اللہ تمام مریضوں کو صحت عطا فرما۔ جسمانی صحت بھی عطا فرما۔ روحانی صحت بھی عطا فرما۔ اے اللہ سب کو اتباع سنت کی پوری پوری توفیق عطا فرما۔

رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ۔ صَلَّى اللّٰهُ تعالىٰ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

....

تبلیغ کی اہمیت

اس بیان میں

☆......تبلیغ کی اہمیت وضرورت کو بیان کیا گیا ہے۔
☆......اکابر اہل اللہ کی تبلیغی محنت اوران کی قربانیوں کا ذکر ہے۔
☆......انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟
☆......زندگی کا رخ صحیح کرنے کی ضرورت۔

....

تبلیغ کی اہمیت

خطبۂ مسنونہ۔ اما بعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ: یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ۔ (سورۃ المائدۃ:۶۷)

اے رسول جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچا دیجئے اور اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ان کافر لوگوں کو راہ نہ دیں گے۔ (بیان القرآن)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کا حکم

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے رسول جو چیز تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اس کی تبلیغ کرتے رہنا۔

وان لم تفعل۔ اگر ایسا نہ کیا اس میں کمی کی کوتاہی کی۔

"فما بلغت رسالتہ" اس فریضہ کو اگر آپ نے ادا نہ کیا تو آپ نے حق

رسالت ادا نہیں کیا۔

واللہ یعصمك من الناس۔ اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ کی حفاظت کرے گا۔

ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین۔ اللہ تعالیٰ کافرین کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے جو کچھ تعلیم دی ہے وہ بہت غور سے سننے کی چیز ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو خطاب فرمایا کہ جو کچھ بھی آپ پر نازل کیا گیا اس کو پورا پورا پہنچا دینا۔ کوئی چیز چھپا کر نہ رکھنا۔ اگر ایسا نہ کیا کوئی چیز چھپائی یعنی پورا پورا نہیں پہنچایا۔

فما بلغت رسالتہ تو آپ نے رسالت کا فریضہ ادا نہ کیا۔ رسالت ایسی چیز نہیں جس کو آدمی سیکھ کر حاصل کرے۔ الیکشن کی طرح۔ جیسے آج کل یہ مہم ہوتی ہے، الیکشن کی سیٹ لڑ کے حاصل کی جاتی ہے۔ رسالت تو ایسی نہیں بلکہ "**اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ**" (سورۃ الانعام: ۱۲۴)

اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں۔ میں رسول خود بناتا ہوں، لوگوں کے کرنے کمانے پر موقوف نہیں۔ کسی کی رائے پر، کہنے پر موقوف نہیں۔ اللہ تعالیٰ خود اس کی صلاحیت عطا فرماتے ہیں اس کا علم عطا فرماتے ہیں، اس کی ہمت وقوت عطا کرتے ہیں۔ تو ایسا رسول اگر کچھ پہونچائے، کچھ نہ پہونچائے۔ بات پوری نہ پہونچائے۔ روک لے، اگر ایسا ہو تو اللہ تعالیٰ نے انتخابات صحیح نہیں فرمائے لیکن اللہ تعالیٰ کے انتخابات صحیح ہیں، رسول کی شان یہ نہیں کہ کچھ چھپائے۔ اور نہ یہ شان ہے کہ اپنی طرف سے کوئی بات گھڑ کر خدا کی طرف منسوب کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فرمایا۔ ایسا نہیں ہوسکتا، اس لئے ارشاد ہے۔

"**وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ**" (سورۃ الحاقۃ: ۴۶-۴۴)

اور اگر یہ ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگا دیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑتے پھر ہم ان کے رگِ دل کاٹ ڈالتے۔ (بیان القرآن)

....

اگر ہماری طرف غلط بات منسوب کردی ہم ان کی گردن اڑادیں گے۔اس لئے رسول نہ غلط بات اللہ کی طرف سے کہہ سکے نہ اللہ کی بات چھپا سکتا ہے اور چھپانے کی وجہ کیا ہوسکتی ہے۔وجہ یہ ہوسکتی ہے۔ایک یہ کہ لوگوں کا خوف کہ وہ اذیت پہنچائیں گے اور ایک یہ کہ لوگ قبول نہ کریں۔

ایمان نہ لائیں تو محنت بیکار جائے۔تو دونوں چیزوں کو صاف کردیا گیا۔

"وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ"

(سورۃ المائدۃ:۶۷)

اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔یقیناً اللہ تعالیٰ ان کافر لوگوں کو راہ نہیں دیں گے۔(بیان القرآن)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش

پچھلے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی دونوں قسم کی چیزیں پیش آئیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بھی ایسا ہوا۔کیسی کیسی پریشانیاں اٹھائیں۔بیوی کے ساتھ گھر سے نکلے ہجرت کرکے۔ایک جگہ ظالم بادشاہ کے علاقے سے گذرے۔اس نے بیوی چھین لی۔اکیلے رہے۔کوئی حمایت کرنے والا دوسرا نہیں تھا۔جان پہچان نہیں ہے کہیں تو ٹھکانہ نہیں رہنے کے لئے۔اللہ نے بیوی کی بھی حفاظت کی۔اللہ نے اولاد دی۔بچے کے ساتھ بیوی کو بھی وادیٔ غیر ذی زرع میں چھوڑ دینے کا حکم ہوا۔وادیٔ غیر ذی زرع کہ یہاں پر کوئی کھیتی نہیں۔کوئی پتہ موجود نہیں،کوئی درخت موجود نہیں۔ایسی خشک زمین میں چھوڑنے آئے۔بیوی کہتی ہے کس کو چھوڑنے آئے ہو۔یہاں کیوں چھوڑے جارہے ہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ بولتے نہیں،سمجھیں کہ اللہ ہی کا حکم ہوگا پوچھا کہ کیا اللہ کا یہ حکم ہے۔فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے۔بس اطمینان ہوگیا کہ اللہ پاک ہم کو ضائع نہیں کرے گا۔پالنے والی ذات تو اللہ تعالیٰ ہی کی

ہے۔ بچے کا دم نکلنے کو قریب تھا پیاس کی وجہ سے ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ اللہ نے فضل فرمایا۔ زمزم کا کنواں جاری فرمایا۔ بچہ کی پرورش ہوئی۔ بچہ جب بڑا ہو گیا، بیت اللہ کی تعمیر کی۔ پھر کہا گیا کہ ذبح کرو بیٹے کو۔ بیٹے کی قربانی کا حکم ہوا۔ قربانی کرنے کے لئے گئے۔ چھری چلاتے ہیں مگر نہیں چلتی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال تھا۔ جنت سے دنبہ سامنے ڈال کر اس کے اوپر چھری چلوائی۔ یہ قربانی ہوئی۔ پھر دشمن نے پریشان کیا۔ لکڑی جمع کرائی، آگ جلائی، شعلے بلند ہونے لگے۔ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا گیا مگر آگ گلزار بن گئی۔ سلامتی بن گئی۔ خدا نے فرمایا؛

"قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ" (سورۃ الانبیاء:۶۹)

ہم نے حکم دیا کہ اے آگ! تو ٹھنڈی اور بے گزند ہو جا ابراہیم علیہ السلام کے حق میں۔ (بیان القرآن)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آزمائش

غرض انبیاء علیہم السلام کو ستایا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیا ہوا۔ پیدا ہوئے تو ایسے وقت میں پیدا ہوئے جس وقت بچے قتل کر دیے جاتے تھے۔ جس کسی کے یہاں بچہ پیدا ہوتا تھا اس کو اسی وقت قتل کر دیتے تھے۔ حفاظت کے لئے اس بچے کو کیا کیا، صندوق میں رکھا۔ سمندر میں ڈال دیا گیا جہاں کوئی حفاظت کرنے والا نہیں مگر اللہ کے حکم سے ڈالا سمندر کے پانی نے نہیں ڈبویا جس کے خوف سے سمندر میں ڈالا تھا موسیٰ علیہ السلام کا صندوق اسی کے یہاں پہنچا۔ فرعون کے گھر، اب پریشانی ہوئی۔ وہ قتل کر ڈالے گا۔ لیکن دل تو اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ فرعون کے دل میں محبت ڈال دی اللہ نے، فرعون کی بیوی کے دل میں محبت ڈال دی کہا اس نے؛

"لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا" (القصص:۹)

اس کو قتل مت کرو عجب نہیں کہ ہم کو کچھ فائدہ پہنچا دے یا ہم اس کو بیٹا ہی بنالیں۔(بیان القرآن)

اسے نہ قتل کرو ہم اسے بیٹا بنادیں گے۔اللہ نے حفاظت فرمائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی۔سمندر میں وہاں بھی حفاظت فرمائی،فرعون کے گھر پہنچ گئے لیکن فرعون قتل کا دعویٰ کرتا تھا، فرعون کو کسی کاہن نے بتایا تھا کہ بچہ پیدا ہوگا بنی اسرائیل میں۔تیری سلطنت کا تختہ الٹ دے گا۔فرعون نے کہا جینے نہ دو،جو بچہ پیدا ہو جائے گا اس کو قتل کر دیں گے۔ستر ہزار بچوں کو قتل کر دیا ہے مگر جسے بچانا تھا اللہ کو وہ بچا رہا۔موسیٰ علیہ السلام فرعون کی گود میں آگئے۔جب گود میں آگئے وہاں دودھ پلانے والی کی ضرورت پیش آئی۔جس عورت کو دودھ پلانے کے لئے لایا جائے بچہ اس کا دودھ نہیں پیتا۔موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا فرعون کے گھر میں آنا جانا تھا۔کہنے لگی میں تم کو بتاؤں ایسے گھرانہ کا پتہ جو بچہ کو دودھ پلائے،پرورش کرے،چنانچہ اپنی ماں کا نام بتایا۔ان کی ماں کو بلایا گیا۔ماں نے کہا ہاں میں پلاؤں گی دودھ۔لیکن مفت نہیں تنخواہ لوں گی اور یہاں رہ کر نہیں بلکہ اپنے گھر لے جاؤں گی،وہاں رکھوں گی تو فرعون نے سارے شرائط منظور کر لئے۔ماں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلایا۔بڑے ہو کر اللہ کے دین کی دعوت دی۔ فرعون نہ مانا بلکہ مخالفت کی نقصان پہونچانا چاہا لیکن نہیں پہونچا سکا۔سارے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ایسا ہی ہوا لیکن اللہ پاک انبیاء علیہم السلام کی حفاظت کرتے رہے۔کیونکہ تمام اشیاء اللہ کے حکم کے تابع ہیں۔وہ چاہیں تو چیزوں میں تاثیر رہے اور چاہیں تو چیزوں میں سے تاثیر کو نکال لیں۔ آگ میں تاثیر ہے جلانے کی لیکن حق تعالیٰ کی دی ہوئی تاثیر ہے حق تعالیٰ جب چاہیں اس کو نکال لے۔چھری میں تاثیر ہے ذبح کرنے کی لیکن حق تعالیٰ چاہیں گے تو وہ تاثیر ذبح کرنے کی رہے گی اور جب چاہیں وہ تاثیر نکال لیں۔حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چھری نے ذبح نہیں کیا کیونکہ اللہ کا حکم ذبح کرنے کا نہ تھا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ جلا نہ سکی۔انبیاء کرام علیہم السلام کے قصے قرآن پاک میں مذکور ہیں کہ کس طرح سے اللہ پاک نے حفاظت کی۔

....

حضرت یونس علیہ السلام کی آزمائش

اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کی حفاظت کی،کشتی میں جارہے تھے سمندر میں ڈال دیئے گئے،مچھلی نے نگل لیا،مچھلی لے کر سمندر کی تہہ میں بیٹھ گئی،پیٹ میں یونس علیہ السلام موجود،لیکن ہضم نہیں کر پاتی۔کوئی ذرہ کوئی عضو ان کا توڑ نہیں سکتی۔مچھلی خود پریشان کہ میرے پیٹ میں کیا چیز آگئی۔یہ کس طرح باہر نکلے گی۔غذا تھوڑا ہی تھی وہ تو اللہ کی امانت تھی۔بہر حال وہیں مچھلی کے پیٹ میں ہی آیت کریمہ

"لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ" (سورۃ الانبیاء:۸۷)

کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں،آپ پاک ہیں،میں بے شک قصوروار ہوں۔(بیان القرآن)

پڑھتے رہے،یہاں تک کہ مچھلی باہر آئی،ان کو زمین پر پیٹ میں سے نکال دیا۔حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم ہوا۔وہ اپنے آدمیوں کو لے کر کشتی میں سوار ہو گئے۔طوفان آگیا۔ساری دنیا تباہ ہوگئی،غرق ہوگئی۔بس کشتی والے بچ گئے۔

"وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" (سورۃ ھود:۴۴)

اور کشتی جودی پر آٹھہری اور کہدیا گیا کہ کافر لوگ رحمت سے دور۔(بیان القرآن)

اور طوفان سے پہلے حجر اسود کو پہاڑی پر رکھ دیا تھا وہ محفوظ رہا۔اس پہاڑی کا نام جبل امین تھا۔

غرض طوفان غرق نہیں کر پایا نوح علیہ السلام کو،دریا غرق نہیں کر پایا۔موسیٰ علیہ السلام کو،چھری ذبح نہیں کر پائی اسماعیل علیہ السلام کو،مچھلی ہضم نہیں کر پائی یونس علیہ السلام کو۔اس واسطے کہ ساری مخلوق حق تعالیٰ کے ماتحت ہوتی ہے۔جس طرح حق تعالیٰ چاہیں گے اسی طرح ہوگا۔اس لئے فرماتے ہیں:"وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" اللہ آپ کی حفاظت کرے گا۔

یقیناً اللہ تعالیٰ ان کافروں کو راہ نہیں دیں گے۔ (بیان القرآن)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کے ساتھ معاملہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام دعوت دیتے تھے اپنے باپ کو اور سب لوگوں کو اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی طرف، بتوں کو پوجنے سے منع کرتے تھے اور پیدا کہاں ہوئے ابراہیم علیہ السلام؟ آزر کے گھر میں جو بت تراش تھے بت بنایا کرتے تھے۔ فروخت کرتے تھے، ان کی پوجا پاٹ کرتے تھے، اس کے گھر میں پیدا ہوئے۔ اپنے استاذ سے بچپن کے زمانہ میں سنا۔ کتاب میں نہیں دیکھا۔ استاذ کو فرماتے ہوئے سنا جب میں قرآن شریف پڑھتا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ بت بناتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام سے کہتے تھے کہ جاؤ ان کو بیچ کر آؤ بازار میں۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بت کی ٹانگ میں رسی ڈال کر گھسیٹ کر پھرا کرتے تھے، گلی کوچوں میں اور آواز لگاتے تھے کہ جس چیز سے دین وایمان کھو جاتا ہو وہ لے لو۔ گھسٹتے گھسٹتے کسی کی ناک ٹوٹ گئی، کسی کا کان ٹوٹ گیا۔ گارے میں کیچڑ میں لے گئے، شام کو گھر واپس آگئے تو کہا کہ کوئی خریدتا نہیں۔ یہ تو بکے نہیں۔ باپ کہتے بیٹا! کہیں اس طرح سے سامان بکا کرتا ہے؟ پھر ان کو دھوتے صاف کرتے درست کرتے۔ پھر جب ان کے یہاں کسی عید اور خوشی کا دن تھا تو لوگ کہیں گئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بت خانے میں جا کر وہاں پر جو بت تھے کسی کی ناک توڑ دی، کسی کا سر توڑ دیا۔ اور جو بڑا بت تھا اس کے اوپر کلہاڑا رکھا۔ جب وہ لوگ آئے اور دیکھا تو کہا کس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کیا؟

"قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗ اِبْرٰهِيْمُ" (سورۃ الانبیاء:۵۹،۶۰)

کہنے لگے کہ یہ ہمارے بتوں کے ساتھ کس نے کیا اس میں کوئی شک نہیں ہے اس نے بڑا غضب کیا۔ بعض نے کہا ہم نے ایک نوجوان آدمی کو جس کو ابراہیم کر کے پکارا جاتا

ہے۔(بیان القرآن)

تو کہا کہ ایک لڑکا ایسا ہے جس کا نام ابراہیم ہے وہ ان کی برائی کرتا رہتا ہے اس کو بلا کر لاؤ۔ ان کو بلا کر لے آئے تو انھوں نے کہا:

"بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَاسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ" (سورۃ الانبیاء:۶۳)

بلکہ انکے اس بڑے نے کی سو ان سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں۔(بیان القرآن)

کہ یہ جو بڑا بت ہے اس کے کندھے پر کلہاڑی ہے اس سے پوچھو۔ انھوں نے کہا تم تو جانتے ہو کہ یہ بات نہیں کرتے۔

"لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ" (سورۃ الانبیاء:۶۵)

اے ابراہیم! تم کو تو معلوم ہی ہے کہ بت بولتے نہیں ہیں۔(بیان القرآن)

تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا وہ معبود ہو سکتے ہیں جو بولتے نہیں، بول نہیں سکتے، لیکن ابراہیم علیہ السلام پر بھی طرح طرح کی آزمائشیں آئیں۔ ایک پیغمبر کے سر پر آرہ بھی چلایا گیا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوہِ صفا پر اعلان

اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حال تھا۔ جب آیت "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپ مکہ میں ایک پہاڑی پر چڑھ گئے کوہِ صفا پر۔ وہاں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نام لے لے کر پکارا سب آگئے۔ جب سب سامنے آئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اول بطورِ امتحان پوچھا۔ ایک بات بتاؤ۔ اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمن پڑا ہوا ہے تم پر حملہ آور ہوگا، ختم کر ڈالے گا۔ اگر تم جان بچانا چاہتے ہو تو فلاں راستہ اختیار کرلو۔ کیا تم سچا مانو گے یا نہیں؟ سب نے کہا سچا مانیں گے۔ کیونکہ چالیس سال کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی سامنے تھی۔ کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔ کبھی کسی کو

002 Khutbat-e-Mahmood J-2f

دھوکہ نہیں دیا تھا۔ چالیس سال کی مبارک اور پاکیزہ ممتاز زندگی نظروں میں تھی۔ تب آنحضرت ﷺ نے لوگوں سے کہا کہ اس دنیا کے بعد ایک دوسری زندگی ہے جس کا نقصان سب سے بڑا نقصان اور نفع بہت بڑا نفع ہے۔ اس پر ایمان لے آؤ۔ تو وہ سب مخالف ہو گئے۔ سب سے زیادہ محبت کا نعرہ لگانے والا ابولہب حضور اقدس ﷺ کا چچا تھا لیکن سب سے پہلے اسی نے مخالفت کی۔ حضور اقدس ﷺ کسی جگہ تشریف لے جاتے تھے اور فرماتے تھے:

"یٰاَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا" (کنزالعمال: ۳۵۵۳۸)

اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو، تم کو کامیابی ملے گی۔ سب سے پہلے کلمہ طیبہ کی ہی دعوت دی۔ وہ ابولہب پیچھے جاتا تھا اور کہتا۔ لوگو ان کی بات مت مانو یہ غلط کہتے ہیں۔ اللہ کے رسول پھر بھی کہتے رہتے لوگوں سے کہ لا الہ الا اللہ کہو کامیاب ہو جاؤ گے۔ ان کی مخالفت کی وجہ سے اس دعوت سے رکے نہیں۔ حق تعالیٰ کی نصرت شامل حال رہی۔ یاد رکھو کسی بھی نبی نے ماحول کی مخالفت کے سامنے اپنی دعوت ترک نہیں کی۔ ماحول سے متاثر نہیں ہوئے بلکہ دعوت دیتے رہے چاہے ان کی جان بھی جائے۔

اہل خاندان کی مخالفت

حضور اقدس ﷺ نے جب تبلیغ شروع کی، تو خاندان کے لوگ محلے کے لوگ، بستی کے لوگ سب مخالف ہو گئے۔ بہت سے تو سختی کرتے تھے تشدد کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضور اقدس ﷺ کے چچا کے پاس جمع ہوئے ان سے کہا کہ تمہارا بھتیجا کہتا ہے کہ ان بتوں کو معبود مت بناؤ، ان کے سامنے عاجزی مت کرو، ان میں سے کسی ایک کی بھی عبادت مت کرو۔ باپ دادا کے وقت سے ہم لوگ بتوں کو پوجتے آئے ہیں۔ آپ اپنے بھتیجے کو سمجھا دیں کہ وہ اگر امیر بننا چاہتے ہیں تو ہم انھیں اپنا امیر تسلیم کر لیں گے اور اگر ان کو مال کی خواہش ہے تو مال کے ڈھیر ان کے سامنے لگا دیں اور اگر ان کو عورتیں مطلوب ہیں تو جس عورت سے چاہیں

شادی کرلیں مگر یہ کلمہ توحید نہ کہیں۔ چچا نے حضور اقدس ﷺ کو ان لوگوں کی گفتگو سنائی۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اگر میرے ایک ہاتھ میں چاند رکھ دو دوسرے ہاتھ میں سورج تب بھی میں اس دعوت سے باز نہیں آؤں گا۔ان سے کہہ دیجئے مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ مجھے اجر بھی نہیں چاہئے، مجھے معاوضہ نہیں چاہئے صرف اللہ تعالیٰ کے واسطے دین کو پہنچانے کے لئے آیا ہوں۔

ہمارا کام منوانا نہیں

ایک بات معلوم ہوئی کہ اگر کسی جگہ تبلیغ کیلئے گئے اور لوگ قبول نہیں کرتے قسم قسم کے اعتراضات کرتے ہیں۔کہتے ہیں یہ تو دیوانہ ہے، ہماری حیثیت ہی کیا،حضور اقدس ﷺ پر بھی اعتراضات کئے لوگوں نے۔آپ اپنا کام کرتے رہیں۔اعتراضات ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں اور نہ ماننا بھی ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔بعض لوگوں نے پیغمبروں تک کی بات نہ مانی لیکن بات یہ ہے کہ نبی کا کام منوانا نہیں ہے، بتلانا ہے۔دین حق کو پورے طور پر سمجھانا ہے۔لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کرنا ہے،اللہ کی بات کو اچھی طرح واضح کرنا ہے تا کہ بات لوگوں کی سمجھ میں آئے،کوئی مانے یا نہ مانے۔اس کی ذمہ داری نبی پر نہیں۔حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب جنت میں جنتی داخل ہوں گے کچھ انبیاء علیہم السلام ایسے ہوں گے جن کے ساتھ کوئی بھی امتی نہ ہوگا۔آدھی بلکہ ساری زندگی اللہ کے دین کی تبلیغ کی لیکن کوئی ایمان نہ لایا ان پر۔مگر اس کی وجہ سے ان کی نبوت میں کوئی کمی نہیں ہوئی اللہ کے قرب میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔اسی طرح سے مقرب ہیں اللہ کے نزدیک۔آپ بتائیے کہ اگر کسی سپاہی کو بندوق دے کر کھڑا کر دیا جائے، کسی بنک کے سامنے حفاظت کے واسطے تا کہ چور ڈاکو آئے تو اس کو پکڑ لے اور ساری رات وہ کھڑا رہے اور ایک بھی چور نہ آئے،تو کیا اس سپاہی کی تنخواہ نہیں ملے گی کہ اس نے چور کو پکڑا نہیں ہے۔جب چور آیا ہی نہیں تو پکڑے گا کہاں سے۔غرض محنت کرتا رہے،اللہ کی یاد میں لگا

رہے۔اور یہ یقین رکھے کہ اللہ کرنے والے ہیں، مدد دینے والے وہی ہیں، مخالفت سے نہ گھبرائیں۔رہی حفاظت تو وہ اللہ کریں گے۔

آنحضرت ﷺ کا قاتل کو معاف فرمانا

حضور اقدس ﷺ سفر میں تھے، ایک جگہ قیام کیا۔ایک سایہ دار درخت کے نیچے، تلوار درخت پر لٹکائی، آرام کرنے لگے، ایک یہودی آیا اور حضور اقدس ﷺ سے کہہ رہا ہے: بتاؤ اے محمد! (ﷺ) تم کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ حضور اقدس ﷺ نے اطمینان سے فرمایا کہ اللہ بچائے گا۔بس یہ سنتے ہی اس بدوی کے اوپر کپکپی طاری ہوگئی، تلوار اس کے ہاتھ سے گرگئی، حضور اقدس ﷺ نے تلوار اٹھائی۔فرمایا اے اللہ کے دشمن! اب تو بتا کہ تجھ کو کون بچائے گا اس نے کہا۔افسوس مجھ کو کوئی بچانے والا نہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پتہ چلا تو وہ دوڑے ہوئے آئے۔کسی نے کہا اس کو قتل کر دو۔کسی نے کچھ اور کہا۔حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔اس نے قتل تو نہیں کیا قتل کی دھمکی ہی تو دے رہا تھا۔قتل کا ارادہ ہی تو کر رہا تھا۔قتل کیا تو نہیں۔حضور اقدس ﷺ نے معاف فرمایا۔

حوصلہ بلند ہونا چاہئے

غرض حوصلہ بلند ہونا چاہئے اس شخص کا جو تبلیغ کے لئے نکلتا ہے۔اللہ کے رسول ﷺ کے لائے ہوئے دین کی تبلیغ کے لئے صحیح طور پر سمجھ کر نکلتا ہے تو ہر چیز میں اس کے لئے بڑا اطمینان ہے۔کہیں اذیت پہنچتی ہو، تکلیف بھی پہنچتی ہو اس سے بھی مطمئن ہے۔کیونکہ جانتا ہے کہ ہر تکلیف میں ہماری خطائیں معاف ہوتی ہیں۔جیسے دھوبی کپڑے کو پتھر پر زور سے مارتا ہے اس کا میل نکالنے کے لئے، اس طریقے پر ہمارے لئے یہ مصیبتیں پریشانیاں آتی ہیں تاکہ ہماری لغزشیں دور ہو جائیں، ہماری خطائیں معاف ہو جائیں۔اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں کہ کسی

بندے کو پاک صاف کر کے اٹھائیں، کوئی گناہ اس پر نہ رہے، تو اس پر دنیا کی تھوڑی سی پریشانیاں ڈال دیتے ہیں تاکہ وہ پریشانیاں برداشت کرتا رہے، توبہ کرتا رہے یہاں تک کہ ساری خطائیں اس کی معاف ہو جائیں۔ پاک صاف کر کے اس کو اٹھا لیا جاتا ہے۔ وہاں کوئی سزا کوئی عذاب نہیں ہوتا۔

اس واسطے تبلیغ میں نکل کر یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ چلّے کے لئے نکلنے سے مال کی کمی ہوگی بلکہ دین اور اس کی ترقیوں کے لئے نکلتا ہے۔ صحیح طریقہ کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے کہ اس طرح پر یہاں جتنی بھی قربانی دی جاتی ہے اس میں کوئی مال و متاع کا لالچ نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی عزیمت

حضرت عبداللہ بن حذافہ سلمی کا واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دس آدمیوں کی جماعت کے ساتھ وفد کی شکل میں ایک نصرانی بادشاہ کے پاس بھیجا۔ نصرانی بادشاہ نے ان سب کو قید کر لیا۔ حالانکہ قاصد تھے سفیر تھے۔ سفیر کو قید کرنا کہیں نہیں آیا، مگر قید کر لیا۔ پھر ایک روز ان کو بلایا۔ بلا کر کہا حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو، کہ تم نصرانی مذہب اختیار کر لو۔ اسلام چھوڑ دو۔ تو تم کو آدھی سلطنت دے دوں گا۔ وہ کہنے لگے تیری سلطنت کی حیثیت ہی کیا ہے؟ جس کی خاطر میں مذہب اسلام کو چھوڑ دوں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ بادشاہ نے کہا اچھا مجھے سجدہ کر لو آدھی سلطنت دیدوں گا۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ پیشانی صرف خدا کے سامنے جھکتی ہے کسی اور کے سامنے نہیں جھک سکتی ہے۔ بادشاہ نے اپنے قید خانہ میں سے ایک قیدی کو بلایا اور آگ جلوا کر اس پر پانی کڑھائی میں بھروا دیا۔ جب پانی خوب کھولنے لگا ابلنے لگا تو لوگوں کو حکم دیا کہ اس قیدی کو اس میں ڈال دو۔ قیدی کو اس میں ڈال دیا گیا۔ زندہ، جس سے اس کی ہڈی پسلی پانی میں الگ ہو کر رہ گئی اور تڑپ تڑپ کے مر گیا۔ پھر حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دیکھو یا تو مجھے سجدہ کرو ورنہ یاد رکھو اس طرح کھولتے ہوئے پانی میں جلا کر ختم کر دوں

گا۔ انھوں نے جواب دیا کہ تیرا جو جی چاہے کر میں ہرگز سجدہ نہیں کروں گا۔ بادشاہ نے اپنے آدمیوں سے کہا لے جاؤ ان کو بھی، اسی طرح کھولتے ہوئے پانی میں ڈال کر ختم کر دو۔ سپاہی ان کو لے کر چلے۔ یہ راستے میں روتے ہیں۔ ان سپاہیوں نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ یہ قیدی رو رہا ہے۔ بادشاہ نے کہا اس کو بلاؤ۔ آپ آئے تو بادشاہ نے پوچھا کہ سجدہ کرنے کے لئے تیار ہوگیا۔ دماغ کا پارہ کچھ اتر گیا۔ آپ نے جواب دیا بالکل نہیں۔ پوچھا کیا بیوی بچے یاد آرہے ہیں۔ فرمایا بالکل نہیں۔ پوچھا کیا پھر یہ تصور کر رہا ہے کہ کس طرح سے جان نکلے گی تکلیف ہوگی؟ فرمایا یہ بھی نہیں۔ کہا پھر کیوں رو رہا ہے؟ انھوں نے فرمایا۔ دین اسلام کی خاطر جان دینے کا آج موقعہ نصیب ہو رہا ہے۔ افسوس اس کا ہے کہ میرے پاس صرف ایک جان ہے۔ کاش میرے پاس ایک ہزار جانیں ایسی ہوتیں تو ان سب کو قربان کر دیتا۔ یہ بات ہے۔

جب آدمی دین حق کی خاطر نکلتا ہے تو اس کا حوصلہ بہت بلند ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ خدائے پاک کی نصرت میرے ساتھ ہے۔ میں تو اس کے کام کے لئے نکلا ہوں۔ اپنے کام کے لئے تھوڑا ہی نکلا ہوں۔

تو بادشاہ نے ان سے کہا۔ اچھا میری پیشانی کو بوسہ دیدے تجھے چھوڑ دوں گا۔ انھوں نے فرمایا مجھے اکیلے چھوڑ دے گا یا میرے ساتھیوں کو بھی۔ باشاہ نے کہا سب ساتھیوں کو چھوڑ دوں گا۔ کہا اچھا تو اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور ساتھیوں کو چھڑا کر لے آئے اور آکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، امیر المومنین کے سامنے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

جو شخص راہ حق میں نکلتا ہے وہ ہر مصیبت پر اس بات کو دیکھتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر بھی بڑی مصیبتیں آئیں لیکن یہ مصیبت بھی کچھ نہیں۔ اللہ کی قدرت ہے کتنا خوش نصیب مجھے بنایا ہے کہ اپنے دین کے لئے منتخب فرمایا۔

....

002 Khutbat-e-Mahmood J-2f

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ذوق عبادت

ہمارے بڑے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ رمضان میں رات بھر لیٹتے نہیں تھے ساری رات نماز پڑھتے تھے مختلف حافظوں سے قرآن پاک سنتے رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ساری رات کھڑے رہنے سے ان کے پاؤں پر ورم آگیا تو بہت ہی خوش ہوئے کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ آج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کی توفیق دی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر مبارک میں ورم آجایا کرتا تھا۔ رات کو نماز پڑھتے پڑھتے حدیث شریف میں ہے:

"حَتّٰی تَوَرَّمَتْ قَدَمَاہُ" (مشکوۃ شریف: ۱۰۸)

اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے اس کی توفیق عطا فرمائی۔

اس واسطے جہاں کہیں مصیبت و پریشانی پیش آئے اس کو یہ سوچے کہ وہ دین کی خاطر آئی۔ دنیا کی خاطر بھی تو پریشانی آتی رہتی ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوڑے مارنے والے کو دعا دینا

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پر پریشانیاں آئیں، ان کے کوڑے لگائے گئے۔ سو کوڑے لگتے تھے اور کوڑے مارنے والا جس زور سے کوڑے مارتا تھا اسی زور سے کہا کرتے تھے غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ اللہ پاک تیری مغفرت فرمائے اور تم کو معاف کردے۔ جو کوڑا لگتا تھا اسی کوڑے پر مارنے والے کے لئے دعائے مغفرت کرتے تھے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ایک شخص کو ہمیشہ دعا دیا کرتے تھے۔ بیٹے نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے جس کو آپ دعا دیتے رہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ بہت آوارہ قسم کا آدمی ہے شرابی۔ تو پوچھا کہ آپ اس کو کیوں

....

دعا دیتے ہیں؟ فرمایا کہ اس نے کہا تھا امام صاحب! آپ امام ہیں دیکھئے حکومت کے کوڑے مجھے اپنی بدمعاشی سے روک نہیں سکتے، باوجودیکہ حکومت کے کوڑے مجھ کو لگے۔ میں اپنی بات پر قائم ہوں اور آپ امام ہیں جو بات کہہ رہے ہیں دین کی بات کہہ رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ حکومت کے کوڑوں سے آپ مرعوب و متاثر ہو جائیں۔ اس کے کہنے سے بہت ہمت ہوئی۔ اس لئے دعائے خیر دیتا ہوں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مخالفین کو معاف فرمانا

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اس طرح سے جکڑا گیا زور سے۔ مشکیں باندھی گئیں کہ کندھے الگ ہو گئے۔ مگر انھوں نے گھوڑے پر سوار ہو کر سارے شہر میں گشت کیا اور اعلان کیا کہ جو شخص مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ میں مالک بن انس ہوں۔ جس شخص نے میرے ساتھ یہ معاملہ کیا میں نے اس کو معاف کیا۔ کوئی انتقام اس سے نہ لینا۔ مگر حکومتِ وقت نے اس سے انتقام لے لیا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حکومت کے پاس گئے اور فرمایا قصور تو اس نے میرے ساتھ کیا میں نے اس کو معاف کیا تو آپ کون ہوتے ہیں انتقام لینے والے۔ یہ اکابر کے حالات ہیں۔ اس واسطے بڑی قوت ہوتی ہے جب آدمی اللہ کے لئے نکلتا ہے۔

مسلمان کی بہادری کی وجہ

ایک شخص نے سفر میں دریافت کیا کہ یہ بتائیے ہم جو تاریخ پڑھتے ہیں تو تاریخ میں ملتا ہے کہ مسلمانوں کا جب دوسروں سے جہاد ہوا۔ مسلمانوں کے پاس آدمی کم، ہتھیار کم، گھوڑے کم لیکن جب میدان میں جاتے ہیں تو مسلمان خوب آگے بڑھتے ہیں اور وہ پیچھے بھاگتے چلے جاتے ہیں حالانکہ دوسروں کے پاس یعنی جو مقابلے میں ہیں مسلمانوں کے دشمن،

ان کے پاس افراد زیادہ، سامان زیادہ، ہتھیار زیادہ مگر وہ دشمن بھاگتا ہے پیچھے ہٹتا چلا جاتا ہے اور مسلمان آگے بڑھتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے کہا بھئی ہے تو یہی بات، مگر اتنی کھلی بات آپ کی سمجھ میں نہیں آئی کہنے لگے سمجھ میں نہیں آئی۔ اسی لئے پوچھ رہا ہوں۔ میں نے کہا کھلی بات یہ ہے کہ مسلمان جب جہاد میں جاتا ہے تو اس نیت سے نہیں جاتا ہے کہ میں بچ جاؤں اور دوسروں کو پکڑوا لوں۔ بلکہ ہر شخص اپنی جان خدا کی خوشنودی کی خاطر قربان کرنے کے لئے بڑھتا ہے۔ ہر شخص کے دل میں تقاضا یہ ہوتا ہے کہ پہلے میں شہید ہو جاؤں۔ یہ شہادت کا پیالہ مجھے مل جائے۔ ہر ایک چاہتا ہے کہ میری ہی جان اسلام پر کام آئے۔ قربان ہو جائے۔ تو مسلمان کا مقصود اپنے آپ کو قربان کرنا اور وہ سمجھتا ہے کہ میرا یہ مقصود آگے بڑھ کر حاصل ہوگا جتنا بھی میں دشمن میں گھسوں گا میرا مقصود حاصل ہوگا اور جو دشمن ہے اس کا مقصود یہ ہے کہ میں بچ جاؤں چاہے دوسرے مر جائیں۔ وہ اپنی نجات سمجھتا ہے پیچھے رہنے میں لہٰذا پیچھے لوٹتا چلا جاتا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ماہان ارمنی سے مقابلہ

ماہان ارمنی ایک بادشاہ تھا۔ اس نے مسلمانوں کے مقابلے کے لئے بیس لاکھ فوج تیار کر رکھی تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس کے پاس ایک سو سپاہیوں کو ساتھ لے کر گئے۔ اور جا کر ان سے گفتگو کی۔ کوئی رعب ان پر نہ تھا تو اس کو غصہ آیا۔ اس نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ ان سب مسلمانوں کو گرفتار کر لو۔ بیس لاکھ فوج ان کی اور یہ ایک سو آدمی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ سنتے ہی فوراً اپنے لوگوں سے فرمایا کہ خبردار اب کوئی ایک دوسرے کی طرف نہیں دیکھنا۔ ہماری تمہاری ملاقات حوض کوثر پر ہوگی۔ یہ کہتے ہی تلوار نکال لی۔ ان کے سب ساتھیوں نے بھی تلوار اٹھائی اور ہر ایک کے چہرے پر ایسی بشاشت نظر آتی تھی جیسے کہ پرانا کھویا ہوا مقصود آج حاصل ہو رہا ہو۔ اس کا اثر دشمن پر ایسا پڑا کہ بادشاہ کھسیانا ہو گیا اور ہنس کر

کہنے لگا کہ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ تم نے کیا سمجھ لیا۔ سچ مچ تھوڑا ہی گرفتار کروا رہا ہوں۔ پس یہ مقصود ہے، مال و دولت حاصل کرنا مقصود نہیں۔ فتح پانا بھی مقصود نہیں دوسرے کو قتل کرنا بھی مقصود نہیں۔ بلکہ مقصود اللہ کے دین کے لئے اپنی جان کو قربان کرنا ہے۔ یہ جذبہ چاہئے اسی جذبہ کو پیدا کرنے کے لئے یہ بات کہی جاتی ہے کہ بھئی جو مصیبتیں پیش آئیں یہ سمجھ کر چلیں کہ اللہ کے دین کی خاطر حضور اقدس ﷺ کے لائے ہوئے دین کی خاطر ان مصیبتوں کو جھیلنا ہے۔ اپنی عیش پرستی کو ختم کرنا ہے، ہماری نظریں دوسری طرف لگی ہوئی ہیں ان کو ہٹانا ہے۔

انسان کی تخلیق کا مقصد

انسان اشرف المخلوقات ہے اور انسانوں میں بھی مسلمان کتنے اونچے درجے پر اللہ تعالیٰ کا مقرب و محبوب۔ اگر اس نے پانچ دس بیس گائیں پال لی اور ان کی خدمت میں لگا رہا، ان کا گوبر صاف کرتا رہا، چارہ ڈالتا ہے۔ ارے اللہ کے بندے تو اشرف المخلوقات ہے۔ کیا تجھے اللہ نے بس اسی لئے پیدا کیا تھا کہ گائے کی خدمت کرے۔ تجھے تو اللہ نے اپنے دین کی خدمت کے لئے پیدا کیا تھا۔ تجھے تو اس لئے پیدا کیا تھا کہ اپنے رسول ﷺ کی سنتوں پر چلے، تجھے تو اس لئے پیدا کیا تھا کہ قران پاک پڑھے اور پڑھائے اور دنیا میں پھیلائے۔ دنیا کے تمام لوگوں تک پہونچائے۔ تجھے تو اس لئے پیدا کیا تھا، نہ کہ گائے بھینس کی خدمت کے لئے۔ دین کی خدمت کے لئے پیدا کیا تھا۔ اگر دین کی خدمت کے واسطے تجھے گائے پالنے کی ضرورت تھی تو تجھے منع نہیں کیا۔ لیکن کوئی شخص سمجھے کہ میں تو پیدا ہی ہوا ہوں گائے بیل کی خدمت کے لئے، بڑا برا خیال ہے۔ اس خیال کی اصلاح کرنی چاہئے۔ کھیتی والا ساری زندگی کھیتی میں گزارے کیا کھیتی کرنے کی خاطر پیدا کیا گیا؟ پیدا تو کیا گیا دین کی خاطر، ہاں دین کی خاطر کام کرنے میں کھیتی کی بھی ضرورت پڑتی ہے تجارت کی بھی ضرورت پڑتی ہے تو تھوڑے وقت کیلئے بقدر ضرورت کھیتی اور تجارت کرے اس کی بھی اجازت دیدی گئی نہ کہ پیدا ہی اسلئے ہوا۔

مسلمان اور کھیل

کسی نے ایک مرتبہ پوچھا کلکتہ میں کیوں صاحب آپ لوگوں نے سارے قسم کے کھیلوں کو منع کر دیا۔کیا کھیلنے کا ہمارا کوئی حق نہیں، ہمارا کوئی حصہ نہیں۔میں نے کہا آپ پہلے تو یہ سوچ لیں کہ آپ کس لئے پیدا ہوئے۔ایک بستی ہے جہاں دشمن گولہ باری کرنے والا ہے۔اطلاح ہوگئی کہ دشمن گولہ باری کرنے والا ہے تو اس کو بچانے کے واسطے جہاز بھیجے گئے کہ جتنے آدمی اس جہاز میں جاسکین جلدی سے جلدی لے آؤ۔جہاز چلا اور جلدی جلدی آدمی سوار کرکے تیار ہوگیا۔یہی جہاز چلانے والا شخص اگر راستے میں دیکھے کہ لڑکے ہاکی کھیل رہے ہیں، کرکٹ کھیل رہے ہیں، اور یہ سوچے کیا ہمارا حق نہیں کھیلنے کا؟ تو ان سے کہا جائے گا کہ انسانوں کے بچانے کے لئے تم جارہے ہو۔تم بچوں کے کھیل میں لگ گئے۔

تو اللہ پاک نے مسلمان کو جو اس دنیا میں بھیجا ہے بیکار نہیں بھیجا ہے۔انسانوں کو دوزخ سے بچانے کی کوشش کرنے کے لئے بھیجا ہے۔یہ کتنا بڑا کام ہے۔خود بھی دوزخ سے بچے۔دوسروں کو بھی دوزخ سے بچائے۔طرح طرح سے کوشش کرکے نکالے۔رات دن اسی جدوجہد میں لگا رہے۔اسی واسطے قرآن پاک پڑھایا جاتا ہے۔اسی واسطے حدیث پڑھائی جاتی ہے۔اسی واسطے تفسیر پڑھائی جاتی ہے۔اسی واسطے تبلیغی نصاب پڑھایا جاتا ہے کہ مسلمان اپنی پیدائش کا مقصد سمجھے۔گائے پالنے کے لئے، کھیتی کرنے کے لئے، باغ لگانے کے لئے، مکان بنانے کے لئے یہ پیدا نہیں ہوا۔پیدا صرف دین کی خاطر ہوا۔اور دوسری جتنی چیزیں ہیں ان سب کو خادم بنا کر بھیجا ہے۔وہ سب تمہاری خادم، ان کو خادم بنا کر رکھو۔حاکم مت بناؤ۔کھیتی، دوکان، مکان تجارت کو خادم بناؤ۔حاکم نہیں۔حاکم صرف اللہ ہے۔

"اِنَّ الدُّنْيَا خُلِقَتْ لَكُمْ وَاِنَّكُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَةِ" (درمنثور:۲۲۲/۶)

دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لئے۔

ساری دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے تمہاری غلام ہے تمہاری خادم ہے۔تمہارے قدموں پر نثار ہے۔اور تم اللہ کے لئے ہو۔

لیکن جب انسان اپنی زندگی کا مقصد فراموش کر دے یا ذہن سے نکالدے یہ بات کہ میں اللہ کے لئے پیدا ہوا ہوں پھر وہ غلام بنتا ہے۔دنیا کی چیزوں کا، کھیتی کا، دوکان کا، مکان کا، سب چیزوں کا غلام بنتا ہے۔اس لئے کہ حق تعالیٰ کی غلامی کا طوق اپنے گلے سے نکالدیا تو دیکھئے اس نے اپنی تمام مخلوقات کا غلام بنا دیا۔رہنا تھا انسان کو اللہ کا غلام بن کر لیکن وہ غلام ہے تجارت کا، مکان کا۔الیکشن کا، ووٹ کا اور اپنی عزت کا غلام ہے حتیٰ کہ شیطان کا غلام ہے۔جو انسان خالق کی غلامی کا طوق اپنے گلے سے نکالدیتا ہے ہر مخلوق اس کو اپنا غلام بنانے میں لگ جاتی ہے کہ اس کا کوئی آقا ہے ہی نہیں۔جس کی حفاظت میں ہو۔ہم اس کو اپنا غلام بنالیں اور جس کے گلے میں خالق کی غلامی کا طوق ہو اس کو غلام بنانے کی جرأت کوئی نہیں کرسکتا۔اس سے سب ڈرتے ہیں کہ یہ تو خالق کا غلام ہے ہمارا حاکم ہے۔

زندگی کارخ صحیح کریں

اس واسطے میرے محترم بزرگو دوستو! اپنی زندگی کے رخ کو صحیح بنائیں درست بنائیں، مادی طاقتیں حاصل کرنے کے لئے، روپیہ کمانے کے اس دنیا میں بہت سے ذریعے ہیں ان کو مقصود مت بناؤ۔

"وَلَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ اِلٰى مَا مَتَّعۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡهُمۡ زَهۡرَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا" (سورۃ طٰہٰ:۱۳۱)

[اور دنیوی زندگی کی اس بہار کی طرف آنکھیں اٹھا کر بھی نہ دیکھو جو ہم نے ان (کافروں) میں سے مختلف لوگوں کو مزے اڑانے کے لئے دے رکھی ہیں تاکہ ہم ان کو اس کے ذریعہ آزمائیں۔] (آسان ترجمہ)

....

اور ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لئے کر رکھا ہے کہ وہ دنیوی زندگی کی رونق ہے۔

جن کو دنیا کی زیب و زینت ہم نے دے رکھی ہے اس کو نظر اٹھا کر مت دیکھو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کھیتی نہ کرے، تجارت نہ کرے، وہ تو کرتا رہے یہ یقین رکھے کہ دینے والا اللہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا تو کھیت سے غلہ پیدا ہوگا۔ نہیں حکم ہوگا تو غلہ پیدا نہیں ہوگا۔ جس سے کوئی غریب فقیر شخص اپنا پیالہ لے کر بھیک مانگے۔ شریف مالدار اس کو دے گا۔ پیالے میں پیدا نہیں ہوگا۔ دینے سے آتا ہے بے شک لیکن دوسرا دیتا ہے۔ اسی طرح سوچنا چاہئے کہ ہم سب فقیر ہیں، بھکاری ہیں تجارت بھیک کا پیالہ ہے کھیتی ملازمت، نوکری یہ سب بھیک کا پیالہ ہیں۔ دینے والا اللہ ہے اس کے سامنے ہمیں پیالہ لے کر جانا ہے کہ اے مالک تو اس میں عطا فرما۔ یہ نہ سمجھے کہ اس میں پیدا ہوتا ہے، ہم اپنے قوت بازو سے کماتے ہیں۔ بازو تو کچھ نہیں کر سکتے۔ ہاتھ پیر اسی نے دیئے ہیں۔ ہاتھ پیر چلانے کا حکم اس نے دیا ہے۔ محنت کرو اس لئے ہم اس کے حکم کے ماتحت محنت کرتے ہیں لیکن یہ محنت کچھ دینے والی نہیں۔ دینے والے حق تعالیٰ ہیں اس لئے وہ طریقہ اختیار کیا جائے جو خیر کا ہو۔

”فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ“ (سورۃ زلزال)

سو جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔ (بیان القرآن)

جو شخص ذرہ برابر شر کریگا اس کا بدلہ ملے گا یہاں جھوٹ بولے گا اس کا بدلہ ملے گا۔

ایک شخص مجھ سے کہنے لگے مولوی صاحب! کیا کریں ایسا وقت آگیا کہ ہم بات کہتے ہیں اپنے مخاطب سے آدمی سے اور قسم کھا کر کہتے ہیں پھر بھی اسے یقین نہیں آتا۔ میں نے کہا بھئی خاں صاحب! بات یہ ہے کہ اگر تمہارے دل میں سچائی ہو تو تمہاری زبان پر بھی یقین آئیگا۔ جب تمہارے دل میں سچائی نہیں تو تمہاری زبان جھوٹ بولے گی۔ دل کے اندر سچائی ہوتی ہے تو زبان سچ بولے گی۔ اور دوسرے کو یقین آئیگا جب دل کے اندر سچائی نہیں تو بات پر یقین کیسے آئیگا۔

رشوت کی نحوست

غرض غلط طریقہ دنیا و آخرت میں ذلت کا سبب بنے گا، روپیہ غلط طریقہ سے لیا۔ غلط طریقہ پر کمایا یہ ذلت کا سبب بنے گا۔ دنیا میں بھی ذلت اور آخرت میں بھی ذلت۔ ایک انسپکٹر صاحب تھے، انھوں نے ایک صاحب سے رشوت کا روپیہ لیا۔ جیب میں رکھے۔ جارہے تھے کہیں کہ جیب ہی کٹ گئی۔ انھوں نے اپنے ایک ملازم کو بھیجا کہ صاحب! جیب کٹ گئی کچھ تعویذ دو جس سے وہ روپیہ واپس آجائے۔ میں نے کہا انسپکٹر صاحب سے سلام کہنا اور یہ کہنا کہ غنیمت جانیو کہ جیب ہی کٹ گئی۔ یہ کمبخت روپیہ تو ایسا تھا کہ پیٹ کاٹ کرلے جاتا۔

ایک شخص کو دس ہزار روپئے رشوت کے ملے کسی جگہ سے۔ سرکاری ملازم تھا روپے رشوت کے تھے۔ کسی نے کان میں چپکے سے کہدیا کہ خبر لگ گئی ہے سی آئی ڈی اب آپ کے پیچھے لگ گیا ہے۔ بس جناب اس کا تو اطمینان غائب ہوگیا۔ بڑا پریشان سائیکل پر چڑھا ہوا جارہا ہے۔ ادھر دیکھتا ہے ادھر دیکھتا ہے کہ کوئی آتو نہیں رہا۔ کوئی شخص دیکھتا ہے سلام کرتے ہوئے تو اس کا جواب دیتے ہوئے بھی جی گھبراتا ہے۔ کہ کہیں یہی سی آئی ڈی نہ ہو۔ اسی اثنا میں ندی کے کنارے پہنچا تو سائیکل کو کنارے پر کھڑا کر کے آیا اور ادھر اُدھر دیکھ کر وہ دس ہزار روپئے جلدی سے دریا میں ڈال دیئے تب جا کر اطمینان اور سکون نصیب ہوا۔ یہ کم بخت پیسہ اس دنیا میں اس طرح سے ذلیل اور رسوا کرتا ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ پریشان کرنے والی چیز روپیہ پیسہ ہے۔

ایمان میں سکون ہے

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی عزت مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔ اگر مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ بھی پانی کا نہ ملتا۔ جو کچھ

ان کافروں کو دے رکھا ہے یہ ان کے لئے اللہ کے نزدیک مقبول ہونے کی علامت نہیں اور آج کل ساری دنیا پریشان ہے، ساری مادی طاقتیں پریشان ہیں، سکون کی ضرورت ہے، سکون کہیں نہیں مل رہا ہے، سکون اگر ہے تو ایمان میں ہے، اسلام میں ہے۔ قرآن میں ہے، اتباع سنت میں ہے وہاں سکون ملتا ہے اور کسی جگہ پر سکون نہیں ملتا، بڑی سلطنتیں پریشان ہیں، تمام دنیا پریشان ہے کہ کیا ہوگا؟ بم تو ایٹم کا تیار کرلیا ہے۔ ساری دنیا خائف ہے کہ کیا ہوگا؟ ان کو چلانے کی نوبت آئی تو ساری دنیا ختم ہو جائے گی۔ یہ انسان کے خیر خواہ کیا چیزیں تیار کر رہے ہیں، کیا یہ خیر خواہی ہے انسان کی؟

انسان کی خیر خواہی

انسان کی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کو جہنم سے بچانے کی کوشش کی جائے، اللہ کے عذاب سے نجات پانے کی کوشش کی جائے۔ یہ انسان اللہ کا مجرم نہ رہے۔ اللہ کا محبوب بن جائے۔ یہی انسان کی خیر خواہی ہے۔ یہی طریقہ نبی اکرم ﷺ نے بتایا ہے اسی کی تعلیم دی ہے۔ اسی طریقے کو پھیلانا ہے۔ سب جگہ اپنانا ہے۔ سب جگہ اسی کے ساتھ چلنا ہے اور سب جگہ پر اس کی اشاعت کرنا ہے، اسی کے لئے تبلیغی جماعتیں کام کر رہی ہیں اور اسی کے لئے وقت مانگا جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❑❑❑

………………………………………………………………………

تبلیغ

ایک مسجد میں بیان ہوا جس میں تبلیغ کی اہمیت اور ضرورت بیان کی گئی جس کی وجہ سے تبلیغی جماعت کے احباب کو بڑی تقویت ہوئی اور جن لوگوں کے دلوں میں تبلیغی جماعت کی طرف سے شکوک وشبہات ہوتے ہیں ان کے شبہات دور ہوئے۔ غلط فہمیاں ختم ہوئیں جو لوگ تبلیغ کو ایک نئی چیز سمجھتے ہیں ان کو تبلیغ کی حقیقت واصلیت اور افادیت کا علم ہوا۔

....

003 Khutbat-e-Mahmood J-2f

تبلیغ

خطبۂ مسنونہ۔ امّا بعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

"یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ"

(سورۃ المائدۃ:۶۷)

اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہونچا دیجئے۔ اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہونچایا۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ان کافروں کو راہ نہ دیں گے۔ (بیان القرآن)۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کا تاکیدی حکم

اس آیت پاک میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب خاص ہے اور حکم ہے کہ آپ کی طرف جو احکام بھی نازل کئے گئے ہیں وہ احکام امت کو پہونچا دیجئے ان سب کی تبلیغ فرما دیجئے۔ ۲۳؍ سالہ مدت میں جو بھی احکام نازل ہوئے ہیں ان

سب کی تبلیغ فرمانے کا حکم ہے اور اتنا تاکیدی حکم ہے کہ اگر ایک حکم بھی تبلیغ سے رہ گیا تو اس پر دھمکی ہے کہ آپ نے حق رسالت ادا نہیں کیا۔ یہ حکم دھمکی اللہ پاک کی طرف سے اپنے محبوب، سید المرسلین، امام الانبیائ، خلاصۂ کائنات ﷺ کو ہے جس سے اس حکم (تبلیغ) کی تاکید خوب ظاہر ہے۔

گذشتہ زمانہ میں نبیوں کو قتل کیا گیا

اور چونکہ احکام خداوندی، توحید و رسالت سے نا آشنا، جہالت و گمراہی میں ڈوبے ہوئے انسانوں کے مزاج و طبیعت کے خلاف ہوتے ہیں اور جب ان کو حق کی دعوت دی جاتی ہے تو حق سے نا آشنا بہت سے لوگ اس حق کے داعی کے ہی دشمن ہو جاتے ہیں اس کے قتل کے درپے ہو جاتے ہیں۔ گذشتہ زمانوں میں ایسا ہی ہوا۔ اللہ پاک کے بھیجے ہوئے نبیوں، رسولوں نے جب لوگوں کے سامنے سب سے پہلے توحید و رسالت کی دعوت پیش کی تو ان لوگوں نے ان نبیوں رسولوں کا مذاق اڑایا، جھٹلایا، طرح طرح ان کو ستایا اور اس سب پر بھی جب وہ اللہ کے نبی اپنے ارادہ سے باز نہیں آئے تو ان لوگوں نے ان حق و صداقت کے داعیوں کو قتل کر ڈالا۔

قرآن پاک میں ہے:

"وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيِّيْنَ بِغَيْرِ حَقٍّ فَفَرِيْقاً كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقاً تَقْتُلُوْنَ" (سورۃ البقرۃ:۸۷)

نبیوں کی ایک جماعت کو لوگوں نے جھٹلایا اور ایک کو قتل کر ڈالا۔

حضرت نبی کریم ﷺ کی حفاظت کا وعدہ

گذشتہ زمانہ کی اس تاریخ کی وجہ سے آقائے مدنی ﷺ کے دل مبارک

003 Khutbat-e-Mahmood J-2f

میں یہ وسوسہ آسکتا تھا کہ میرے ساتھ بھی ایسا ہی قتل وغیرہ کا سلوک لوگوں نے اگر کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کی تعمیل نہیں ہوسکے گی۔ اللہ پاک نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو تسلی دی اطمینان دلایا آپ اس کا فکر نہ فرمائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آپ کی حفاظت کی جائے گی۔ لوگ آپ کو قتل نہیں کرسکیں گے۔ آپ احکام خداوندی لوگوں کو پہونچائیں گے اور لوگ اس کو دیر سویر مانیں گے اور ہدایات پائیں گے۔ آپ مطمئن رہیں۔ ہاں وہ لوگ جن کی تقدیر میں ہدایت نہیں ایسی کافر قوم کو اللہ پاک ہدایت نہیں دیں گے۔ ان کا آپ فکر نہ فرمائیں۔

رسول پاک ﷺ کا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پہرہ دیا کرتے تھے کہیں کفار قتل نہ کرڈالیں۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول پاک ﷺ نے پہرہ ختم فرمادیا کہ اب پہرہ کی ضرورت نہیں۔ اللہ پاک نے حفاظت کا وعدہ فرمالیا۔ ایک سفر جہاد میں۔

یہودی قاتل کو معاف فرمانا اور اس کا قبول اسلام

ایک جگہ حضور ﷺ نے پڑاؤ ڈالا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین درختوں کے سایوں میں آرام کرنے کے لئے متفرق ہوگئے۔ رسول پاک ﷺ نے ایک درخت کے نیچے آرام فرمایا تلوار لٹکادی اور سوگئے۔ ایک یہودی جو پہلے سے تاک میں تھا موقع پاکر سامنے آیا اور تلوار لے کر حملہ کرنا چاہتا تھا کہ رسول پاک ﷺ بیدار ہوگئے چونکہ رسول پاک ﷺ کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل نہیں سوتا تھا۔ یہودی نے دیکھا کہ یہ تو بیدار ہوگئے تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے پوچھتا ہے بتا محمد (ﷺ) تجھ کو اب کون بچائے گا۔ رسول خدا ﷺ کو اپنے خدا کے وعدہ پر کامل یقین تھا نہایت اطمینان سے جواب دیا۔ اللہ۔ اس اطمینان بھرے جواب کا اس پر یہ اثر ہوا کہ وہ لرز گیا۔ اس کے بدن میں کپکپی آگئی اور

گھبراہٹ سے تلوار ہاتھ سے گرگئی۔ رحمت عالم ﷺ نے تلوار کو اٹھایا اور فرمایا بتا تجھ کو کون بچائے گا۔ ہانپتے کانپتے اس نے جواب دیا آپ کے علاوہ کوئی بچانے والا نہیں، رحمت عالم ﷺ نے اس کو معاف کیا۔ اس کو یقین ہوگیا کہ حملہ آور دشمن کو بھی معاف کر دینا اللہ کے برگزیدہ نبی کا ہی کام ہوسکتا ہے اور یہ ضرور اللہ کے نبی ہیں۔ کلمہ پڑھا مسلمان ہوگیا اور پھر اپنی قوم کو لاکر مسلمان کرایا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اعتماد علی اللہ

بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل میں دوسرے بہت سے اپنے مخصوص بندوں کو بھی یہ اطمینان ویقین نصیب فرماتے ہیں۔ تحریکات کا زور تھا۔ حضرت مولانا اشرف صاحب علی تھانوی قدس سرہٗ کے قتل کا کچھ لوگوں نے ارادہ کیا۔ منصوبہ بنایا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس کی اطلاع ہوئی مگر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ بعد فجر چہل قدمی کا معمول تھا عموماً تنہا ہوتے۔ دشمنوں کے لئے یہ موقع غنیمت تھا۔ خدام کو فکر ہوئی۔ ایک گپتی بنادی کہ چہل قدمی کے وقت اس کو ہاتھ میں رکھ لیا کریں۔ دلداری کے طور پر لے لیا۔ اور گھر میں رکھ دیا۔ اور حسب معمول اسی طرح چہل قدمی فرماتے رہے۔ ایک بوڑھے نے کہا آپ کو معلوم نہیں لوگ کیا ارادہ کر رہے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کی (اللہ تبارک وتعالیٰ کی) اجازت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ اس نے کہا پھر آپ کو کچھ فکر نہیں۔ گھر والوں نے بتایا فلاں شخص تلوار لئے راستہ میں بیٹھا ہے قتل کے ارادہ سے۔ ادھر نہ جائیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہٗ گئے تنہا گئے۔ دیکھا بیٹھا ہے تلوار لئے مگر حضرت کو دیکھتے ہی اس کو کپکپی آ گئی، گھبراہٹ طاری ہوگئی۔

....

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا خواب

حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے خواب میں دیکھا حضرت نبی اکرم ﷺ فرشتوں سے فرمارہے ہیں اشرف علی کی حفاظت کرنا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے تبلیغ فرمائی توحید کی دعوت دی۔کفار نے کہا:

"اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ" (سورۂ ص:۵)

کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا۔واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے (بیان القران)

قریش مکہ کی پیش کش

قریش مکہ ابوطالب کے پاس آئے اور کہا تمہارا بھتیجا ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے اس سے کہو اس سے باز آجائے۔اگر اس کو پیسہ کی ضرورت ہے تو ہم اس کے لئے اتنا پیسہ جمع کردیں کہ عرب میں اس سے زیادہ کسی کے پاس نہ رہے۔بادشاہت کی ضرورت ہے تو ہم اپنا بادشاہ بنالیں۔عورتوں کی ضرورت ہے تو عرب کی حسین ترین عورتیں جمع کردیں۔لیکن اپنے اس طریقہ سے باز آجائیں۔رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ایک ہاتھ میں سورج ایک ہاتھ میں چاند بھی اگر دیدو تب بھی اپنے ارادہ سے باز نہیں آؤں گا۔قریش جواب سنکر ناامید ہوگئے اور مختلف طریقوں سے تکلیف پہونچانا،ستانا شروع کردیا۔

شعب ابی طالب میں محاصرہ

آنحضرت ﷺ کو آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں کو،آپ ﷺ کے

003 Khutbat-e-Mahmood J-2f

خاندان کو شعب ابی طالب میں قید کر دیا، بائیکاٹ کر دیا، لین دین، خرید و فروخت، ملنا، جلنا، رشتے ناطے سب بند کر دیا۔ تا کہ تنگ آ کر باز آجائیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے گھاس کھا کر، درختوں کے پتے کھا کر گذارا کیا۔ بھوک کی شدت میں سوکھا چمڑا جلا کر کھایا۔ اور اللہ کے دین کی تبلیغ کے لئے سب کچھ برداشت کیا، اللہ کی نصرت آئی۔ ایک مدت کے بعد یہ محاصرہ ختم ہوا۔

پھر دوسرے طریقے ستانے، تکلیف پہونچانے کے نکالے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اہل طائف کا سلوک

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف پہونچے۔ بعض نے ترش گفتگو کی۔ بعض نے بات کرنا بھی گوارا نہ کیا۔ اور بعض نے شہر کے اوباشوں کو پیچھے لگا دیا کہ پتھر ماریں، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے۔ جسم مبارک لہولہان ہو گیا۔ رحمت خداوندی کو جوش آیا۔ جبریل علیہ السلام خدائے پاک کا سلام و پیام لے کر حاضر ہوئے۔ پہاڑوں کا نظام جس فرشتے کے قبضہ میں اللہ پاک نے دیا ہے اس کو بھی بھیجا۔ سلام کیا اللہ پاک کا پیغام سنایا اگر آپ اجازت دیں تو ان ظالموں کو پہاڑوں کے درمیان پیس کر ختم کر دیا جائے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّاِنَّمَا بُعِثْتُ دَاعِیاً وَّرَحْمَةً" (مشکوۃ شریف: ۵۱۹، ح: ۵۸۰۰)

مجھے عذاب ولعنت کا ذریعہ بنا کر نہیں بھیجا مجھے داعی اور رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَشْكُوْ اِلَیْكَ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّةَ حِیْلَتِیْ۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ"

الٰہی اپنی کمزوری اور کم تدبیری کی تجھ سے شکایت کرتا ہوں۔ پروردگار! میری قوم کو ہدایت فرمادے وہ جانتے نہیں ہیں۔ ہدایت فرما وہ مجھ کو جان جائیں، ایمان لے آئیں۔

کفار مکہ کا یکبارگی قتل کرنے کا منصوبہ

ان سب حالات کے باوجود برابر فرائض تبلیغ و دعوت کو انجام دیتے رہے۔ کفار مکہ نے رحمت عالم ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ تمام قبیلوں کے سرداروں نے جمع ہو کر حجرہ مبارک کو گھیر لیا کہ جوں ہی باہر نکلیں یکبارگی حملہ کر کے قتل کر ڈالیں۔ مگر اللہ پاک کی حفاظت کے ساتھ کون کچھ بگاڑ سکتا ہے رسول پاک ﷺ انھیں قاتلوں کے درمیان کو نکلے جو تلوار سونتے قتل کے لئے تیار کھڑے تھے اور سب کے سروں پر خاک ڈالتے چلے گئے۔ سب اسی طرح کھڑے رہ گئے۔ صبح کو جب ان کو اپنی ناکامی کا پتہ چلا نادم ہوئے۔ دوڑے کدھر گئے، گھوڑے دوڑا دیئے۔

غار ثور میں حفاظت

رحمت عالم ﷺ اپنے یار غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ غار ثور میں چھپ گئے۔ غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا۔ کبوتر نے انڈے دیئے۔ کفار مکہ تلاش کرتے، نشانات پہچانتے، غار تک پہونچے کہ اگر اپنے پیروں کی طرف دیکھیں تو رحمت عالم ﷺ کو دیکھ لیں مگر دیکھیں کیسے اللہ تبارک تعالیٰ کی حفاظت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خائب و خاسر واپس لوٹا دیا اور اپنے حبیب ﷺ اور ان کے رفیق غار پر رحمت و سکینہ نازل فرمایا۔

قوم کی طرف سے یہ سب ہوتا رہا مگر حق و ہدایت کے داعی رحمت عالم ﷺ کے جذبہ میں ارادہ میں ذرہ برابر کمی تو کیا آتی اسمیں برابر اور ترقی ہی ہوتی رہی۔

....

عبداللہ بن ابی کے ساتھ رحمت عالم ﷺ کا حسن سلوک اور ایک ہزار کفار کا قبول اسلام

جن لوگوں کا نام لے کر بتا دیا ایمان نہیں لائیں گے تبلیغ پھر بھی فرماتے رہے۔ منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول جو ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود نبی پاک ﷺ اور ایمان والوں کو ستایا کرتا تھا، اس کا انتقال ہوا تو رحمت عالم ﷺ نے اس کے دفن کے لئے اپنا کرتہ مبارک عنایت فرمایا۔ اس کے منہ میں لعاب دہن ڈالا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر ایک ہزار لوگوں نے ایمان قبول کیا اور کتنے منافقوں نے توبہ کی۔

غرضکہ اس دعوت تبلیغ کے کام کے لئے صبر کی بہت ضرورت ہے۔ صبر ایسا خزانہ ہے کہ اس کا انجام کامیابی ہے۔ دشمنوں کی دشمنی پر تحمل ہو، انتقام کا جذبہ نہ ہو انتقام کا نتیجہ ناکامی صبر کا نتیجہ کامیابی۔

خلق عظیم

حضرت نبی پاک ﷺ کے بارے میں ارشاد پاک ہے:

"وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" (سورۃ القلم: ۴)

اور بیشک آپ اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔ (بیان القرآن)

خلق عظیم کیا ہے؟ اس کے تین جز ہیں جس کو اس حدیث پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔

"صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ وَاَحْسِنْ اِلٰى مَنْ اَسَائَكَ"

(مسند احمد: ۱۵۸/ ۴، نور الانوار: ۶)

جو تعلق قطع کرے اس سے تعلق کو جوڑا جائے جو ظلم کرے اس کو معاف کر دیا جائے

جو برائی کرے اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا جائے۔

اس لئے اس دعوت و تبلیغ کے لئے خلق عظیم کی ضرورت ہے اور لڑنا جھگڑنا تو سخت خطرناک ہے۔

حدیث شریف میں ہے جن دو شخصوں میں جھگڑا ہو ان کی دعا قبول نہیں کی جاتی۔ کچھ اوقات و ایام ایسے ہیں جن میں اللہ پاک کی طرف سے عمومی مغفرت کے فیصلے ہوتے ہیں مگر جن لوگوں (دو شخصوں) کے درمیان رنجش ہو ان کے اعمال نامے ہی پیش نہیں ہوتے۔ حکم ہوتا ہے ان کو رہنے دو یہاں تک کہ آپس میں صلح کر لیں۔

امام احمد بن حنبل اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کا مخالفین کو معاف فرمانا

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے کوڑے لگائے جاتے تھے جس زور سے کوڑے لگائے جاتے اسی زور سے کہتے کہ اللہ تم کو معاف کر دے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے کندھے اتروا دیئے گئے سوار ہو کر گشت کیا اور اعلان کیا میں نے ان کو معاف کیا۔ حکومت سزا دینا چاہتی تھی حکومت سے معافی کی سفارش کی اور فرمایا کہ جب میں نے معاف کر دیا اب سزا دینے کا حق نہیں۔

"اَحۡسِنۡ اِلٰی مَنۡ اَسَآءَ اِلَیۡكَ" کوئی برائی سے پیش آئے اس کے ساتھ اچھائی سے پیش آئیں۔ کوئی گالی دے اس کو سلام کریں، اگر کوئی دھکا دے تو اس کا احترام کریں۔ تبلیغ میں نکل کر اس کی خوب مشق ہوتی ہے۔ طعنے بھی سننے پڑتے ہیں کوئی ترش رو ہوتا ہے۔ غرض کہ اس کی مشق کی ضرورت ہے اللہ کی ذات پر بھروسہ ہونا چاہئے۔ تبلیغ میں نکل کر اللہ پاک پر بھروسہ کی صفت بھی پیدا ہوتی ہے۔ کسی سے انتقام لینے کے بجائے معاف کرنے درگذر کرنے کا جذبہ ہو اس طرح کام برابر کرتے رہیں۔

....

حجۃ الوداع میں تبلیغ کا حکم

حضرت رسول مقبول ﷺ نے اخیر خطبہ میں حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا۔ میں آج کے بعد تم لوگوں کے ساتھ شاید جمع نہ ہوسکوں۔ تم سے پوچھا جائے گا میرے بارے میں کہ احکامِ خداوندی تم تک پہونچائے یا نہیں۔ تم کیا جواب دو گے۔ سب نے جواب دیا، ہم جواب دیں گے کہ آپ نے سب احکام ہم تک پہنچا دیئے تھے۔

آنحضرت ﷺ نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ۔ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ۔ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ"

اے اللہ! گواہ ہو جا۔ میں نے تیرے سب احکام تیرے بندوں تک پہنچا دیئے کسی کو چھپایا نہیں۔ اور پھر حاضرین کو حکم فرمایا۔

"اَلَا فَلْیُبَلِّغُ الشَّاھِدُ مِنْکُمُ الْغَائِبَ" (مشکوۃ:۲۶۵۹)

خبردار! تم میں جو حاضر ہیں وہ غائبین تک پہنچا دیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تبلیغ کے لئے محنت

جو ذمہ داری آنحضرت ﷺ کی تھی اب وہ ذمہ داری تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ڈال دی گئی کہ جو حاضر ہیں موجود ہیں وہ دوسروں تک بھی ان احکام کو پہونچا دیں۔ یہ سن کر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک بڑی جماعت تبلیغ کے لئے وہیں سے نکل کھڑی ہوئی۔ دور دراز ملکوں میں اللہ کے احکام پہونچانے کے لئے جو پھر اپنے گھر نہیں لوٹے۔ ساری عمر واپس نہیں آئے۔ ساری زندگی اسلام کی اشاعت میں لگا دی۔

ہر صحابی نے تبلیغ کو اپنی زندگی کا اصل مقصد بنالیا۔ تجارت بھی کرتے تھے مگر تبلیغ کو مقدم رکھتے تھے۔ تجارت میں جاتے، تبلیغ کرتے جاتے۔ لوگ ان کی عادات اور خصلتوں کو

دیکھ کر اسلام میں داخل ہوتے جاتے۔ جہاں جاتے اسلام پھیلتا جاتا، دین زندہ ہوتا جاتا۔

ہماری ذمہ داری

آج کل ہم لوگوں کے ساتھ دوکانداری، ملازمت لگی ہوئی ہے، کھیتی باڑی لگی ہوئی ہے اور کتنے دھندے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور ان چیزوں میں ایسے مشغول ہوئے، روپیہ کمانے میں ایسے لگے کہ تبلیغ کا خیال تک نہیں آیا۔ ان ہی چیزوں کو اصل مقصد زندگی بنا لیا۔ جو چیزیں خادم تھیں ان کو مخدوم و مقصود بنالیا۔ اسلئے ضرورت ہے جس چیز کو حضرت نبی کریم ﷺ لے کر دنیا میں تشریف لائے جو ذمہ داری صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ڈالی گئی۔ اس مقصد کو اپنا مقصد بنالیں۔ اس فکر کو اپنا فکر فکر بنائیں۔ کام دھندے بھی کریں مگر ذہن تبلیغ میں مشغول ہو کہ دین ہی کے لئے بھیجا گیا تجارت کی اجازت دی گئی۔ تجارت خادم دین، مخدوم، و مقصود۔ مگر آج ہمارے یہاں تجارت مقصود ہے اور مال و دولت کی ہوس اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ دوکانوں پر دوکانیں بڑھاتے چلے جاتے ہیں حالانکہ تجارت تو گذارہ کیلئے تھی کہ جو نفقۂ واجبہ ہے اس کو ادا کریں اور تاکہ کسی کا مال غصب نہ کریں، حلال رزق حاصل ہو۔ اللہ کے دین کیلئے خرچ کریں، باقی وقت دین کیلئے صرف کریں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اپنے اوقات اذہان کو فارغ کر کے کچھ وقت تبلیغ میں لگائیں۔ تب نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حیات مبارک سمجھ میں آئے گی۔

تبلیغ کی برکت

اس محنت کو شروع کرنے والوں کو اللہ پاک جزاء خیر عطا فرمائے کہ آج اس کی برکت سے یہ محنت ہر فرقہ، ہر قصبہ، ریلوں میں، جہازوں میں، بندرگاہوں میں، جدہ میں، مکہ میں، منیٰ میں، مزدلفہ میں، عرفات میں ہو رہی ہے تبلیغی جماعتیں کام کر رہی ہیں۔

پہلے حجاج کو گھڑی کی قیمت معلوم ہوتی تھی مگر طواف کی جگہ معلوم نہیں ہوتی تھی، سعی کی جگہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔ جماعتوں کی بدولت صحیح حج ہونے لگا، لوگ مالدار ہونے کے باوجود حج نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ حدیث میں ہے جو مالدار ہونے کے باوجود حج نہ کرے اللہ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں چاہے یہودی ہو کر مرے چاہے نصرانی ہو کر۔ جماعتوں کی برکت سے لوگ حج کرنے لگے۔

لوگ زکوۃ نہیں دیتے تھے حالانکہ زکوٰۃ نہ دینے پر کیسی وعیدیں احادیث میں آئی ہیں۔ جماعتوں کی برکت سے لوگ زکوٰۃ دینے لگے۔ غرضکہ زندگیوں میں تبدیلیاں آ رہی ہیں، حالتیں بدل رہی ہیں۔

اللہ پاک آپ کو بھی توفیق دے مجھ کو بھی توفیق دے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خَیرِ خَلْقِہٖ سیدنا وَمَوْلانا محمد وآلہ وَاصحابہٖ وسلم

❑❑❑

....

ضرورت تبلیغ اور مقصد زندگی

اس بیان میں

☆......تبلیغ کی ضرورت اور اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔
☆......انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے۔
☆......حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور بعض اکابر اہل اللہ کے واقعات۔

....

ضرورت تبلیغ اور مقصد زندگی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

خطبۂ مسنونہ۔ امّا بعد!

حدیث شریف میں ہے:

"اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّاحِمُوۡنَ یَرۡحَمُھُمُ الرَّحۡمٰنُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اِرۡحَمُوۡا مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ یَرۡحَمۡکُمۡ مَنۡ فِی السَّمَآءِ اَوۡ کَمَا قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ"

(مشکوۃ شریف: ۴۲۳، ح: ۴۹۶۳)

رحم کرنے والے ہیں حق تعالیٰ ان لوگوں پر جو رحم فرماتے ہیں۔ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا آج کوئی شخص ایسا ہے جو خداوند تعالیٰ کی رحمت کا طالب نہیں، کس کو ضرورت نہیں۔ سارے عالم کا قیام ہی حق تعالیٰ کی رحمت کے سہارے پر ہے۔ اس کی رحمت ہے تو قیام ہے۔

مخلوق پر مہربانی

پھر رحم کی مختلف صورتیں ہیں۔ آپ کے پڑوس میں ایک شخص بھوکا رہتا ہے۔ آپ نے ایک وقت اس کو کھانا کھلا دیا یہ بھی رحم ہے۔ ایک بیمار ہے اس بیمار کو ڈاکٹر کو دکھلا کر دوا دلادی یہ بھی رحم ہے۔ ایک شخص پیدل چل رہا ہے۔ پیدل چلنا اس کو مشکل ہو رہا ہے آپ

گاڑی میں ہیں ۔آپ نے گاڑی روک کر اس کو گاڑی پر چڑھالیا اور اس کو اس کے مکان پر پہونچادیا۔ یہ بھی رحم ہے ۔غرض بہت صورتیں ہیں رحم کی ۔ پھر جسمانی رحم بھی ہے، روحانی رحم بھی ہے ۔ظاہری رحم بھی ہے باطنی رحم بھی ہے،لیکن جو سب سے بڑا رحم ہے وہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کو آخرت کے عذاب سے بچالیا جائے ۔

سب سے بڑی مہربانی

سب سے بڑا رحم یہ ہے ۔جو مصیبتیں آنے والی ہیں قبر میں آئیں گی ،حشر میں آئیں گی ۔ پل صراط میں آئیں گی ۔دوزخ میں جا کر آئیں گی ۔ان مصیبتوں سے کسی کو بچادینا سب سے بڑا رحم ہے ۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رب العالمین ہے اور نبی کریم ﷺ کی کی صفت رحمۃً للعالمین ہے ۔تمام عالموں کے واسطے رحمت ہے حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس، حضور اکرم ﷺ نے انسانوں کے احکام بھی بتائے جانوروں کے احکام بھی بتائے، ظاہری فوائد بھی بتائے، باطنی فوائد بھی بتائے ۔دنیوی فوائد بھی بتائے، اخروی فوائد بھی بتائے ۔جو چیز (توحید) دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی کی تھی لوگوں کو اس کی دعوت دی ۔اس لئے حضور اکرم ﷺ اعلان فرماتے تھے::

"یاَیھا النّاس قُولُوا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوا" (کنز العمال:۳۵۵۳۸)

اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو تم کو خدا کامیابی دیگا۔کامیابی ایسی ہوگی جو دنیا کی بھی کامیابی، قبر میں بھی کامیابی، حشر میں بھی کامیابی اور آخرت کے تمام مراحل میں کامیابی ہی کامیابی ہے ۔اس واسطے بڑا رحم وہ ہے کسی شخص کو کلمہ پڑھا دینا جو نماز نہیں جانتا اس کو نماز سکھادی ۔کسی شخص کو نماز کا عادی اور خوگر بنا دینا۔ایک شخص ایسا ہے کہ کسی وقت نماز پڑھی کسی وقت نہ پڑھی اور اس کو نماز کے خیال کا طریقہ بتادیا۔آہستہ آہستہ اس کو عادی بنادیں تاوقتیکہ اپنے وقت پر نماز کا وہ عادی ہوجائے ۔ یہ بھی رحم ہے ۔حدیث شریف

003 Khutbat-e-Mahmood J-2f

کی تعلیم دیدینا بھی رحم ہے۔ فقہی مسائل بتادینا یہ بھی رحم ہے، یہ سب رحم ہی رحم ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں کسی دوسرے پر رحم کرنے سے ہر طرح عاجز اور قاصر ہوں۔ ہر ایک کو حق تعالیٰ شانہ نے موقع دیا رحم کرنے کا۔ اگر کسی کے پاس کچھ نہیں کم از کم کلمہ تو ہے تو لوگوں کو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ تو سکھا سکتا ہے۔ پیسے ہیں نہیں کسی غریب کو دینے کے لئے کلمہ تو ہے نصیحت کی باتیں تو ہیں، خیر کی باتیں تو ہیں سکھا سکتا۔ بتلا سکتا ہے اس واسطے یہ ارشاد فرمایا:

"اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ" (مشکوۃ شریف: ۴۲۳)

زمین والوں پر تم رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ اسی کو کسی شاعر نے اردو میں کہا ہے۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

آج دنیا میں کیسی کیسی مصیبتیں آرہی ہیں۔ ہر جہت پریشانی ہی پریشانی ہے۔ ان پریشانیوں سے متاثر ہو کر دعا تو ضرور کرتے ہیں مسلمان کی پریشانیاں دور ہو جائیں۔ مگر کس طرح دور ہوں کہ یہ نظام ختم ہو جائے۔ یہ طریقہ ختم ہو جائے۔ اس کے بجائے ایک آدمی معاصی میں مبتلا ہے اس کی اصلاح کس طرح ہو۔ اس کے لئے کون سا واسطہ کونسا طریقہ اختیار کیا جائے۔ اس کی فکر نہیں کرتے حالانکہ اس کی فکر کی ضرورت ہے۔ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے انسانوں کے اعمال ہوتے ہیں ویسے ہی لوگوں پر حاکم مسلط ہوتے ہیں۔ اعمال صالح ہوں گے تو حاکم صالح مسلط ہوں گے۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گذرے ہیں۔ دِلّی

میں ان کا مزار بھی ہے۔سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ تھے۔اس زمانے میں، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔جس وقت حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا اور ان کا جنازہ لایا گیا تو ان کے ورثاء نے کہا بھائی جنازے کی نماز وہ شخص پڑھائے جس کی کبھی عشاء سے پہلے کی اور عصر سے پہلے کی چار سنتیں ناغہ نہ ہوئی ہوں، جس نے کبھی کسی نامحرم کو دیکھا نہ ہو، جس نے کبھی نامحرم کو ہاتھ نہ لگایا ہو۔حضرت کی وصیت تھی کہ میرے جنازے کی نماز ایسا شخص پڑھائے۔آگے کون آتا ہے، جو اس زمانے کے بادشاہ تھے وہ آگے بڑھے۔انھوں نے نماز پڑھائی اور نماز کے بعد فرمایا: الحمد للہ! یہ چیز مجھ کو حاصل ہے۔افسوس حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے راز ظاہر کر دیا۔جب رعایا میں حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگ موجود تھے تو ان کو حاکم اور بادشاہ کیسے ملے تھے جیسے سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ کہ جن کی عمر بھر میں کبھی عصر سے پہلے کی چار سنتیں اور عشاء کے پہلے کی سنتیں ناغہ نہیں ہوئیں، جنھوں نے کبھی کسی نامحرم کو آنکھ سے نہیں دیکھا، جنھوں نے کبھی کسی نامحرم کو ہاتھ نہیں لگایا اور جیسے ہم ہیں ایسے ہی ہمیں حاکم ملتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کرنے کا طریقہ

بجائے اس کے کہ حاکم کا شکوہ اور گلہ کیا جائے اور ان کو برا کہا جائے اپنے حال کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔ہم نے اگر اپنے اعمال کو درست نہ کیا اور حاکموں کو برا کہا تو حاکم فرض کیجئے اگر بدل بھی گئے تو کوئی ضروری نہیں ہے کہ دوسرے حاکم اچھے ہی آجائیں۔کیا خبر کیسے آئیں اس سے بھی برے بدتر آئیں تو کیا کر سکتے ہیں اس لئے حق تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ زمین والوں پر رحم کیا جائے تو آسمان والا رحم کرتا ہے۔اور رحم کا سب سے اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ ہلاکتِ دائمی سے اس کو بچانے کی کوشش کی جائے۔جہنم میں

جانے سے اس کو روکا جائے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے اس سے بچالیا جائے جو شخص غیر اللہ کی پرستش کرتا ہے ہاتھ جوڑ کر ماتھا ٹھیکتا ہے اس کو وہاں سے ہٹا کر خالق کے سامنے لایا جائے کہ خالق کے سامنے رہ کر عبادت کرے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کرنے والوں کو ہدایت

ہمارے بزرگ استاذ حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ بیمار تھے۔ اسی بیماری میں انتقال ہوگیا تھا۔ تو جب بیمار تھے کچھ لوگ آئے عیادت کے لئے۔ مولانا نے پوچھا آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں، وہ لوگ سر جھکائے کھڑے رہے حضرت نے فرمایا کہ آپ میرے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ اللہ کے سامنے سر جھکائیے۔ ایسے طریقہ پر کہا کہ سب کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ اپنے سامنے سر جھکانے کے اتنے روادار نہیں تھے کہ میرے سامنے کوئی سر جھکا کر کھڑا ہو جائے۔ اللہ کے سامنے سر جھکانا چاہئے۔

دعوت توحید

تو مخلوق سے ہٹا کر خالق کی طرف متوجہ کر دینا اور خالق کی عبادت کی طرف بلانا سب سے بڑا رحم یہ ہے جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار، یہ وہی لوگ ہیں جن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوق سے ہٹا کر خالق کی طرف متوجہ کیا۔ بیت اللہ کے اندر بت رکھے ہوئے تھے ان کی پرستش ہوتی تھی، پرستش ہوتی تھی، ان کی پرستش سے ہٹا کر مالک الملک کی طرف متوجہ کیا۔ ذرا ذرا سی چیزوں کو پوجا جاتا تھا، ان کی عبادت کی جاتی تھی اور روزانہ بت بدلتے رہتے تھے۔ آج ایک بت کی پرستش کی کل کو دوسرے کی پرسوں کو تیسرے کی۔ غرض اسی طرح جو ذرا چھا سا چمکدار پتھر نظر آیا تو اس کو اٹھا لیا اور جو پچھلا تھا اس کو پھینک دیا۔ یہ حالت تھی بتوں کی پوجا پاٹ کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان سب سے ہٹا کر ایک مالک الملک جو تمام عالم کا زمین و آسمان، چاند کا، سورج کا ستاروں کا، آگ کا، پانی کا ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے ہر چیز جس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس کی عبادت کی طرف متوجہ فرمایا اور اس سے ان لوگوں کو اتنا بڑا فائدہ ہوا کہ پشتہا ئے پشت سے باپ، دادا، پڑ دادا، کے وقت سے بتوں کی پوجا کرتے چلے آرہے تھے وہاں سے ہٹ کر مالک الملک کو پہچاننے لگے کہ وہ کون ہے جس کے سامنے سر جھکانے کی ضرورت ہے جس نے سب کو پیدا کیا، سب کی روزی جس کے قبضے میں ہے، سب کی راحت اور آرام جس کے قبضے میں ہے، اس کے سامنے سر جھکانے کی ضرورت ہے۔ یہ اجتماع ہفتے میں ایک بار آپ حضرات کے یہاں ہوتا ہے۔ بہت بڑی خیر کی چیز ہے، برکت کی چیز ہے۔ اس میں تو یہی ہے کہ مخلوقِ خدا پر رحم کرنا سکھایا جاتا ہے کہ کس طرح دوسروں پر رحم کروں۔ مسلمان کس لئے دنیا میں آیا ہے۔ اس لئے نہیں آیا کہ پیسہ بٹور بٹور کر جمع کرلو۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور اشاعت اسلام

حضرت عمر ابن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جن کو عمر ثانی کہا جاتا ہے ان کے ایک عامل نے اطلاع دی کہ قانون اسلام کا یہ ہے کہ جو شخص اسلام قبول کر لیتا ہے اس سے جذیہ ساقط کر دیا جاتا ہے۔ جذیہ وہ محصول ہے کہ جو شخص مسلمانوں کی رعیت بن کر رہتا ہے مسلمان اس کے جان و مال وعیال کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہ جزیہ اس کا ایک معاوضہ ہے۔ بہت تھوڑا سا معمولی سا۔ اس کی حیثیت کچھ بھی نہیں۔ جو شخص اسلام قبول کر لیتا ہے اس سے جزیہ ساقط کر دیا جاتا ہے جزیہ معاف کر دیا جاتا ہے۔ ان کے عامل نے اطلاع دی کہ بیت المال خالی رہ گیا ہے۔ بیت المال میں کوئی پیسہ نہیں ہے۔ لہٰذا یہ جو قانون ہے کہ جو اسلام قبول کر لیتا ہے اس سے جذیہ ساقط کر دیا جائے۔ اس قانون کو ختم کر دیا جائے۔ تو جواب دیا؛

ان محمّداً صلی اللہ علیہ وسلم قد بعث ھادیاً لا جابیاً۔

اے خدا کے بندے اتنا تو سوچ حضور اقدس ﷺ کوئی روپیہ اکٹھا کرنے کے لئے آئے تھے دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ان کو بھیجا ہے۔ ہدایت کے لئے نہ کہ روپیہ جمع کرنے کے لئے۔ بیت المال خالی ہو جائے، خالی رہنے دو، اس کی پرواہ مت کرو۔ حضور اقدس ﷺ جس مشن کو لے کر چلے تھے وہ مشن تو چل رہا ہے۔ دین اسلام تو چل رہا ہے، اس کی تو اشاعت ہو رہی ہے، تو حضور اقدس ﷺ روپیہ جمع کرنے کے لئے نہیں آئے۔

جزیہ کی واپسی

وہاں تو یہ حال تھا کہ ایک جگہ یہودیوں کی بستی تھی۔ اس بستی پر مسلمانوں کے ماتحت، حکومت کے تحت میں رہتے تھے۔ ایک دفعہ کچھ ڈاکو آئے۔ ڈاکوؤں نے ان کو لوٹ لیا۔ اس سال جو معاوضہ، جزیہ لیا گیا تھا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو واپس کرا دیا اور کہلا دیا کہ یہ تو ہم اس واسطے لیتے تھے تا کہ تمہاری حفاظت ہو، جب ہم تمہاری حفاظت نہیں کر سکے تو اس کے لینے کا ہمیں کیا حق ہے۔ لہٰذا ہمیں اب اس کی ضرورت نہیں اور جتنا کسی پر متعین کیا جاتا تھا اس سے زیادہ نہیں لیا جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شکایت کرنے والے کو واپس کرنا

ایک دفعہ ملک شام سے ایک بوڑھا نصرانی آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد سے نماز پڑھ کر نکل رہے تھے، دور سے آتا ہوا اس کو دیکھ کر فرما دیا:

"اِرْجِعْ فقد اتاك الغوث"

لوٹ جاؤ تمہارا کام پورا ہو گیا۔ اپنے پاس تک آنے نہیں دیا۔ وہ واپس ہو گیا اور دل ہی دل میں یا زبان سے بھی آہستہ آہستہ گالیاں دینے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہ یہ منصف

ہیں، یہ متقی ہیں یہ عادل ہیں۔ میں اتنی دور سے چل کر آیا۔ میری بات تک نہیں سنی۔ پوچھا تک نہیں، کیوں آیا ہے۔ اس سے محصول کچھ زیادہ لیا تھا۔ وہاں کے عامل نے۔ اس کی شکایت لے کر آیا تھا۔ جب وہ واپس گیا وہاں، ان کے عامل کا آدمی اس کے پاس آیا کہ اللہ کے بندے تم کہاں تھے؟ ہم تو تم کو تلاش کر رہے ہیں، کئی روز سے تلاش کر رہے تھے کہ یہ محصول زیادہ آگیا تھا، یہاں پر اس کا محصول واپس کرنے کے لئے ان کا عامل تلاش کر رہا ہے۔ لہٰذا اگر یہ جزیہ نہیں وصول ہوتا اسلام تو پھیلتا ہے، دین کی اشاعت تو ہوتی ہے۔ جزیہ نہیں وصول ہوتا نہ وصول ہو، بیت المال خالی رہ جاتا ہے خالی رہ جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المال میں جھاڑو دے کر صاف کر دیا تھا۔ مصلی بچھا کر دو رکعت نماز ادا کی۔ یہ تھوڑا ہی کرتے روپیہ روپیہ جمع کریں، روپیہ تو ضرورت کے لئے، جتنی ضرورت ہو اتنی وہ ضرورت پوری ہو جاتی تھی۔ کافی تھی۔

دعوت اسلام

اس میں اپنے بھائیوں پر رحم کرنے کی ضرورت ہے۔ اور رحم کرنے کی یہی صورت ہے۔ ایک شخص جا رہا ہے اپنا حقہ لئے ہوئے، حقہ پیتا ہوا۔ ہمارے اسلاف کی بات ہے ایک حاجی صاحب تھے خود نومسلم تھے۔ انھوں نے دیکھا دور سے، یہ کہا کہ یہ مسلمان ہو جائے گا۔ بس گئے اس کے پاس، کہنے لگے او ہو۔ یار، تم کہاں سے آرہے ہو، اس سے سلام کلام کیا، مصافحہ کیا، مصافحہ کیا اور بات چیت شروع ہوگئی۔ بات چیت کرتے کرتے پانچ سات قدم آگئے اور اس کو لے آئے۔ مسلمان کرنے کے لئے، اس نے کہا مجھے مسلمان کرلو اچھی بات ہے وہ ہو گیا مسلمان۔ ہزاروں کی تعداد میں انھوں نے لوگوں کو مسلمان کیا۔ اسی سفر میں ایک صاحب نے بیان کیا کہ ساڑھے چار ہزار آدمی میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ہیں، اتنی بڑی تعداد کو دوزخ سے بچا لیا جائے۔ جنت کا حقدار بنا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی فہرست سے نکال کر اللہ تعالیٰ

کے دوستوں میں داخل کر دیا جائے۔ بہت بڑی چیز یہ ہے۔

مسلمان کا مقصد زندگی

اصل میں مسلمان دنیا میں اس واسطے آیا ہے کہ خود مصیبت اٹھا کر دوسرے کو راحت پہونچائے۔ خود بھوکا رہ کر دوسرے کو کھانا کھلائے، خود پریشان ہو کر دوسرے کو اطمینان دلائے، اس لئے آیا ہے۔ یہ راستہ ہم لوگوں نے چھوڑ دیا ہے جس کی وجہ سے پریشانیاں لاحق ہو رہی ہیں، جس مقصد کے لئے حق تعالیٰ نے پیدا کیا تھا اس مقصد کو پورا نہ کر کے ہم روپیہ جمع کرنے کی فکر میں لگ گئے، کسی کو فکر ہے کہ میری دوکان شاندار درجہ کی ہو جائے، کسی کو فکر ہے مجھے موٹر اعلیٰ درجہ کی مل جائے۔ کسی کو فکر ہے مجھے مکان مل جائے، کسی کو فکر ہے مجھے زمین مل جائے، میں باغ لگا جاؤں، غرض یہ کہ اپنے اپنے ذہن میں سوچ سوچ کر بڑے پلان بنا رکھے ہیں لیکن یہ پلان کسی کے ذہن میں نہیں کہ میرے ہاتھ پر لوگ مسلمان ہو جائیں۔ یہ لوگ جہنم سے بچ جائیں، دوزخ سے بچ جائیں، اللہ تعالیٰ کے مقرب بن جائیں۔ میری محنت اور کوشش سے یہ کسی ذہن میں نہیں۔ تو جس کام کے لئے بھیجا گیا تھا اس کا حکم تو ذہن سے نکال دیا اور جو دوسری چیزیں جن کے لئے بھیجا نہیں گیا تھا بلکہ ان کے استعمال کی اجازت دی تھی کہ وقت ضرورت ان کو استعمال کر سکتے ہو، ان چیزوں کو اپنا مقصود بنا لیا۔ مکان بنانے کے لئے بھیجا گیا۔ اجازت دی گئی کہ تمہیں مکان بنانے کی ضرورت ہو۔ رہنے سہنے کے لئے بیوی بچوں کے لئے مکان بنا سکتے ہو، مگر کس طرح سے بناؤ۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرۂ مبارکہ

حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد کے لئے اٹھے وہیں برابر میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زوجہ مطہرہ ہیں، حجرہ شریفہ میں اتنی جگہ نہیں تھی کہ وہ

پیر پھیلا کر پورے طور سے لیٹ سکیں۔ نماز پڑھتے ہوئے جب سجدہ میں جاتے تب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پیروں کو ہاتھ سے اشارہ کرتے تو پیر سمیٹ لیتیں۔ تو سجدے کی جگہ ہوتی۔ ذرا آدمی سرسیدھا کر کے کھڑا ہو کر ہاتھ اٹھائے تو ہاتھ چھت کو لگ جاتا تھا۔ اونچا اتنا، پھیلاؤ اتنا، ضرورت اتنے سے پوری ہو جاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس مبارک

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول ہوتا تھا۔ ایک لنگی باندھ لی ایک چادر اوڑھ لی۔ عامۃً معمول یہ تھا۔ کرتا بھی استعمال فرمایا آپ نے، پائجامہ بھی آپ نے خریدا لیکن عامۃً استعمال یہ تھا تو کم سے کم ضرورت پوری کرنے کے لئے کفایت کرنا۔ کس کام کے لئے مسلمان دنیا میں بھیجا گیا تھا، کم سے کم پر قناعت کرے، کفایت کرے اور اپنے مال و دولت اور ساری قوتوں کو اللہ کے دین کی خاطر خرچ کرے اس کو چھوڑ دیا، اس کو یاد دلانا ہے کہ ہم کس لئے پیدا کئے گئے تھے اور کیا کام کر رہے ہیں۔ تبلیغی اجتماع اسی مقصد کے لئے ہوتا ہے تاکہ ساری زندگی درست ہو جائے اور زندگی درست ہونے کا حاصل یہی ہے کہ جس کام کے لئے زندگی عطا ہوئی تھی وہ کام اختیار کر لیا جائے۔

ہماری حالت

آج ہمارا حال یہ ہے کہ ایک قسم کے کھانے پر قناعت نہیں کی جاتی۔ آٹھ قسم کا دس قسم کا، بارہ قسم کا کھانا ایک دسترخوان پر ہوتا ہے۔ اس لئے تو نہیں بھیجے گئے۔ آج مسلمان کو اس کی فکر زیادہ ہے کہ میرے دسترخوان پر زیادہ سے زیادہ قسم کے کھانے موجود ہوں۔ زیادہ سے زیادہ قسم کے لباس ہوں۔ عمدہ سے عمدہ میری گاڑی ہو، عمدہ سے عمدہ میری بلڈنگ، عمدہ سے عمدہ میری دوکان ہو۔ ان چیزوں کی فکر میں لگ گیا حالانکہ یہ چیزیں مقصود نہیں۔ مقصود جو کچھ

ہے وہ دین ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ" (سورۂ ذاریات)

[اور میں نے جنات اور انسانوں کو اس کے سواء کسی اور کام کے لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔] (آسان ترجمہ)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے جنات اور انسانوں کو جو پیدا کیا ہے وہ صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور اس عبادت کے واسطے ضرورت پیش آتی ہے مکان کی۔ مکان بنانے کی بھی اجازت دیدی۔ ضرورت پیش آتی ہے کھانے کی، کھانے کی بھی اجازت دیدی۔ سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کھانا کھا رہے تھے، ایک دوست مہمان وہ بھی کھانے میں شریک ہو گئے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا کھانا

تو کہنے لگے ساطہ بھی ہوتا ہے تو کیسے مزہ سے کھاتے۔ کھانا کیا تھا سوکھی روٹی کے ٹکڑے اور نمک کی ڈلی پیس رکھی تھی۔ ایک ٹکڑا دانت سے دبایا۔ پھٹ سے وہ ٹوٹا اور نمک کی ڈلی اٹھا کر منہ میں رکھ لی اور اسے چبا کر نگل گئے۔ یہ کھانا تھا۔ کہنے لگے کہ ساطہ بھی ہوتا تو کیسے مزہ سے کھاتے۔ ساطہ ایک قسم کی گھاس ہے جس میں چرچرا پن ہوتا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اٹھے اور اٹھ کر بازار سے خرید کر لائے اور لا کر دونوں نے کھانا کھالیا۔ بڑے مزے کے ساتھ روٹی کا ٹکڑا دانت سے توڑتے کاٹتے تھے اور ساطہ کی پتیاں چباتے تھے۔ روٹی، نمک، ساطہ ان تین چیزوں سے مل کر وہ کھانا تیار ہو گیا تھا۔ کھانے کے بعد وہ کہنے لگے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ قَنَّعَنَا بِمَا حَضَرَ"

اللہ کے لئے حمد ہے کہ جس نے ہمیں قناعت دی ما حضر پر، جو موجود تھا اس پر قناعت

ہوتی تو میرا وضو کا لوٹا گروی نہ رکھواتا۔ پیسہ پاس نہیں تھا جو ساطہ لاتے۔ اپنا لوٹا جس کی ضرورت پانچ وقت پیش آتی ہے وہ لوٹا گروی رکھ کر ساطہ لے آئے۔ یہ شان تھی ان حضرات کی۔ ان حضرات کے ذریعہ سے اس دین اسلام نے فروغ پایا۔ اشاعت ہوئی۔ آج ہم لوگ ان کے طریق کو بالکل بھول گئے۔ نہ پڑھتے ہیں نہ کتابوں میں دیکھتے ہیں اور آگے کو ان کی حرص کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

آٹا روٹی لینے گیا

ایک صاحب کی بیوی نے آٹا گوندھا اور طشت میں رکھ کر گئی پڑوس میں گئی آگ لینے کے لئے۔ اتنے میں ایک سائل آیا۔ سائل نے کہا کہ اللہ کے نام پر بھیجو۔ انھوں نے وہ طشت اٹھا کر اس کے حوالے کر دیا۔ جو آٹا گوندھا ہوا تھا۔ بھائی اور تو کچھ ہے نہیں یہ ہے جا کر پکا لی جیو۔ وہ لے کر چلا گیا۔ اب بیوی آئی۔ اس نے پوچھا میاں آٹا گوندھ کے رکھ گئی تھی وہ کیا ہوا۔ انھوں نے فرمایا روٹی پکنے گیا ہے روٹی پکنے گئی اس کی۔ کہنے لگی مذاق کر رہے ہو۔ واقعی بتا دو کیا ہوا کہنے لگے مذاق نہیں واقعی روٹی پکنے گئی۔ ایک سائل آیا تھا۔ سائل نے یہ سوال کیا میں نے اس کو دے دیا۔ کہنے لگی اللہ تم پر رحم کرے، گھر میں بچوں کے کھانے کیلئے کچھ اور ہے ہی نہیں۔ کہنے لگے ہو یا نہ اس کی مجھ کو خبر نہیں۔ باقی میرے سامنے آٹا گوندھا ہوا رکھا ہے اور میں کہدوں گھر میں ہے نہیں کچھ دینے کو یہ مجھ سے نہ ہوا۔ ذرا غور کریں کہ ہماری یہ حالت ہے کہ گھر میں، جیب میں، ہاتھ میں کوئی چیز موجود ہو اور پھر بھی کہد یتے ہیں کہ ہے نہیں دینے کو۔ ان کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ یہ کہدیں کہ ہے نہیں، لیکن موجود ہے۔ یہ بات کہہ ہی رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اس نے آکر آواز دی اور ایک کپڑے میں روٹیاں لپٹی ہوئی گرم گرم لے کر آیا اور ایک بڑا پیالہ سالن کا بھی لے کر آیا ہدیہ میں۔ بیوی کہنے لگی یہ تو واقعی روٹیاں بنانے لے گیا تھا اور میں تو اتنی جلدی پکا بھی نہ سکتی تھی جتنی جلدی اس کی روٹی پک کر آ گئی۔ اور یہ تو

سالن بھی لے کر آیا ہے۔ان کا معاملہ حق تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ تو یہ تھا کہ ایک سائل آ کر سوال کرتا ہے تو اپنے یہاں جو کچھ ہے کھانے پینے کے لئے اس کے حوالہ کر دیا اور حق تعالیٰ کا معاملہ ان کے ساتھ یہ ہے کہ دوبارہ روٹی پکانے سے پہلے پہلے پکی پکائی مع سالن کے بھیج دی۔ ضرورت اس کی ہے کہ ہم لوگ اپنا معاملہ اپنے مالک الملک کے ساتھ صحیح کریں، اس کے ساتھ معاملہ صحیح کریں گے تو اس کی طرف سے بڑی راحتیں آئیں گی۔

چغلی کی نحوست

ایک کتاب میں لکھا ہے ایک دفعہ بارش نہیں ہوتی تھی، پریشان تھے سب۔اس زمانے کے نبی اپنی امت کو لے کر باہر نکلے صحابہ پیچھے جنگل میں، گئے نماز پڑھی، دعائیں کیں۔ خدا کے سامنے روئے۔امت بھی رو رہی ہے، نبی بھی رو رہے ہیں۔ چالیس دن گذر گئے بارش نہیں ہوئی تو ان پیغمبر نے کہا۔ یا اللہ کیا بات ہے۔ چالیس دن ہو گئے دعا کرتے کرتے دعا قبول نہیں ہوتی۔وہاں سے جواب ملا کہ چالیس برس بھی دعا کرتے رہو تو قبول نہ ہوگی۔ یا اللہ! کیا بات ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔تمہاری جماعت میں ایک بندہ ہے جس کے اندر چغلخوری کی عادت ہے۔اس کی بات اس سے کہہ دیتا ہے ان کے اندر نفرت پیدا کر دیتا ہے، لڑائی کرا دیتا ہے۔جب دعا کرتے ہو یہ دعا آسمان کی طرف جاتی ہے پھر اس کی نحوست دروازہ روک کر کھڑی ہو جاتی ہے۔دعا اوپر نہیں جایا کرتی۔پھر ان پیغمبر نے عرض کیا اچھا تو پھر اس بندے کا ہمیں نام بتا دیجئے تا کہ ہم اس کو اپنے مجمع سے الگ کر دیں پھر تو دعا قبول ہوگی۔فرمایا کتنے بھولے آدمی ہو تم، ہم چغلخوری کو پسند نہیں کرتے ہیں ہم خود اپنے بندے کی چغلی کریں۔ تب انھوں نے عرض کیا۔اعلان کیا کہ بھائی تم میں سے جو چغل خور ہے وہ یہاں سے اٹھ جائے اور اگر نہیں اٹھے گا تو ایک ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر ہم اٹھائیں گے اور جس کے اٹھنے سے بارش ہو جائے تو ہم سمجھ جائیں گے کہ یہ تھا وہ چغل خور، جس کی وجہ سے ساری امت کی دعا مردود ہو گئی

تھی، تب کوئی نہیں اٹھتا لیکن جو چغل خور تھا اس نے کہا کہ یا اللہ! تم نے اب تک میرے عیب پر پردہ ڈالا کسی پر ظاہر نہیں فرمایا کہ چغل خور کون ہے۔ چغل خور میں ہوں، میں گنہگار ہوں، خطا کار ہوں، میری خطا کو معاف فرما۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں چغلی نہیں کروں گا۔ توبہ کرتا ہوں۔ دل دل میں تو اللہ سے معاملہ کیا اور آنکھ سے دو چار آنسو بھی ٹپکے۔ اتنے میں بادل آیا بارش ہو گئی۔ اس پیغمبر نے عرض کیا کہ باری تعالیٰ ابھی تک تو کوئی اٹھا بھی نہیں اس مجلس میں سے، وہ شخص یہیں ہے، موجود ہے جس کی وجہ سے بارش نہیں ہوتی تھی یہ بارش کیسے ہوگئی۔ فرمایا ہمارے بندے نے ہم سے صلح کرلی پہلے لڑائی کر رکھی تھی اب صلح کرلی۔ پھر پوچھا کہ اب تو بتادیجئے کون نیک بخت بندہ ہے جس کی صلح کی وجہ سے بارش ہوگئی۔ ساری مخلوق پر رحم ہوا تو فرمایا جب اس نے ہم سے لڑائی کر رکھی تھی ہم نے اس وقت اس کے عیب کو ظاہر نہیں کیا۔ آج جو اس نے صلح کرلی ہم اب اس کے عیب کو ظاہر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ تو اس طرح پردہ پوشی کریں۔

حقوق کی ادائیگی کی ضرورت

اور ہم لوگ ایک دوسرے کی برائی دنیا میں کرتے پھریں۔ اچھے خاصے دو آدمیوں کے درمیان لڑائی پیدا کردیں، نااتفاقی پیدا کردیں اس لئے بارش نہ ہونے اور دوسری مصیبتوں کے آنے کی وجہ جو کچھ ہے وہ ہماری بداعمالیاں ہیں۔ ان بداعمالیوں کی اصلاح کی ضرورت ہے اور اس کیلئے کسی دوسرے کے پاس جانے کی زیادہ ضرورت نہیں اپنے مالک الملک سے اپنا معاملہ درست کرنا ہے، کسی کا مالی حق ہو اس کو ادا کرنا ہے، جانی حق ہو اس کو ادا کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کے جو حقوق دبا رکھے ہوں ان کو ادا کرنا ہے۔ خداوند تعالیٰ کے حقوق کو ادا نہیں کیا جاتا ہے۔ اس کے ادا کرنے کی کوشش کرنا۔ اس طریقے پر حقوق ادا ہوتے رہیں حق تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی رہیں گی۔ تو مسلمان جس مقصد سے دنیا میں بھیجا گیا

تھا وہ مقصد مسلمان نے کھو دیا، ضائع کر دیا۔

ذکر کی برکت

حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک ایک شخص "اللہ! اللہ!" کہنے والا موجود رہے گا۔ ایک شخص کے "اللہ! اللہ!" کہنے سے تمام دنیا آسمان قائم ہیں۔ "اللہ! اللہ!" کہنے کی، ذکر کی ایسی برکت ہے۔ "اللہ" کے نام کی ایسی برکت ہے تو ذکر ہم نے چھوڑ دیا گناہ میں مبتلا ہیں۔ اور اس کی وجہ سے جو نحوستیں پھیلتی ہیں مصیبتیں آتی ہیں وہ آ رہی ہیں اور ان کی طرف توجہ نہیں۔ اور اگر ہے تو کیا اپنی سوچی سمجھی تدبیروں کے ماتحت ہے۔ اس کی تدبیر یہ ہونی چاہئے۔ حالانکہ جو تدبیر وہاں سے بتائی گئی ہے اس کو اختیار کرنا چاہئے۔ وہاں سے یہ تدبیر بتائی گئی ہے کہ مخلوق خدا پر رحم کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا۔

دعا

حدیث شریف میں آیا ہے جس دعا میں درود شریف نہ ہو وہ دعا اوپر نہیں جاتی ہے۔ اس لئے دعا کے آداب میں سے ہے درود شریف پہلے بھی پڑھا جائے اور بعد میں بھی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔

………………………………

اے پاک پروردگار! ہم سب کے گناہوں کو معاف فرما۔ یا اللہ! تیرے دین سے جس قدر غفلت برتی ہے اس جرم عظیم کو معاف فرما۔ الٰہی! رحم و کرم کا معاملہ فرما، فضل کا معاملہ فرما، الٰہ العالمین! ہم سب کی خطائیں بخش دے پرانی بھی نئی بھی، اور ہم کو متوجہ فرمادے جس کام کے لئے پیدا کیا ہے اس کام پر کوشش کے لئے لگ جائیں۔ الٰہ العالمین! تمام دنیا میں جہاں مظالم ہو رہے ہیں ان مظالم کو روک دے، ظالم کا ہاتھ پکڑ لے، مظلوموں کی نصرت فرمادے، الٰہ العالمین! یہ سب کچھ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ اے پاک پروردگار! ہمارے گناہوں کو بخش دے۔ نیکی کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ جن ہمارے بھائیوں نے بزرگوں نے نام لکھوائے یا اللہ ان کے ارادوں میں استقلال پیدا فرما۔ الٰہ العالمین! ان کے اس ارادے کو قبول فرما۔ اور جنھوں نے نہیں لکھوائے ان کو نام لکھوانے کی توفیق عطا فرما۔ الٰہ العالمین! اس دین کو تمام دنیا میں پھیلا دے اور اس کے لئے ہم کو پوری کوشش کرنے کی توفیق عطا فرما۔

رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْراً وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

❑❑❑

یہ امت خیر امت ہے

اس بیان میں

خیر امت ہونے کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

....

یہ امت خیر امت ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

الحمد للہ۔ الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہ ونو من بہ ونتوکّلُ عَلیہ ونعوذ باللّٰہ من شرورِ انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہٗ۔ ومن یضللہ فلا ھادی لَہٗ ونشھد ان لا الٰہَ اِلَّا اللہ وحدہ لا شریك لہٗ ونشھد انّ سیّدنا وشفیعنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ ارسلہٗ بالحق بین یدی الساعۃ بشیراً ونذیراً ومن یطع اللہ ورسولہٗ فقد رشد ومن یعص اللہ ورسولہٗ فانہٗ لا یضر الاّ نفسہٗ ولن یضر اللہ شیئاً۔ امّا بعد!

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡھَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَتُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ۔ وَلَوۡ اٰمَنَ اَھۡلُ الۡکِتَابِ لَکَانَ خَیۡرًا لَّھُمۡ۔ (آل عمران)

اللہ جل جلالہٗ عم نوالہٗ کا ارشاد ہے کہ تم لوگ بہترین امت ہو۔ ابتدائے آفرینش سے جتنی امتیں پیدا کی گئی ہیں سب میں بہتر ہو، سب سے اعلیٰ ہو۔ سب سے اچھے ہو۔

خیر امت ہونے کی وجہ

اس امت میں خیر ہونے کی کیا بات ہے؟ خود بتلا دیا۔ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ۔ جو لوگوں

کے لئے بھیجی گئی ہے یہ امت دوسرے لوگوں کے واسطے ان کی ہدایت کے لئے، ان کی اصلاح کے لئے، ان کی خیر خواہی کے لئے بھیجی گئی ہے۔

اس امت کا کام

کام کیا ہے اس امّت کا؟ "تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" اچھی باتوں کا لوگوں کو حکم دو، بری باتوں سے روکو۔ جو کام انسانی ہمدردی کے موافق نہیں، اخلاق کے خلاف ہیں، عقل کے خلاف ہیں، معاشرہ کے خلاف ہیں، اللہ کے خلاف ہیں ان سے روکو، ان کو مٹاؤ، اور جو کام انسانی ہمدردی کے موافق ہیں اللہ کے حکم کے موافق ہیں خیر اور نصیحت کے ہیں ان کو پھیلاؤ، لوگوں میں شائع کرو، اس واسطے یہ امت سب سے بہتر ہے۔ پچھلی امتوں میں یہ تھا کہ ان کیلئے اعمال تجویز تھے، وہ اعمال کیا کرتے تھے۔ اس طرح سے ساری دنیا کے سامنے ایک حق کے پیغام کو لے کر جانا، پہونچانا، یہ ان کی ذمہ داری نہیں تھی۔ تھوڑے تھوڑے علاقہ کے لئے یہ امتیں ہوتی تھیں۔ جس نبی کی نبوت جس علاقہ کے لئے تھی وہ امت وہیں تک تھی۔

حضرت نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا عام ہونا

لیکن حضرت نبی اکرم ﷺ سب پیغمبروں میں اخیر میں تشریف لائے اور سارے عالم کے لئے آئے۔ "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا"

نیز ارشاد ہے: "يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا"

سب کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے، افریقہ کی طرف، امریکہ کی طرف بھی، فرانس کی طرف بھی، جرمن کی طرف بھی، ہندوستان کی طرف بھی، پاکستان کی طرف بھی، سارے عالم کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے۔ حضور اقدس ﷺ ایک خیر کی چیز لائے، بہتری اور بھلائی کی چیز لائے، جس سے دنیا بھی درست رہے، آخرت بھی درست رہے۔ ایسی چیز ایسی بڑی نعمت کو کسی

خاص قوم یا کسی خاص امت کے لئے محدود نہیں کیا گیا بلکہ سارے عالم کے لئے کیا گیا ہے۔ جیسے آسمان سے ستارے نکلتے ہیں، کسی ستارے کی روشنی زیادہ ہے، کسی ستارے کی تھوڑی سی روشنی ہے۔ کوئی ستارہ کسی علاقہ میں نمودار ہے کوئی ستارہ کسی علاقہ میں نمودار ہے۔ لیکن جب آفتاب نکلتا ہے تو اس کی روشنی سارے عالم میں پہنچتی ہے، سب جگہ پر پھیلی ہے۔ آفتاب کے بعد کسی ستارے کی ضرورت نہیں رہتی، کسی روشنی کی ضرورت نہیں۔ جہاں جہاں تک آفتاب کی شعاعیں پہونچیں گی سب جگہ روشنی ہوتی چلی جائے گی۔ اسی طریقہ پر حضرت نبی اکرم ﷺ تشریف لائے۔ لہٰذا حضور اقدس ﷺ کی بعثت بھی عام آپ کی دعوت بھی عام۔ "وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ" اہل کتاب اگر ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر تھا۔ اہل کتاب کو مخصوص کیا، اس واسطے کہ ان کی کتابوں میں تذکرہ تھا حضرت نبی اکرم ﷺ کا۔ تورات میں بھی تذکرہ تھا، انجیل میں بھی ذکر تھا۔ ان کو خاص طور پر کہا گیا کہ تمہارے پیغمبروں کے اوپر جو کتابیں بھیجی تھیں ہم نے ان میں تذکرہ کیا ہے۔ پیغمبروں نے تم سے کہا تھا کہ ایمان لاؤ نبی آخر الزماں ﷺ پر۔ لہٰذا وہ لوگ ان پر ایمان لے آتے تو اچھا تھا۔

ایک نصرانی بادشاہ کی اسلامی خلیفہ کو عیسائیت کی دعوت

ایک نصرانی بادشاہ نے ایک خط لکھا ہے مسلمان خلیفہ کے نام۔ اس میں لکھا ہے ایک تمہارے پیغمبر ہیں حضرت محمدؐ جن کو تم پیغمبر مانتے ہو ہم پیغمبر نہیں مانتے۔ ان کے پیغمبری میں اختلاف ہو گیا۔ اور ایک ہمارے پیغمبر ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کو تم بھی پیغمبر مانتے ہو ہم بھی پیغمبر مانتے ہیں، ان کی پیغمبری پر تو اتفاق ہے اور محمد ﷺ کی پیغمبری میں اختلاف ہے۔ لہٰذا تم بھی عیسائی ہو جاؤ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر مانتے ہی ہو، اختلاف سارا ختم ہو جائے گا۔

....

خلیفۂ اسلام کی طرف سے جواب

خلیفۂ وقت نے علماء کے پاس اس خط کو بھیجا۔ایک عالم نے جواب دیا کہ ہمارے پیغمبر ایسے ہیں جن کو ہم تو پیغمبر مانتے ہی ہیں لیکن تمہارے پیغمبر نے بھی ان کو پیغمبر مانا۔ "مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ" (سورۃ الصف) تمہارے پیغمبر نے یہ کہا کہ میں بشارت دیتا ہوں ایک ایسے پیغمبر کی جو بعد میں آئیں گے ان کا نام احمد ہے۔تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی پیغمبر مانا اور تم کو ہدایت دی ہے کہ تم ان کو مانو تسلیم کرو، ایمان لاؤ۔لہٰذا ہمارے پیغمبر کی پیغمبری تو بالاتفاق ہے۔ہم بھی پیغمبر مانتے ہیں اور تمہارے پیغمبر بھی پیغمبر مانتے ہیں اور وہ جن کو تم کہتے ہو عیسیٰ مسیح ابن اللہ ثالث ثلاثۃ۔وہ پیغمبر تو کیا ہوئے اس نام کا کوئی آدمی پیدا ہی نہیں ہوا جو ابن اللہ ہو۔اللہ کا بیٹا تو کوئی ہوا ہی نہیں اب تک۔ اس کو پیغمبری سے کیا واسطہ۔لہٰذا تم جس کو مانتے ہو اس کا وجود ہی کہیں نہیں۔پیغمبری کیا ہوتی۔چونکہ پچھلی کتابوں میں حضور اقدس ﷺ کا تذکرہ اور حضور اقدس ﷺ کے خلفاء کا بھی تذکرہ، حضور اقدس ﷺ کی امت کا بھی تذکرہ اور حضور ﷺ کے دین کا بھی تذکرہ ہے، اس لئے قرآن کریم نے کہا: "وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ"

هٰذَا كَوْكَبُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک علاقہ میں تھا۔شام کا وقت تھا۔ایک شخص نے دیکھا آسمان کی طرف اور کہا هٰذَا كَوْكَبُ محمد۔ کہ یہ محمدؐ کا ستارہ ہے۔آج حضور اقدس ﷺ پیدا ہو رہے ہیں۔وہ لوگ حضور اقدس ﷺ کی پیدائش کے وقت سے پہلے منتظر تھے۔اس ستارے کو دیکھ کر سمجھ گئے اور یہ کہنے والا اہل کتاب میں سے تھا جس نے یہ بات کہی تھی۔وہ لوگ یہاں تک پہچانتے تھے۔نام لکھا ہوا تھا ان کی کتابوں میں

حضور اقدس ﷺ کا۔ کام لکھا ہوا تھا کیا کام کریں گے۔ پوری چیزیں موجود تھیں، اس لئے قرآن کریم میں کہا گیا یہ ایمان لے آتے تو اچھا تھا۔ کیونکہ ان کو پہلے سے خبر کر دی گئی تھی۔ نصاریٰ نجران آئے ہیں حضور اقدس ﷺ سے بات کرنے کے لئے۔ اسلام کی حقانیت پر بات کرتے ہوئے انھوں نے کہا۔ حضور اقدس ﷺ کی بات کو انہوں نے تسلیم نہیں کیا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ اللہ نے آیت نازل فرمائی:

"قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَاَبْنَائَكُمْ وَنِسَاءَ نَا وَنِسَائَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ" (آل عمران) اور تم بھی اپنی اولاد کو لے آؤ ہم بھی اپنی اولاد کو لے آتے ہیں اور اللہ کے سامنے مباہلہ کریں۔ کیا کہ جھوٹے پر اللہ کی لعنت۔ ہم بھی اللہ سے دعا کریں ہاتھ اٹھا کر کے جھوٹے پر اللہ کی لعنت۔ تم بھی دعا کرو۔ تم خود اپنے آپ کو جھوٹا سمجھتے ہو دل میں تمہارے جھوٹ ہے۔ تم جانتے ہو لیکن زبان سے اقرار نہیں کرتے۔ اگر تم جھوٹے ہو تو تم پر لعنت ہے۔ ان لوگوں نے دیکھا آپس میں کہا دیکھو یہ تو جن کو لے کر حضور اقدس ﷺ تشریف لائے ہیں یہ ایسی مبارک صورتیں ہیں کہ اگر ان کے خلاف ہم نے کچھ کہا اور لعنت کی بد دعا دی تو ہم ہی ہلاک و تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ انھوں نے مباہلہ نہیں کیا۔ وہ جانتے تھے۔ اس لئے قرآن کریم نے کہا اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو اچھا تھا۔ آگے فرماتے ہیں: "مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُوْنَ" بہت تھوڑے سے لوگ ہیں اہل کتاب میں سے جو ایمان لائیں گے اور اکثر تو نافرمان ہیں۔ دل میں یقین ہو جانے کے باوجود پھر ایمان نہ لانا کتنی بڑی بدبختی کی بات ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے یہودیوں کا دستاویز لکھوانا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دو یہودیوں نے دیکھا اور دیکھ کر آپس میں کہنے لگے کہ یہی شخص ہے جو ہمیں جزیرہ عرب سے نکالے گا۔ مدینہ طیبہ سے نکالے گا۔ آئے انکے پاس اور

آ کر کہنے لگے کہ جب آپ کی بادشاہت ہوگی اور آپ حاکم بن جائیں گے اس وقت ہمیں نہ نکالنا۔ ہمیں امن دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے میں ایک اونٹ چرانے والا آدمی، میں کہاں اور بادشاہت کہاں۔ کہا نہیں نہیں آپ لکھ دیجئے پرچہ۔ اصرار کے بعد پرچہ لکھ دیا۔ وہ زمانہ ایسا تھا کہ چارسوبیسی نہیں جانتے تھے کہ کیا ہوتی ہے۔ سیدھے سادھے لوگ تھے پرچہ لکھ دیا۔ اس وقت تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آنا بھی شروع نہیں ہوئی تھی جب کی یہ بات ہے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر وحی آئی۔ تیئس برس تک نبوت کی اشاعت کی اسکے بعد وفات ہوگئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ اس وقت میں وہ یہودی لوگ پرچہ لے کر آتے ہیں آپ نے ہم کو امن دیا تھا۔ اب آپ ہم کو باہر نہیں کر سکتے۔ اتنا جانتے تھے وہ لوگ، صورت دیکھ کر پہچانتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سو رہے تھے ان کی آنکھ تھوڑی سی کھل گئی۔ اندرون آنکھ کوئی تل سیاہ نشان تھا۔ یہودی کے نظر پڑا۔ اس نے کہا بس بس یہی خلیفہ ہوں گے۔ یہی خلیفہ ہونگے۔ یہاں تک پہچانتے تھے کہ کس جگہ پر تل ہے کس جگہ پر نشان ہے۔ اس لئے قرآن پاک کہتا ہے: "وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْکِتَابِ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ" یہ اتنی نشانیوں کے جاننے کے باوجود ایمان نہیں لائے یہ اگر ایمان لے آتے تو اچھا تھا ان کو دوہرا اجر ملتا۔ اپنی کتاب پر بھی عمل کرنے کا اجر ملتا اور قرآن پاک پر بھی عمل کرنے کا اجر ملتا۔ یہ اپنے نبی کے امتی ہونے کی حیثیت سے بھی ایک مقام حاصل کرتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس امت میں شامل ہونے کی درخواست

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے۔ آپ کی کتاب میں ایک امت کا تذکرہ ہے۔ کہ وہ امت راحت و مسرت کی حالت میں تو شکرگذار ہوگی اور مصیبت ورنج کی حالت میں صبر کرے گی۔ میری خواہش یہ ہے کہ وہ امت مجھے دیدیجئے۔ جواب ملا کہ وہ امت تو نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ عرض کیا کہ آپ کی کتاب میں ایک امت کا تذکرہ ہے

جو جہاد کرے گی مالِ غنیمت اس کے لئے حلال ہوگا۔ میری خواہش ہے کہ یہ امت مجھے دید یجئے۔ جواب میں کہا گیا کہ وہ امت تو نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کی ہے۔ اخیر میں بہت ساری باتیں ظاہر کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ اچھا وہ امت اگر مجھے نہیں مل سکتی تو مجھے ہی اس امت میں داخل کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی بنایا وہ درخواست کر رہے ہیں کہ مجھے اس امت میں داخل کر دیجئے۔ اس امت کے فضائل اتنے ہیں چونکہ یہ امت خیر امت ہے اس کا دین خیر الادیان ہے اس کے رسول خیر الرسل ہیں، اس کی کتاب خیر الکتب ہے، یہ امت خیر الامم ہے۔ ہر طرح کی خیر ہی خیر ہے۔ خیر کو لے کر حضور اقدس ﷺ تشریف لائے۔ درختوں نے کلمہ پڑھا، پتھروں نے کلمہ پڑھا۔ آسمان سے آوازیں آئیں، جنات ایمان لائے۔ مگر جن لوگوں کی تقدیر میں ایمان نہیں تھا وہ ایمان نہیں لا سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْکِتَابِ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ۔ ان سب کے باوجود یہ اگر ایمان لے آتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ بہتر ہی بہتر تھا۔ خیر کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کتنے غضب کی بات ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ تو خیر لے کر جاتے ہیں لوگوں کے پاس۔ ایک نعمت لے کر جاتے ہیں لوگوں کے پاس۔ ایک نعمت لے کر جاتے ہیں اور لوگ دھتکارتے ہیں، برا کہتے ہیں، گالی دیتے ہیں، لڑتے ہیں، قتال کرتے ہیں۔ کتنی بد نصیبی کی بات ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں۔ "وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْکِتَابِ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَکْثَرُھُمُ الْفَاسِقُوْنَ" (آل عمران)

ایک یہودی کا مدینہ طیبہ میں مکان خریدنا

ایک یہودی کو معلوم ہو گیا تھا۔ اپنی کتاب کے ذریعہ سے کہ نبی آخرالزماں کے ظہور کا وقت قریب آرہا ہے اور وہ مکہ میں پیدا ہوں گے اور ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں جائیں گے۔ اور مسجد نبوی کے قریب جہاں ٹھہریں گے مکان میں وہ مکان یہودی نے خرید لیا اور اس نے سوچا کہ جب وہ تشریف لائیں گے تو سب سے پہلے میں ان کو اپنا مہمان بناؤں گا لیکن اس کے

بعد وہ مکان فروخت کر دیا اور چلا گیا اور وہ مکان حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آیا۔ ان کے مہمان ہوئے۔ یہودی یہ بھی جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا وقت قریب آرہا ہے وہ یہاں آکر کے ٹھہریں گے۔

ام معبد رضی اللہ عنہا کا قبول اسلام

ام معبد اور ان کے شوہر دونوں کے دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے اور باہر آکر ایک مقام پر انھوں نے اپنا چھوٹا سا ایک خیمہ ڈال دیا۔ ٹھہر گئے وہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر تشریف لے جارہے تھے تو ام معبد کے خیمہ میں پہونچے تو فرمایا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہ تمہارے یہاں کچھ کھانے کی چیز ہے۔ انھوں نے بتلایا مفلوک الحال ہے کچھ نہیں کھانے کو۔ شوہر تو گئے ہوئے تھے جنگل بکریاں لے کر اور خود ام معبد اپنے خیمے میں تھیں۔ ایک بکری بندھی ہوئی تھی وہاں۔ ام معبد سے پوچھا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہ یہ بکری کیسی ہے۔ انھوں نے کہا یہ تو جنگل جا نہیں پاتی ہے۔ کہا اچھا ہمیں اجازت دو اس کا دودھ دوہنے کی۔ انھوں نے کہا اس میں دودھ ہے کہاں۔ اس کی تو کھال ہڈیوں سے لگی ہوئی ہے۔ گوشت بھی اس میں نہیں ہے۔ دودھ کیا ہوتا۔ بہرحال دوہنا چاہو تو دوہ لو۔ پانی لے کر پہلے تھنوں کو دھویا۔ اسکے بعد دودھ نکالا۔ اور نکال کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیا۔ ام معبد رضی اللہ عنہا نے پیا اور جو انکے یہاں برتن تھے ان میں رکھ دیا اور اسکے بعد چل دیئے۔ شام کو جب انکے شوہر آتے ہیں انھوں نے اپنے خیمہ میں انوار نبوت محسوس کئے وہ طالب حق تھے۔ انوار نبوت محسوس کئے۔ پوچھا گھر میں کوئی مہمان آیا تھا۔ یہ دودھ کہاں سے آیا۔ بتلایا ایسے ایسے دو شخص آئے تھے۔ انھوں نے کھانے پینے کی چیز طلب کی۔ بکری مانگی۔ بکری کا دودھ نکالا اور اس طرح سے خود بھی پیا ہمیں بھی پلایا۔ اور باقی رکھ دیا برتن میں۔ انکے شوہر نے کہا اللہ کی بندی ایسے مبارک مہمانوں کو کیوں نہیں روکا۔ ان کو تو روکنا چاہئے تھا۔ انہیں کی خاطر تو ہم ٹھہرے تھے۔ یہاں

آ کر اب یہاں ٹھہرنے کا کیا کام چلو۔ اپنا خیمہ اکھاڑ کر۔ مدینہ طیبہ چلے گئے اور اسلام قبول کیا، تو حضور اقدس ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے ہجرت سے پہلے بہت واقعات اس قسم کے پیش آئے کہ اہل کتاب کو محسوس ہوئے۔ دوسرے لوگوں کو محسوس ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے اختیار کے بغیر ہی ان کے قلب میں حضور اقدس ﷺ کے حالات ڈال دیئے۔ اس لئے فرماتے ہیں "وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ" یہ اہل کتاب اگر ایمان لے آتے تو کتنا اچھا ہوتا خیر ہوتا ان کیلئے۔ مگر وہاں تو خیر کیا ہوتی، اہل کتاب تو بہت زیادہ جلتے تھے۔ بہت زیادہ غصہ میں بھرے ہوئے تھے خاص کر یہودی تو حضور اکرم ﷺ سے بہت غصہ میں تھے۔ "لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا" (المائدۃ) تو سب سے زیادہ دشمنی یہود کو تھی حضور ﷺ کے ساتھ۔ اس واسطے کہ وہ جانتے تھے کہ ان کے آنے کے بعد ہمارے مذہب کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ جائے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری کی تمنا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے حوارین میں سے ایک نے کہا میری خواہش یہ ہے کہ حضرت نبی آخر الزماں کو دیکھوں۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی۔ وہاں سے جواب ملا۔ اس حالت میں اس صورت میں تو نہیں دیکھ سکتے تم۔ تم چاہو تو ہم تم کو سانپ بنا دیں۔ اور حضور اکرم ﷺ جس وقت ہجرت کریں گے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف۔ راستے میں ایک غار میں ٹھہریں گے تم اس غار میں جا کر ٹھہر جاؤ۔ وہاں تم کو زیارت ہو جائے گی۔ چنانچہ اس نے منظور کر لیا اس کو سانپ بنا دیا گیا۔ وہ آ کر غار میں ٹھہر گیا۔ وہ منتظر رہا کئی صدیاں گذر گئیں۔ جب حضور اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی اور پھر مشرکین نے مکہ مکرمہ میں چین نہیں لینے دیا۔ یہاں تک کہ قتل کا منصوبہ بنا لیا۔ اب اللہ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہوا۔ پھر حضور اکرم ﷺ اس غار میں آ کر ٹھہرے۔

غار ثور میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری

اس غار ثور میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ اوّل تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر بٹھایا۔ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر جائیں میں غار کو دیکھ لوں۔ غار کو دیکھنے کیلئے گئے تاکہ اس کو صاف کرلیں ٹھہرنے کے واسطے۔ باہر آئے تو ایک چادر تھی آپ کے پاس۔ ایک چادر غائب تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا دوسری چادر کیا ہوئی؟ بتلایا کہ اس میں جو سوراخ تھے اس چادر سے پھاڑ پھاڑ کر وہ سوراخ بند کردیئے کہ ان میں کوئی موذی جانور نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلانے پلانے کی فکر میں تھے۔ ایک بکری والے کو دیکھا۔ اس سے پوچھا۔ اس نے بتلایا فلاں شخص کی ہے۔ انھوں نے کہا دودھ دوہنے کی اجازت دو۔ اس نے کہا اجازت ہے۔ دودھ دوہا۔ اسمیں ذرا ٹھنڈا پانی ملا کر ٹھنڈا کرکے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پلایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شَرِبَ حَتّٰی رَضِیْتُ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا یہاں تک کہ میرا جی راضی ہوگیا۔ کیا محبت تھی کیا تعلق تھا کہ دودھ پی رہے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جی راضی ہو رہا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خیر اس کو غار کو صاف کرکے اندر لے کر گئے اور عرض کیا کہ آپ میری ران پر سر رکھ کر ذرا آرام کرلیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے۔ دیکھا تو ایک سوراخ باقی ہے اس غار میں، وہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا پیر رکھ دیا۔ اسی سوراخ میں وہ سانپ تھا۔ وہ سانپ نکلنے لگے۔ دیکھا تو سوراخ میں کوئی چیز اٹکاؤ کی ہے۔ اس نے کاٹا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پیر تھا وہ۔ کاٹنے پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فکر ہوئی کہ اب سانپ کے کاٹنے سے میں تو مرجاؤں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ جائیں گے۔ دشمن تاک میں ہے تلاش میں ہے۔ پھر رہے ہیں جگہ جگہ ڈھونڈتے ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیں گے۔ اس غم اور صدمہ سے آنکھ سے آنسو نکلا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر گرا وہ آنسو۔ تب حضور نے فرمایا کیا بات ہے۔ حضور! میں تو ڈسا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن لگادیا۔ اسکی برکت سے زہر کا اثر پیدا نہیں ہوا۔ وہ سانپ جو کئی

صدیوں سے وہاں ٹھہرا ہوا تھا اس نے کہا اللہ کے بندے اب دیدار کا وقت آیا تو تم نے پیر اڑ الیا اس میں ۔(ازالۃ الخفاء: ۹۲/ ۲) تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری حضور اکرم ﷺ کے اتنے مشتاق تھے ۔اسلئے کہ حضرت علیہ السلام کے ذریعہ سے اہل کتاب کو بہت معلومات تھیں ۔وہ لوگ اگر ایمان لے آتے تو کتنا اچھا تھا ۔انکے پیغمبر کی تصدیق ہو جاتی ان کیلئے ۔آگے فرماتے ہیں لَنْ یَّضُرُّوْا کُمْ اِلَّا اَذًیٰ ۔ اے امت محمدیہ! جب تم دوسروں کے واسطے نکالے گئے ہو اپنے نفع و نقصان کیلئے نہیں نکالے گئے ۔ تا کہ حق تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ کو تمام انسانوں کے پاس تقسیم کرو ۔اسلئے نکالے گئے ہو ۔اہل کتاب نشانیاں دیکھنے کے باوجود، معجزات دیکھنے کے باوجود بھی ایمان نہیں لائے اور فسق میں مبتلا ہیں ۔ وہ عداوت پر اترے ہوئے ہیں ۔تم کو یہ اذیت پہونچائیں گے ۔تمہارا ایمان تو وہ چھین نہیں سکتے ہاں تھوڑی سی اذیت پہونچائیں گے ۔بہت معمولی ہوگی چنانچہ وہ اذیتیں ساری کی ساری ہمارے اکابر و اسلاف بھگت چکے ہیں ۔آج ہمارے لئے کوئی اذیت نہیں، بڑی آزادی ہے، ہر طرح سے یاد رکھو آج دوسروں کو دشمنوں کو یوروپ وغیرہ کو مسلمانوں کی کسی حکومت سے کوئی خطرہ نہیں ہے ۔ کسی حکومت کے متعلق ان کو یہ توقع نہیں کہ وہ ہم پر حملہ آور ہوگی ۔اسکے پاس اتنے ہتھیار نہیں کہ وہ لڑسکیں ۔فتح پانا تو کیا بات ہے لڑ بھی نہیں سکتے ۔مادی طاقت ایسی ہے ۔ہے ہی نہیں مسلمانوں کے پاس البتہ خوف ہے تو انہیں لوگوں سے ہے جن کے دلوں میں دین کی قدر ہے ۔دین کی تڑپ ہے اور وہ یہ جانتے ہیں کہ دوسروں تک اس دین کو پہنچانے والے یہی ہیں ۔اسکی وجہ سے فکر ہے ۔

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کا سفر لندن

کئی سال کی بات ہے سہارنپور سے حضور مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے لندن میں بھی ساتھ گیا تھا ۔وہاں جا کر معلوم ہوا کہ تقریباً پانچ ہزار آدمی روزانہ دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے ۔دور دور سے لوگ آتے تھے ۔معلوم ہوا کہ حضرت شیخؒ تشریف لائے ہیں تو ہوائی جہاز سے چلے آرہے ہیں ۔جبھی ایک صاحب نے امریکہ سے فون پر کچھ مسائل پوچھے ۔

وہاں کے ایک عالم سے تو انھوں نے کہدیا کہ تم فوراً چلے آؤ۔ جو کچھ پوچھنا ہے یہاں آکے پوچھ لینا۔ وہ اگلے روز پہونچ گئے اور جتنے مسائل پوچھنے تھے ان کو انھوں نے پوچھ لئے۔ تو اس وقت میں امریکہ کے اخبار میں شائع ہوا تھا کہ اسلام یوروپ کے دروازے تک پہونچ چکا ہے۔ بڑا خطرہ لاحق ہوگیا یوروپ کو اسلام سے کہ دروازہ پر آپہونچا ہے۔ حالانکہ یہ بیچارے کیا لڑتے انکے پاس تو چاقو بھی نہیں، بندوق، تلوار اور مشین گن تو کیا ہوتی کوئی چیز نہیں کوئی ہتھیار نہیں۔ انکے پاس جو کچھ ہے اللہ کا خوف ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ دو خوف کسی دل میں جمع نہیں ہوتے کہ اللہ کا خوف بھی ہو مخلوق کا خوف بھی ہو۔ اگر کسی کے دل میں اللہ کا خوف ہوگا تو مخلوق کا خوف اسکے دل سے نکل چکا ہوگا۔ یہ حضرات اذیتیں برداشت کر چکے ہیں۔ "لَنۡ یَّضُرُّوۡا کُمۡ اِلَّاۤ اَذًی" (آل عمران) تم ان کو اذیت ہرگز نہیں پہونچا سکتے۔ مگر تھوڑی سی تھوڑی اذیت پہونچائیں گے۔ رہا یہ کہ ختم کر دیں نیست و نابود کر دیں ایمان کو سلب کر لیں اس کی قدرت ان کو نہیں۔ ہاں اگر مسلمان خود ہی اپنے دین سے ناواقف ہو۔ نہ قرآن شریف پڑھتا ہے نہ حدیث شریف پڑھتا ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو دیکھتا ہے نہ مسائل سے واقفیت ہے وہ اگر انکے پھندہ میں آجائے زر، زن زمین کی وجہ سے یا کسی اور لالچ کی وجہ سے اور خوف کی وجہ سے وہ دوسری بات رہی۔ لیکن جس مسلمان کے دل میں واقعی ایمان ہے وہ ہرگز ان کے پھندے میں، قابو میں نہیں آسکتا۔ اس لئے فرماتے ہے: "لن یضروا کم الا اذی"

علمائے ہند کو سولی اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا جیل میں ختم قرآن

۱۸۵۷ء میں جو جہاد ہوا ہندوستان میں اس میں گرفتاری ہوئی اہل اللہ کی، سولی قائم کی گئی۔ دہلی کی جامع مسجد سے لال قلعہ تک بادشاہ کے آنے جانے کا جو راستہ تھا سڑک کا اس کے دونوں طرف درختوں پر لاشیں لٹکی ہوئی تھیں۔ جگہ جگہ پر سولی قائم کر کے علماء کو سولی دی گئی۔ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کیا گیا اور جیل میں گئے۔ دیر تک رہے۔ وہاں

ایک شخص پہلے سے محبوس تھا اس کو قرآن شریف شروع کرا دیا تھا مولانا نے۔ یہاں تک کہ مولانا کی جیل کا زمانہ ختم ہو چکا۔ پروانہ آگیا رہائی کا سرکاری کہ آپ رہا کئے جاتے ہیں آپ کی جیل کی مدت پوری ہوگئی۔ اس شخص نے کہا حضرت میرا تو قرآن رہ گیا۔ حضرت نے فرمایا میں نہیں جاتا میں تو تمہارا قرآن کریم ختم کرا کے جاؤں گا۔ تو جو جیل کی مدت تھی اس سے زائد صرف قرآن کریم ختم کرانے کے لئے رہے۔ ایسے لوگوں کو کیا جیل کی اذیت ہو سکتی ہے۔ کیا کوئی ستا سکتا ہے جو خود وہاں پر رہنے کا متمنی ہو۔

حضرت شیخ الہند اور حضرت مدنی اکرم رحمۃ اللہ علیہما مالٹا کی جیل میں

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ گرفتار ہوئے۔ وہ کئی برس تک مالٹا کی قید میں رہے۔ طرح طرح سے ان کو ستایا گیا۔ سردی زیادہ ہوتی تھی۔ اخیر شب میں جب وہ تہجد کے لئے اٹھتے تھے تو حضرت مولانا حسین صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ ساتھ تھے وہ لوٹے میں ٹھنڈے پانی کو لیکر اپنے پیٹ پر رکھے رہتے تاکہ پیٹ کی گرمی سے پانی کچھ گرم ہو جائے۔ وضو کرنے کے قابل ہو جائے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ وضو کر کے نماز کی نیت باندھتے تو جو گورے پہرے پر ہوتے تھے وہ لاٹھی وغیرہ سے ان کے چونکے مارتے تھے چنانچہ جس وقت ہندوستان تشریف لائے تو ان کے پہلو پر جگہ جگہ نشانات تھے۔

جس وقت ان کے افسر کو معلوم ہوا اس نے کہا اس شخص پر کیوں زیادتی کرتے ہو یاد رکھو یہ ایسا شخص ہے کہ اگر اس کو قتل کر دو گے تو اس کے خون سے حق حق کی آواز آئے گی۔ اگر اس کو جلا دو گے تو اس کی راکھ سے آواز آئے گی حق حق کی اس کو مت ستاؤ۔ چنانچہ ان حضرات نے صبر کیا۔ اس کے صبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات بلند فرمائے۔ اس لئے جو اذیت تھی بڑی اذیتیں وہ تو اکابر برداشت کر چکے۔ آج ہمارے سامنے کوئی اذیت نہیں ہے۔ بہت تھوڑی سی چیز ہے۔ ہمت کر کے قوت کے ساتھ اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے وقت

دینا ہے۔ نہ کسی طاقت پر بھروسہ ہے، نہ کسی حکومت پر بھروسہ ہے محض اللہ پر بھروسہ کر کے کام کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہے اور جو زمانہ جہاد کا تھا ہمارے اسلاف نے اس زمانہ میں جہاد بھی کیا اور طرح طرح سے کامیابی ہوئی۔ اس کو ایک شاعر نے کہا؛ ؎

اے باد صبا جھک کر کہنا میری جانب سے
گر در گہِ احمد پر قسمت سے تو جا نکلے
باتیں جو بتائی تھیں تم نے وہ حقیقت تھی
وعدے جو کئے تم نے وہ سارے بجا نکلے
قیصر تھا نہ کسریٰ تھا میدان شجاعت میں
جب ارض مقدس سے بے برگ و برآ نکلے

یہ حضرات نکلے ہیں دین کی خاطر اور کایا پلٹ ہوتی چلی گئی۔ ایک شخص کے ہاتھ پر ہزاروں آدمی ایمان لے آئے۔

شیخ زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ۸۰؍ ہزار کا قبول اسلام قابل عذر

شیخ زکریا صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر اسی ہزار آدمی ایمان لائے۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بے شمار لوگ ایمان لائے۔ اور خدا جانے ان میں سے کتنے بڑے بڑے عالم ہوئے۔ کتنے اہل اللہ وعارف ہوئے۔ کتنے حافظ اور قاری ہوئے، کتنوں نے جہاد کیا اور کتنوں نے کس قدر دین کو پھیلایا اور برابر یہ سلسلہ چل رہا ہے اور چلتا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور یہ نہ سمجھیں کہ اگر آپ حضرات نے کام چھوڑ دیا تو دین رک جائے گا۔ نہیں چھوڑنے والے تباہ ہو جائیں گے۔ اگر دین کو اختیار نہیں کیا تو دین کے چھوڑے

والے تباہ ہوجائیں گے۔اللہ تعالیٰ دوسری قوم سے کام لے گا۔ "وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ ثُمَّ لَا یَکُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَکُمۡ" (سورۃ محمد) اگر مسلمان دین سے غفلت کرتے ہوئے اس کی طرف توجہ نہ کریں اس کو چھوڑ دیں تو اللہ تعالیٰ دوسری قوم کو دوسرے دین والوں کو کھڑا کر دے گا مسلمان بنا کرتا کہ وہ اسلام کی خدمت کر سکیں اور محروم رہیں گے وہ جو دین کی خدمت نہ کریں۔

مسلمانوں کا شوق شہادت

ہندوستان میں ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا۔جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ جہاں جہاد ہوا،لڑائیاں ہوئیں مسلمانوں کے پاس ہتھیار کم،سواریاں کم،اور دشمن کے پاس آدمی زیادہ ہر چیز زیادہ لیکن جب لڑائی ہوتی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ان کے مقابلہ میں دشمن پیچھے کو بھاگتے چلے جاتے ہیں۔اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے کہا کہ مسلمان جہاد میں اس نیت سے نہیں جاتا کہ دوسروں کو قتل کرے، دوسرے کے مال لوٹے انکے تخت پر بیٹھے،ان کے تاج کو اپنے سر پر رکھے،ان کی حکومت کو چھین لے۔مسلمان جاتا ہے دین حق کو بلند کرنے کے واسطے،اور دین کی خاطر شہادت حاصل کرنے کیلئے۔میرا جسم میری جان دین کے کام آجائے۔میری گردن دین کے کام آجائے۔ مسلمان جانتا ہے کہ میرا مقصود آگے بڑھنے سے حاصل ہوگا۔لہٰذا دشمن کے بڑے بڑے جتھوں میں گھستا چلا جاتا ہے۔اس نیت سے کہ شاید یہاں شہادت مل جائے۔یہاں میرا سر قبول ہو جائے۔اس کا جو مقصود ہے وہ تو آگے بڑھنے سے حاصل ہوگا اس لئے آگے کو بڑھتا ہے اور دشمن اپنی جان کو بچانے کی فکر میں رہتا ہے کہ کسی طرح سے میری جان بچ جائے۔اس کا مقصود اپنی جان بچانا ہوتا ہے،اس کی جان بچنے کا راستہ جو اس کے نزدیک ہے بھاگنا ہے۔وہ میدان چھوڑ کر بھاگتا چلا جاتا ہے۔صاف صاف سی بات ہے۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بادشاہ

کے پاس گئے۔ایک سو آدمی لے کر وہاں بیس لاکھ فوج تھی۔اس کی بیس لاکھ فوج کے مقابلہ میں ایک سو آدمی، کیا نسبت ہے ان کے درمیان دربار میں جاکر بڑے شاندار طریقہ سے گفتگو کی۔ذرا بھی مرعوب نہیں ہوئے۔بادشاہ نے غصہ میں آکر کہا۔فوج کو حکم دیا کہ ان مسلمانوں کو گرفتار کرو۔یہ سنتے ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہٗ نے اپنی تلوار نکال لی اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ خبردار! اب کوئی ایک دوسرے کی طرف نہ دیکھے، ہماری تمہاری ملاقات حوض کوثر پر ہوگی۔یہ سنتے ہی سو کے سو سپاہیوں نے اپنی اپنی تلوار نکال لیں۔اس کا اتنا رعب پڑا کہ وہ بادشاہ کھسیانی ہنسی ہنس کر کہنے لگا ارے سچ مچ! تھوڑے ہی کہہ رہا تھا۔میں تو مذاق میں کہہ رہا تھا۔میں تھوڑے ہی گرفتار کراتا تمہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہٗ کا شوق شہادت

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہٗ کا حال یہ تھا کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہٗ جب شہید ہوئے ان کے سرہانے کھڑے ہوئے رورہے تھے۔وہ بتارہے تھے کہ ہم نے جب حضور اکرم ﷺ کے مقابلہ میں تلوار اٹھائی تو متوقع نہیں تھے کہ ہمیں شہادت ملے گی۔حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہٗ تو کامیاب ہوگئے۔دیکھئے میرے مقدر میں کیا لکھا ہے۔چنانچہ انتقال کے وقت رورہے تھے کہ میں کبھی فتح پانے کے شوق میں میدان میں نہیں گیا بلکہ موت کو تلاش کرتا پھرا۔جہاں کہیں امید ہوئی کہ یہاں گھسنے سے موت آجائے گی وہاں گھستا چلا گیا۔مگر موت نے ہمیشہ مجھ سے منہ پھیرا۔ہائے افسوس آج بوڑھی عورتوں کی طرح سے بستر پر پڑ کر مررہا ہوں۔تو مسلمان تو شہادت کے شوق میں آگے بڑھتا ہے۔اس لئے فرماتے ہیں اگر انھوں نے تم سے قتال کیا لڑائی کی تو پیٹھ پھیر لیں گے۔اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر اطمینان رکھو۔پھر ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔مسلمانوں کی تو مدد کا وعدہ ہے۔اللہ تعالیٰ ملائکہ بھیجتے ہیں مدد کے لئے۔اور ان کے اندر حوصلہ بہت بڑھ جاتا ہے۔

....

003 Khutbat-e-Mahmood J-2f

بنارس کی لڑائی میں مسلمانوں کی بہادری

بنارس کی لڑائی میں دس دس فارس کے آدمی ایک ایک مسلمان کو گرا نہیں پاتے تھے۔ ان کے دلوں میں یہ بیٹھ گیا تھا کہ یہ تو جنات قسم کے لوگ ہیں انسان ہیں ہی نہیں۔ یہ گرتے ہی نہیں مرتے ہی نہیں۔ ایک مسلمان کو گھیر لگا کر بڑی مشکل سے گرا دیا اور قتل کر دیا اور اس کے بعد سب کے سب بھاگے اور پہاڑ کے کوہ میں گھس کر بیٹھ گئے اور بیٹھ کر یہ دیکھنے لگے کہ اب یہ زندہ ہو جائے گا، اب یہ اٹھ جائے گا، اب یہ چلا جائے گا۔ یہ کیفیت تھی۔ ایک نوعمر لڑکے سے کسی فارسی نے پوچھا کہ تم لوگوں نے ٹریننگ کہاں حاصل کی جہاد کی، لڑائی کی، وہ ہنسنے لگا اس میں ٹریننگ کی کیا بات ہے۔ کھجور کی شاخ کو توڑا ذرا پتھر سے کچلا اس کا لگام بنا لیا گھوڑے پر چڑھ گئے تلوار ہاتھ میں لی اور لڑنا شروع کر دیا۔ اس طریقہ پر وہ حضرات لڑتے تھے۔ سامان ان کے پاس ہمیشہ کم ہوتا تھا۔

غزوۂ موتہ

غزوہ موتہ کے موقعہ پر تین شخص کا نام لیکر حضور ﷺ نے فرمایا کہ پہلے جھنڈہ لیں ابن رواحہ رضی اللہ عنہ، اگر وہ شہید ہو جائیں تو زید رضی اللہ عنہ جھنڈا لے لیں۔ اگر وہ شہید ہو جائیں تو جعفر رضی اللہ عنہ جھنڈہ لیں۔ پھر مسلمان تجویز کریں وہ جھنڈا لے لے۔ تین ہزار آدمیوں کو حضور ﷺ نے بھیجا۔ اور وہاں بیس ۲۰ ہزار آدمی تھے۔ مقابلہ پر تین اور بیس کے درمیان کیا نسبت ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے کامیابی دی۔ فتح ہوئی۔ تو فتح جو ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے ہوتی ہے نہ آدمیوں کی زیادتی سے ہوتی ہے نہ مال و دولت کی زیادتی سے ہوتی ہے نہ آلاتِ حرب کی زیادتی سے۔ فتح ہوتی ہے اللہ کی نصرت سے۔ اور حق تعالیٰ کی نصرت کب ہوتی ہے۔ جب اپنے نفس کی محبت پر دین کی محبت غالب ہو۔ اور اللہ کی خاطر اخلاص کے ساتھ کام کرنے کے لئے گھر سے نکلے۔

....

اس نیت سے کہ اب ہمیں واپس نہیں آنا ہے۔ خداوند تعالیٰ قبول فرمالے جہاد میں۔ آج یہ مطالبہ نہیں کیا جارہا ہے تبلیغی جماعت سے کہ تلوار لے کر میدان میں جائیں۔ بندوق لے کر جائیں۔ کسی کو قتل کر دیں۔ نہیں بالکل نہیں۔ ہرگز یہ مطالبہ نہیں۔

آج کا مطالبہ

آج تو وقت کا مطالبہ ہے تھوڑا سا وقت دیجئے۔ ایک چلّہ دو چلہ وقت دیجئے۔ وقت دے کر نکلئے۔ جو بشارتیں ان لوگوں کو تلوار کے سایہ میں حاصل تھیں اس سے زیادہ بشارتیں آج اس میں موجود ہیں۔

فلسطین کے مفتی اعظم کا استقبال جماعت

جماعت گئی تھی فلسطین، وہاں کے جو مفتی اعظم تھے وہ جماعت کو دیکھتے تھے اور روتے تھے بہت روتے تھے۔ ان سے پوچھا۔ کیا بات ہے۔ انھوں نے بتلایا کہ میں نے خواب میں زیارت کی کہ نبی اکرم ﷺ تیزی سے تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے مصافحہ کیا انھوں نے اپنا ہاتھ جھٹک دیا اور فرما رہے ہیں میرے مہمان آرہے ہیں میں ان کے پاس جارہا ہوں۔ وہ کہتے تھے میں نے اس شخص کو بھی دیکھا ہے، اس کو بھی دیکھا ہے خواب میں۔ ان کو حضور اکرم ﷺ نے اپنا مہمان فرمایا اور ان کے مصافحہ کیلئے حضور اکرم ﷺ تشریف لے جارہے ہیں۔ جاپان جماعت گئی۔ وہاں کے جو بدھ مذہب کے سردار تھے وہ آئے اور جماعت کے ساتھ ٹھہرے، شرکت کی اور کہا ہمیں اجازت دو ہم نماز میں تمہارے ساتھ شرکت کریں گے۔ انھونے کہا مجھے میری روح نے بتایا کہ اس پہاڑ سے اتر کر فرشتے آئیں گے۔ سو تم ہی وہ لوگ ہو جن کو فرشتہ کہا گیا ہے۔ ان سے پوچھا کہ آپ کے پاس کیا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ میرے پاس بہت کچھ ہے لیکن اس کے مقابلہ میں خاک نہیں۔ کہا جو کچھ ہے وہ تو بتائیے۔ جو امیر جماعت تھے

ان کی طرف ایک نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ گر پڑے بے ہوش ہو کر کہ میرے پاس اتنی طاقت ہے لیکن یہ جو کچھ آپ لوگ کہتے ہیں۔ "سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ" پڑھتے ہیں، ان کی طاقت بہت بڑی ہے۔ ہر لفظ کے ساتھ ایک نور نکلتا ہے جو آسمان تک جاتا ہے۔ ان کو وہ نور نظر آتا ہے۔ نماز میں آ کر شرکت کی انہوں نے۔ بشارتیں موجود ہیں حق تعالیٰ کی طرف سے نصرت موجود ہے۔ دل کی عافیت کے ساتھ میں اس کام میں لگنے کی ضرورت ہے۔ اصول کی پابندی کے ساتھ۔ دل کی عافیت سے مراد یہ ہے کہ اپنے دل کی حفاظت کرتے ہوئے کہ اس میں غیر اللہ کی چیز نہ آنے پاوے۔ کہ ہمارا نام ہوگا۔ ہم جا کر فخریہ بیان کریں گے گھر میں کہ ہم نے تین چلے دیئے۔ ہم نے چار چلّے دیئے۔ اس قسم کی چیزیں نہیں ہونی چاہئیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کی خاطر نکلنا ہے اور اس نکلنے کو اللہ تعالیٰ کے یہاں پیش کرنا یا اللہ پاک قبول فرمالے۔ تو ہی اخلاص عطا فرما دے۔ آج بہت ہلکا مطالبہ ہے۔ وہ مطالبہ نہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تھا، قتال کا مطالبہ نہیں، لڑائی کی تیاریاں نہیں۔ یہ نہیں کہا جاتا کہ آپ تو یہ چلانا سیکھئے۔ آپ ایٹم بم بنانا سیکھئے۔ کچھ نہیں۔ دین کی خاطر سیدھے سادے عافیت کے ساتھ حکمت کے ساتھ بات پیش کرنا ہے۔ اور اپنے بھائیوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔ جو کلمہ اسلام پڑھتے ہیں ان کے سامنے پیش کرنا ہے تاکہ ان کا ایمان قوی ہو، اپنا ایمان قوی ہو، دونوں کے ایمان کی قوت کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر نکلنا ہے۔ یہ مطالبہ ہے۔ اسی مطالبہ کے واسطے یہ جوڑ کئے جاتے ہیں۔ جماعتیں نکالی جاتی ہیں، تعلیم کے حلقے کئے جاتے ہیں، گشت کیا جاتا ہے۔ خصوصی ملاقاتیں ہوتی ہیں، اس کے اندر بڑی خیر و برکت ہے۔ یہی وہ خیر و برکت ہے جس کو کہا گیا:

"اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ"

اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے آمین۔

....

دعا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔

اے اللہ! ہم سب کے گناہوں کو معاف فرما۔ الٰہ العالمین! ہم اپنے خراب اخلاق و عادات کی وجہ سے ذلیل ہو رہے ہیں۔ ان سب کو دور فرما دے۔ الٰہی اخلاقِ فاضلہ عطا فرما۔ اعمالِ صالحہ عطا فرما۔ یا اللہ! جن اخلاق و اعمال کی وجہ سے تیری طرف سے رحمت کے وعدے ہیں وہ ہمیں نصیب فرما۔ یا اللہ جن اخلاق و عادات پر تیری طرف سے غضب اور لعنت نازل ہو اس سے ہم سب کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! تمام مسلمانوں کو حرام مال سے محفوظ فرما۔ الٰہ العالمین! سب کے دلوں میں دین کی قوت عطا فرما۔ یا اللہ! اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ہر مخلوق کی محبت پر غالب فرما۔ الٰہ العالمین! جنھوں نے نام لکھایا ہے ان کے حوصلہ کو بلند فرما۔ ان کے نکلنے کو قبول فرما۔ ان کے نکلنے پر اچھے اثرات مرتب فرما۔ ان کے نکلنے پر ان کے پیچھے ان کے کاروبار، اہل و عیال کی حفاظت فرما۔ یا اللہ جنھوں نے نام نہیں لکھوایا انکے دلوں میں قوت عطا فرما کہ وہ نام لکھائیں۔ زیادہ دور اور دیر کے لئے ان کو سفر کی توفیق عطا فرما۔ الٰہ العالمین! تمام مسلمانوں کی تمام دشمنوں سے حفاظت فرما۔

رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

برحمتك یا ارحم الرّاحمین۔

❑❑❑

تبلیغی محنت کے فوائد

اس بیان میں

☆......حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی محنت اور اس کے فوائد

☆......میوات سے بلیغی محنت کی ابتداء۔

☆......تبلیغی محنت سے پہلے میوات کی حالت۔

☆......حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات مشائخ کرام کی قربانیاں۔

☆......تبلیغ کی ضرورت واہمیت۔

....

تبلیغی محنت کے فوائد

خطبہ مسنونہ۔ امابعد۔

حق تعالیٰ نے دنیا میں رسول بھیجے کہ جو چیز حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو پیغمبر اس کو مخلوق تک پہونچائے۔ جو رسول کی بات کو نہیں مانتے کفر پر جمے ہوئے ہیں اس کی کوئی پوچھ رسول سے نہیں ہوگی۔ وہ تو گمراہ ہیں۔ پیغمبر کا کام تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم فرمایا وہ مخلوق تک پہنچا دیا۔ اب جو لوگ مانتے نہیں وہ مخالفتیں بھی کرتے ہیں، دشواریاں پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اس راہ میں کام کرنے والوں کو دشواریاں پیش آتی ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کو پیش آئیں، لوگوں نے بات نہیں مانی، لوگوں نے اینٹ پتھر برسائے۔ گالیاں دیں، قتل کے منصوبے بنائے، سب کچھ کر دیا، لیکن حفاظت کرنے والا جب اللہ تعالیٰ ہے تو کسی کی کوششیں کامیاب نہیں ہوسکتی، سب کی کوششیں بیکار ہوگئیں۔ اس لئے اللہ پاک حفاظت فرمانے والے ہیں، رسول کا کام یہ نہیں ہے کہ اپنی طرف سے بات کہے اور منسوب کرے اللہ کی طرف۔ نہ یہ کام ہے رسول کا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل کیا اس کو چھپا لے۔ رسول تو پہنچانے کے لئے آئے چھپانے کے لئے نہیں آئے۔

کفار مکہ کی پیش کش

اسی وجہ سے ابتداء میں جب توحید کی تعلیم دی حضرت نبی کریم ﷺ نے اور جتنے بت

003 Khutbat-e-Mahmood J-2f

تھے ان بتوں کی پوجا پاٹ کو منع کیا، جس میں مشرکین مبتلا تھے۔ تو عرب کے قریش کے جو بڑے اونچے لوگ سمجھے جاتے تھے وہ آئے، حضورا کرم ﷺ کے چچا کے پاس اور آ کر کہا کہ آپ کا بھتیجا ایسی ایسی باتیں کہتا ہے ہمارے بتوں کو کہتا ہے کہ کچھ نہیں کر سکتے، انکے قبضے میں کوئی چیز نہیں۔ بت کا تو حال یہ ہے کہ کتّا آیا اور ٹانگ اٹھا کر پیشاب کر دیا۔ وہ تو اپنے اوپر سے کتّے کو بھی بھگا نہیں سکتا۔ اگر مکھی آ کر بیٹھ جائے تو اس مکھی کو نہیں اڑا سکتا۔ اتنا بے حس، بے جان، بے طاقت، ناتواں مگر وہ لوگ اس کو حاجت روا سمجھیں۔ اس کے سامنے سجدے کریں، اس سے اپنی مرادیں مانگیں۔ کس قدر بے عقلی کی بات ہے۔ تو ان لوگوں نے یہ کہا حضورا کرم ﷺ کے چچا سے کہ ان سے کہدیں کہ یہ ہمارے بتوں کو برا نہ کہیں۔ اگر اس کو شادی کی ضرورت ہے تو جونسی عورت جتنی عورتیں ضرورت ہے پسند کریں، ہم دیدیں گے۔ اگر اسکو روپے کی سونے کی ضرورت ہے تو ڈھیر لگادیں گے سونے کا اس کے سامنے۔ اگر اس کو بڑی سلطانی چاہئے تو ہم اس کو اپنا بادشاہ بنالیں گے۔ تو حضورا کرم ﷺ سے حضورا کرم ﷺ کے چچا نے یہ باتیں کہیں کہ وہ لوگ ایسے کہہ رہے ہیں تو حضورا کرم ﷺ نے جواب دیا کہ اگر میرے ایک ہاتھ پر چاند اور ایک ہاتھ میں سورج دیا جائے تو بھی میں اپنی بات سے باز نہیں آؤں گا۔ میں تو بھیجا گیا ہوں اس کام کے لئے۔

مکہ والوں نے جب حضورا کرم ﷺ کی بات کو نہیں مانا تو آپ طائف والوں کے پاس تشریف لے گئے، ان کے سرداروں کے پاس جا کر ان کو اسلام کی دعوت پیش فرمائی، ان لوگوں نے حضورا کرم ﷺ کا مذاق اڑایا، اور اوباش قسم کے لڑکوں کو حضورا کرم ﷺ کے پیچھے لگا دیا، جنہوں نے حضورا کرم ﷺ پر پتھر برسائے، جس سے حضورا کرم ﷺ لہولہان ہو گئے، جسم مبارک سے خون بہنے لگا۔

اللہ تعالیٰ تو بڑا دانا ہے۔ سمیع بصیر ہے دیکھتے ہیں سب چیز۔ ایک فرشتہ بھیجا ملکُ الجبال۔ جس کے متعلق پہاڑوں کی خدمت ہے۔ اس نے آ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ ان لوگوں نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ میرے متعلق پہاڑوں کی خدمت ہے۔ اگر آپ

چاہیں تو میں دو پہاڑوں کو ملا کر ٹکرا دوں کہ یہ لوگ جنھوں نے آپ ﷺ کے ساتھ یہ بدتمیزی کی ہے، سب ختم ہو جائیں، مٹ جائیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں یہ نہیں چاہتا۔ میں تو یہ سوچتا ہوں کہ اگر یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو کیا بعید ہے کہ ان کی نسل سے کچھ لوگ ایمان لائیں میرا مقصد تو ایمان کی اشاعت ہے، ایمان لانے والوں کی اشاعت۔ ان کے پاس جانا، پیغام پہنچانا ہے۔ اس لئے میں نہیں چاہتا کہ ان کو ختم کر دیا جائے۔ عذاب میں مبتلا کیا جائے۔ ایک دفعہ ایک اور قوم نے پریشان کیا۔ حضور اکرم ﷺ کے چوٹ آئی، سخت چوٹ آئی تو حضور اکرم ﷺ نے دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لا یعلمون۔ (اتحاف السادۃ: ۸/۲۵۸)

اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے یہ مجھے جانتے نہیں۔

میوات سے تبلیغ کی ابتداء اور میوات کی حالت

یہ دعوت اور تبلیغ کا کام ہے۔ اسی دعوت اور تبلیغ کے کام کو مولانا الیاس نور اللہ مرقدہٗ نے کیا۔ میوات سے شروع کیا، حالت وہاں ایسی کہ لوگ مسلمان تھے، سروں پر ان کے چوٹی اٹھی ہوئی، نام ان کے ہندوانہ۔ رسم و رواج ہندوانہ، بتوں کی پوجا پاٹ بھی کرتے تھے، کوئی چیز ان کے اندر ایمان کی نہیں تھی۔

ایک بستی ہے مسلمانوں کی لیکن مسجد میں نہ اذان ہوتی نہ نماز پڑھنے کیلئے کوئی جاتا ہے۔ بکریاں بیٹھی ہیں مینگنیوں کے ڈھیر اس میں پڑے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے یہاں کام شروع کیا۔ ایک شخص سے پوچھا کہ تمہارے گاؤں میں کون لوگ بستے ہیں؟ کہا مسلمان۔ فلاں گاؤں مین کون؟ کہا اس میں ہندو۔ پوچھا تم میں اور ہندوؤں میں کیا فرق ہے؟ کہا ہمارا نکاح قاضی پڑھتا ہے ان کا نکاح پنڈت پڑھتا ہے۔ بس اور کوئی فرق نہیں۔ ایک شخص کو نماز پڑھنی سکھائی۔ اس نے نماز پڑھی۔ اس کو دیکھ کر لوگ جمع ہو گئے۔ ایک دوسرے کو اشارہ کر کے بتلاتے تھے،

دیکھو اسکے اوپر کیا ہے کسی خبیث جن کا اثر ہے۔ الٹا سیدھا کیوں ہو رہا ہے؟ کبھی جھک رہا ہے۔ کبھی اٹھ رہا ہے۔ ایسی جگہ پر کام شروع کیا۔ ان لوگوں کے اندر اتنی صلاحیت نہیں کہ اپنے یہاں مدرسہ قائم کرلیں۔ اتنی صلاحیت نہیں کہ علم دین سیکھیں۔ ان کو چلّے میں نکالنا شروع کیا۔ انکے ایک میاں جی تھے۔ میاں جی کا کیا حال ہے؟ جو سب سے زیادہ پڑھا لکھا ہے۔ قرآن شریف شاید اس نے پڑھا ہو۔ ایک پارہ پڑھا ہوا ہوگا۔ وہ میاں جی تبلیغ میں چلے اور یہ جو دس آدمی انکے ساتھ ہیں اور یہ کچھ بھی نہیں جانتے وہی میاں جی ان کو کلمہ سکھا رہے ہیں۔ وہی میاں جی کسی کو الحمد للہ سکھا رہے ہیں، کسی کو قل ھو اللہ احد سکھا رہے ہیں۔ کسی کو التحیات سکھا رہے ہیں۔ کہ چلتا پھرتا مدرسہ ہے دین سیکھنے کے واسطے دین سیکھنے کیلئے یہ مدرسہ تھا ان لوگوں کا۔ چالیس روز میں بہت کچھ آگیا۔ وضو کرنا سیکھا کلمہ کے الفاظ صحیح کرلئے۔ نماز کے سجدے رکوع کو صحیح کرلیا۔ الحمد یا کوئی سورت قل ھو اللہ احد یاد کرلی، التحیات یاد کرلی اور یہ سمجھ میں آگیا کہ نماز پڑھنا ضروری ہے۔ پانچ وقت پڑھنی ہوگی۔ وہاں سے واپس آگئے اپنے گھر۔ گھر آکر اب گھر والوں کو بھی تبلیغ کرتے ہیں کہ نماز پڑھو۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کو کہتا ہے۔ باپ بیٹے کو کہتا ہے، بیٹا باپ کو کہتا ہے، چچا بھتیجوں کو کہتا ہے، بھتیجا چچا کو کہتا ہے۔ اس طریقے پر یہ دعوت عام ہوتی گئی۔

میوات کی لڑائی

اور ان لوگوں کی جہالت کا یہ حال تھا کہ پانچ پانچ کوس کے فاصلے پر ایک ایک نقارہ رہتا تھا۔ جس کو دھونس کہتے تھے۔ جب انکے یہاں لڑائی ہوتی تھی عالمگیر ہوتی تھی۔ سب اس میں شریک ہوتے تھے تو نقارہ بجایا جاتا تھا۔ اس نقارے کی آواز پانچ کوس تک جاتی تھی۔ اس پانچ کوس پر دوسرا نقارہ رکھا ہوا ہے۔ اس آواز کو سن کر وہ دوسرا نقارہ بجاتا ہے۔ اس کی آواز اور پانچ کوس تک جاتی تھی۔ تو تیسرا نقارہ بجتا۔ اس کی آواز سن کر سارے علاقے میں یہ شہرت ہوجاتی پھیل جاتی کہ جنگ ہے لڑائی ہے۔ کسی کے پاس کلہاڑی ہوتی کسی کے پاس گنڈاسا کسی کے

پاس تلوار، کسی کے پاس بلّم چاقو، کسی کے پاس لاٹھی۔ یہ لے کر نکل آتے۔ یہ نہیں پوچھتے کہ کس بات پر لڑائی ہوئی ہے؟ کس وجہ سے لڑائی ہو رہی ہے؟ لڑائی ہوتی بری طرح سے۔

انگریز نے اپنے دور حکومت میں بہت چاہا کہ انکے جرائم کو ختم کر دیں۔ شراب پینے کی ان کی عادت، چوری کرنے کی ان کی عادت، ڈاکہ ڈالنے کی ان کی عادت، ساری برائیاں بھری ہوئی انکے اندر اور ہیں مسلمان۔ سخت سے سخت مسلمان حاکموں کو مقرر کیا، تاکہ ان کی یہ حرکتیں بند ہوں مگر کامیابی نہیں ہوسکی۔ اس تبلیغی کام کی برکت سے اللہ نے کامیابی دی، ان کو حلال حرام تک کی تمیز نہیں تھی کہ اپنی بیوی سے صحبت کرنا حلال ہے غیر سے صحبت کرنا حرام ہے۔ گالی دینا منع ہے، چوری کرنا منع ہے، پرایا مال لینا منع ہے۔ آہستہ آہستہ ان کو خبر ہوگئی ان چیزوں کی۔

بکری کا ذبیحہ

ان کی جہالت کی کیفیت یہاں تک تھی کہ ایک نابینا میاں جی تھے، ان کے یہاں۔ ان سے بکرا بھی ذبح کراتے تھے، خود یہ لوگ ذبح نہیں کرتے تھے۔ ان کے پاس آئے کہ میاں جی یہ بکرا ذبح کر دیں۔ انھوں نے کہا اچھی بات ہے۔ میاں جی تھے نابینا، چھری انھوں نے میاں جی کے ہاتھ میں دیدی۔ انھوں نے الٹی چھری چلا دی۔ اور چھری چلا کر ختم کر دی۔ ایک دوسرے سے پوچھتے تھے وہ لوگ جنھوں نے بکرے کو پکڑ رکھا تھا۔ ذبح ہوگیا یہ، کٹ گیا۔ دوسرے نے کہا ہاں ذبح ہوگیا۔ ایک نے کہا خون تو اس میں سے نکلا ہی نہیں۔ دوسرے نے کہا کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ خون نہیں بھی نکلتا۔ بس میاں جی تو چلے گئے۔

اس کے بعد جنھوں نے اس بکرے کے پیر پکڑ رکھے تھے جب پکڑ سے چھوڑا تو بکرا بھی اٹھ کر چل دیا۔ انھوں نے کہا یہ تو جی گیا۔ (دوبارہ زندہ ہوگیا) پھر میاں کے پاس گئے کہ میاں جی بکرا تو دوبارہ زندہ ہوگیا۔ تب میاں جی پھر دوبارہ زندہ کرنے آئے۔ (جہالت کا یہ عالم کہ ذبح کا مفہوم بھی نہ جانتے تھے سمجھتے تھے) چھری بھی ایسی تھی کہ جس کے اوپر دادا پر دادا کے

003 Khutbat-e-Mahmood J-2f

زمانے میں کچھ پڑھ کر رکھا تھا بسم اللہ اللہ اکبر (اسی پڑھے ہوئے کو کافی سمجھ کر) اس چھری سے ذبح کرتے تھے۔ خود بسم اللہ اللہ اکبر نہیں پڑھتے تھے کہ یہ چھری پڑھی ہوئی ہے۔ یہ کیفیت تھی ان کی جہالت کی۔ اب جو بکرا دوبارہ پکڑ کے لائے اور میاں جی نے ذبح کرنا شروع کیا۔ میاں جی کے ہاتھ میں اب چھری تھی تو سیدھی چلائی۔ بکرے نے چلّانا شروع کیا۔ میں میں میں۔ تو میاں جی نے بکرے کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ اس کو ذبح کرتا جاتا گالیاں دیتا جاتا۔ یہ تو جہالت کے نمونے بتاتا ہوں۔ یہ حالت ان لوگوں کی تھی۔

وہاں پر جب یہ کام (تبلیغی) ہونے لگا تو شروع میں مخالفت ہوئی۔ کسی نے کہا کہ یہ تو انگریز کے آدمی ہیں، کسی نے کہا سی آئی ڈی ہیں، کسی نے کہا دھوکا دینے والے ہیں اور نہ جانے کیا کیا؟ جو حقیقت ہے وہ تو ایک روز واضح ہو کے رہتی ہے۔

وہاں ایک علاقہ میں مدرسہ قائم کیا۔ اپنے پاس سے تنخواہ دی، مدرس بنا کے رکھا مگر پڑھنے کون آئے، کوئی شوق ہو، دین کی عزت، دین کی رغبت ہو قلب میں تو پڑھنے بھی آئیں۔ کون پڑھنے کے لئے آئے۔ آئے بھی تو بہت معمولی، پھر یہ تبلیغی کام شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی برکت دی۔ کہ ایک جذبہ تھا ایک عام آواز تھی چلو دین سیکھنے کے لئے، دین سیکھنے کے نام پر نکلتے تھے۔ ایک چلّہ، دو چلّہ، تین چلّہ، ایک سال کے لئے نکلتے تھے۔

تبلیغ میں حفظ قرآن

بعضے آدمیوں نے ان ہی چلّوں میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ آپ خود غور کر لیجئے کہ ایک شخص کو شراب پینے کی عادت ہے۔ کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی ہے شراب سے۔ جب چلّے میں نکلے تو چالیس روز تک شراب نہیں پیئے گا۔ کتنی بڑی دولت ہے یہ کہ چالیس روز تک شراب کی لعنت سے بچا رہا۔ اب گھر آیا، خیال آیا شراب پینے کا مگر خیال آتا ہے او ہو تبلیغ میں تو یہ پڑھا تھا یہ سنا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح فرمائی۔

....

ان لوگوں نے نمازیں پڑھنا شروع کریں۔ دین سیکھا۔ جگہ جگہ مدرسے بھی قائم ہو گئے۔ اور وہاں کے لڑکے دوسری جگہ بھی گئے جہاں مدرسے موجود تھے۔ وہاں حدیث پڑھی، فقہ پڑھا، تفسیر پڑھی، ان کی زندگی درست ہوگئی۔

پچیس برس محنت کے اثرات

پچیس سال تک یہ محنتیں مسلسل کی گئیں۔ پانچ پانچ کوس کا ایک مرکز بنا دیا گیا۔ کام چلتا رہا۔ ابھی لوگوں کا یہ حال ہوا کہ وہاں جا کر پوچھا ایک پنچ کوسہ میں۔ بتاؤ بھائی تمہارے اس پنچ کوسہ میں دین کا کیا کام ہوا جو شخص مبلغ تھا وہاں رہتا تھا اس نے بتایا کہ حضرت ہمارے اس پانچ کوس کے علاقے میں تین آدمیوں کے سوا باقی سب جماعت سے نماز پڑھتے ہیں۔

دوسرے پنچ کوسہ میں گئے۔ وہاں پوچھا کہ تمہارے اس علاقے میں دین کا کیا کام ہوا؟ انھوں نے بتایا کہ ہمارے اس علاقے میں کوئی دو مسلمان ایسے نہیں کہ جن میں آپس میں لڑائی ہو، ناراضگی ہو، سب بھائی بھائی ہیں۔ یہ ان لوگوں کا حال ہے جن کے یہاں اس سے قبل لڑائی کثرت سے ہوتی تھی۔

ایک علاقے میں جا کر پوچھا کہ تمہارے یہاں کیا کام ہوا؟ کہا کہ جتنے بھی بالغ اس علاقے میں ہیں وہ سب کے سب تہجد کے پابند ہیں۔ کتنا بڑا انقلاب آیا۔

تھانیدار کا چور کو چلہ میں بھیجنا

اس کو دیکھا انگریز نے بھی دوسرے لوگوں نے بھی۔ ایک شخص نے چوری کی تھی، اس کو گرفتار کرلیا گیا۔ تھانیدار ہندو تھا، مسلمان نہیں تھا۔ تھانیدار نے اس چور سے پوچھا تم نے تبلیغ مین چلہ دیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس کی پٹائی کی۔ اس سے وعدہ کرایا کہ میں تبلیغ میں چلہ دیدوں گا۔ اس نے وعدہ کیا تو اس کو چھوڑ دیا۔ وہ تھانیدار جانتا تھا، سمجھتا تھا کہ یہ جو چوری

وغیرہ جرائم ہوتے ہیں تبلیغ کے ذریعہ سے ختم ہوتے ہیں۔

دانت کا بدلہ دانت

کیفیت یہ کہ دو شخصوں کے درمیان (جو دونوں تبلیغی آدمی تھے) لڑائی ہوگئی ایک نے دوسرے کو گھونسا مارا، اس کا دانت ٹوٹ گیا۔ اب اس کو خیال آیا کہ میں نے غلطی کی، اس کا دانت توڑ دیا۔ اِنّاللّٰہ وَاِنَّا الیہ راجعون۔ میاں جی کے پاس آگیا۔ اس نے پوچھا میاں جی بتاؤ۔ دانت ٹوٹ گیا میری وجہ سے ایک کا، اس کی سزا کیا ہے؟ میاں جی نے کہا دانت کے بدلے دانت۔ کہا اچھی بات ہے۔ گیا لیٹ گیا۔ اس سے کہا جس کا دانت توڑا تھا، لو بھائی۔ میرا دانت توڑ دو جس طرح سے تیرا جی چاہے۔ پتھر مار کر توڑ کسی طرح۔ اس نے دانت پکڑ کر ہلایا۔ دانت مضبوط تھا۔ اس کے قابو میں نہیں آیا۔ اس نے پوچھا میاں جی معاف کرنا کیسا ہے؟ میاں جی نے کہا: معاف کرنا تو بڑی اچھی بات ہے، بس معاف کر دیا۔ تو یہ جذبہ پیدا ہو جانا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی، اس کا بدلہ دینے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا، اپنے دانت کو پیش کرنا بہت بڑی نعمت ہے۔ آج کل جو مصیبت ہے وہ یہی کہ ہمیں گناہ کا احساس نہیں ہوتا کہ یہ کام گناہ کا ہے، ہم نے کسی کی حق تلفی کی، کسی کو نقصان پہونچا دیا۔ احساس نہیں کہ یہ بھی گناہ ہے۔

کاشتکاروں کی حالت

اپنے یہاں کا واقعہ بیان کرتا ہوں کہ ایک کاشتکار کے ساتھ کھیتوں میں پھر رہا تھا۔ وہ بتلا رہا تھا کہ یہ کھیت کس کا۔ یہ کھیت کس کا۔ اس نے کہا۔ مولوی جی! ہماری تقدیر میں حرام مال لکھا ہوا ہے۔ کیا ہوا ہے؟

اس نے کہا دیکھئے صاحب! یہ کھیت میرا ہے۔ یہ کھیت میرے پڑوسی کا۔ میرے کھیت میں چنا ہے، میرے پڑوسی کے کھیت میں بھی چنا ہے۔ رات کو جب میں یہاں سے اپنے گھر

جاؤنگا تو چنا اکھاڑ کرلے جاؤں گا پڑوسی کے کھیت میں سے۔ اپنے کھیت میں سے نہیں لوں گا۔ اور پڑوسی میرے کھیت میں سے لے گا اپنے میں سے نہیں۔ چنا وہی دونوں کا ادھر بھی ادھر بھی۔ گنے کی ضرورت پیش آئی پڑوسی کے کھیت میں سے اکھاڑوں گا اپنے کھیت میں سے نہیں۔

اب اس کا کیا حل ہے کسی کے پاس۔ دیکھ رہے ہیں جان رہے ہیں لیکن ڈر نہیں دل کے اندر، عقل نہیں۔ احساس اس کا نہیں ہے کہ اللہ تعالی اس بات سے ناراض ہوتے ہیں۔ اس بات کا احساس نہیں کہ ہمیں دنیا میں اس واسطے بھیجا گیا ہے کہ اللہ کو راضی کریں۔ ایسے اعمال اختیار کریں جن سے اللہ تعالی راضی ہو جائے احساس ہی نہیں ہے۔ زندگی کا مقصد یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ کھانے، پینے، سونے کے اندر خرچ کر دیں۔ جیسے جانوروں کا حال ہوتا ہے کھانے پینے سونے کے اندر۔ کھانا ملنا چاہئے، چاہے حلال ہو یا حرام۔ حالانکہ حدیث شریف میں ہے:

كُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ الْحَرَامِ فَالنَّارُ أَوْلَى بِهِ۔ (اتحاف السادة:۵/۲۲۶)

انسان کے بدن میں جو گوشت حرام مال سے تیار ہوتا ہے وہ دوزخ میں جانے کے لائق ہے یہ سوچنا چاہئے۔

حجۃ الوداع میں تبلیغ کی ہدایت

تو حضرت نبی اکرم ﷺ نے تو اپنا حق ادا فرمایا۔ جتنے احکام آپ پر نازل ہوئے وہ آپ نے امت تک پہونچا دیئے۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو آخری خطبہ حضور اکرم ﷺ نے دیا ہے کہ شاید آج کے بعد میں تمہارے ساتھ جمع نہ ہوسکوں۔ میرا وقت قریب آگیا ہے۔ خداوند تعالی تم سے پوچھیں گے کہ کیا نبی نے تبلیغ کی تھی۔ کیا جواب دو گے تم؟ "هَلْ بَلَّغْتُ؟" کیا میں نے تبلیغ کر دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا۔ جی ہاں۔ آپ نے پہنچا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ" اے اللہ تو گواہ رہ میں نے تبلیغ کر دی۔ اسکے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "أَلَا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ" (مشکوۃ شریف:۲۶۵۹) جنھوں نے

……………………………………

مجھ سے دین سیکھا ہے اب ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اب اس کی تبلیغ کریں۔ اشاعت کریں۔

صحابہ کرام ﷺ کا تبلیغ میں نکلنا

حدیث میں آتا ہے، روایت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کو سن کر ایک بڑی جماعت وہاں سے نکلی پھر ان کو زندگی بھر گھر آنے کی نوبت نہیں آئی۔ دین کے لئے جہاں تک ہو سکے جاؤ جتنی دور جا سکو جاؤ۔ ہر ایک کو یہ تمنا تھی کہ جتنی دور اپنے وطن سے جا سکوں وہاں تک جاؤں۔ وہ زیادہ اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں لکھا جائے گا کہ اتنی دور گیا یہ شخص۔ اس واسطے کہ دین کی تبلیغ کو امت کے سپرد فرمایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سپرد فرما دیا سارا دین۔ قرآن کریم میں جو احکام ہے حدیث میں جو احکام ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے دین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی طرح پہنچا دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت آگئی، انھوں نے پہنچایا جہاں جہاں تک پہنچا سکتے تھے۔

پہلا واقعہ پیش آیا یہ کہ مسیلمہ کذاب ایک شخص اٹھا، جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسکا مقابلہ کیا۔ جہاد کیلئے فوج بھیجی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کافر کو شکست دیدی۔ اسلام کو فتح دی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اشاعت دین

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مستقل جہاد ہوئے۔ ان کی خلافت میں ساڑھے چار ہزار مساجد بنوائی گئیں۔ اور اس کی کوشش کی گئی کہ ہر مسجد میں قرآن پاک ختم کیا جائے۔ تراویح میں۔ کسی صاحب کے کان نا آشنا رہیں۔ سب سن لیں۔ پڑھ لیں۔ حکم فرمایا جو فوج جنگ میں جہاد کرنے والے ہیں ان کو قرآن پاک حفظ کراؤ۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اطلاع بھیجی۔ کہا کہ تمہارے پاس جو لوگ سال بھر فارغ ہوں، ان کی فہرست میرے پاس

بھیجد و۔ چنانچہ انھوں نے مجاہدین کو فوجیوں کو قرآن پاک حفظ کرایا۔ دن میں جہاد کرتے ہیں رات بھر قرآن پاک حفظ کرتے ہیں اور سال کے ختم پر دوسو آدمیوں کی فہرست بھیجی کہ دوسو سپاہیوں نے قرآن پاک حفظ کرلیا۔ یہ کوفے کا حال تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایک رات میں ختم قرآن

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک رات میں پورا قرآن پڑھتے تھے۔ وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانے میں دین کی بڑی خدمت کی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا درس حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں منبر کے اوپر ہاتھ رکھ کر احادیث بیان کرتے تھے۔ اس قبر والے صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے ایسے سنا ہے۔ انھوں نے یہ فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور اشاعت حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے مکان میں ہفتے میں ایک دن اجتماع کرتے، ہفتہ واری اجتماع ان کے یہاں ہوتا۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث لوگوں کو بیان کرتے تھے۔ سکھایا کرتے تھے، یاد کراتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر تھے۔ انہوں نے خط لکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو، یہاں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ضرورت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھیج دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایسے شخص ہیں کہ میں خود انکے علم کا حاجت مند ہوں لیکن تم کو اپنے اوپر ترجیح دے کر بھیج رہا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گئے اور اپنے ساتھ اپنے

ڈیڑھ ہزار شاگردوں کو لے گئے۔اور جا کر سارے علاقے میں پھیل گئے۔کوئی کسی درخت کے نیچے احادیث سنا رہا ہے،کوئی کسی مسجد میں سنا رہا تھا۔کوئی کسی میدان میں سنا رہا تھا کوئی کسی مکان میں سنا رہا ہے۔سارے علاقے کو علم سے منور کر دیا۔ان حضرات نے اس طرح سے محنت کی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بخاری شریف کی تصنیف

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کو تصنیف فرمایا۔غسل کرتے،وضو کرتے،مسواک کرتے،دو رکعت نماز پڑھے۔پھر جا کر ایک حدیث لکھتے۔سولہ برس میں بخاری شریف مکمل ہو گئی اور اس بخاری شریف کا املا کراتے۔بولتے تھے۔ایک لاکھ سے زائد مجمع ہوتا تھا انکی مجلس میں۔وہ بیان کرتے تھے،پڑھ کر سناتے تھے،لوگ لکھتے تھے،ایک لاکھ کے مجمع کو نہ لاؤڈ اسپیکر کی ضرورت تھی نہ اور کسی چیز کی ضرورت تھی۔اس طریقہ پر ان حضرات نے محنتیں کیں۔

حافظ حسن بن مندہ رحمۃ اللہ علیہ اور اشاعت حدیث

حافظ حسن بن مندہ چالیس برس تک سفر میں رہے۔ایک شہر میں جاتے وہاں معلوم ہوتا تھا کہ فلاں جگہ محدث ہیں وہاں پہنچ کر اس سے ساری حدیثیں سنتے تھے اور لکھتے تھے۔دوسرے کے پاس گئے۔تیسرے کے پاس گئے۔اس طرح سے چالیس برس گذرے اور جب ان کا انتقال ہوا تو چالیس صندوق انھوں نے اپنے لکھے ہوئے احادیث کے چھوڑے تھے۔

اس واسطے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَلَا فَلْيُبَلِّغُ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ" (مشکوۃ شریف:۲۶۵۹) جو حاضرین ہیں وہ غائبین کو پہونچا دیں۔ان حضرات نے حق ادا کیا۔پورے طور پر ادا کیا۔اور امت حق ادا کرتی چلی آئی ہے برابر۔برابر یہ کام ہوتا رہا۔دین کی اشاعت،دین کی تبلیغ،جگہ جگہ پر جاتے ہیں کوششیں کرتے ہیں۔

خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور دین کی اشاعت

حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جب تشریف لائے اجمیر شریف میں چشت سے چل کر آئے ہیں۔درویشانہ صورت کمبل اوڑھے ہوئے،ایک جگہ پر بیٹھے۔راجہ کا منتری آیا۔پوچھا کون ہوتم؟ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ یہاں تو راجہ کے اونٹ بیٹھتے ہیں۔یہاں سے اٹھ جاؤ۔کہا اچھی بات ہے۔راجہ کے اونٹ یہاں بیٹھیں گے۔اس کے بعد راجہ کے اونٹ جو آئے وہ بیٹھ گئے۔اب ان اونٹوں کو اٹھاتے ہیں تو وہ اٹھتے ہی نہیں ہیں۔اٹھنے کی طاقت ہی ان میں نہیں۔

نماز کا وقت آیا۔حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پانی مانگا کہ ہم کو بھی پانی دیدو۔تا کہ ہم بھی ہاتھ منہ دھو کر اپنے رب کو یاد کریں گے۔وہاں کوئی پانی دینے کے لئے تیار نہیں۔راجہ کا جو مندر تھا۔اس مندر کے دروازے پر جا کر اندر کو منہ کر کے جو بت تھا،اس بت کو خطاب کر کے کہا۔اے بت! تو بھی اسی کا نوکر ہے میں بھی اسی کا نوکر ہوں۔یہ لوگ مجھے پانی نہیں دیتے تو ہی پانی دیدے۔وہ بت گیا اور لوٹا اٹھا کر بھر لایا اور ان کے سامنے رکھ دیا۔وہ لوگ سوچنے لگے کہ یہ کون ایسا شخص ہے جس کے لئے ہمارا بت خدمت کر رہا ہے۔یہ کیا چیز ہے؟

جس وقت انھوں نے سفر کیا۔اجمیر سے دہلی گئے۔شہرت ہوگئی۔بغیر ریڈیو کے ہی،بغیر اخبار کے،بغیر لاؤڈ اسپیکر کے کہ اجمیر کا سائیں (درویش) دہلی جا رہا ہے۔سڑکیں بھر گئیں محض درشن کرنے کے لئے۔کیا چیز تھی ان کے پاس،طاقت تھی خدا کے خوف کی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی جو طاقت تھی ان کے پاس۔

ایک جگہ پہنچے۔یہ راجپوتوں کا گاؤں تھا۔وہ لوگ آئے۔ان کی خدمت میں بیٹھے۔ایک ہزار آدمی اسی مجلس میں مسلمان ہو گئے۔کئی لاکھ آدمی ان کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ان میں سے کتنے آدمی ایسے ہوں گے جو عالم ہوں گے۔حافظ ہوں گے۔قاری ہوں گے۔شیخ وقت بھی ہوں گے بزرگ بھی۔انھوں نے کس قدر دین کی اشاعت کی ہوگی۔

....

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ایک خواب

ہمارے گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ گذرے۔ ایک صاحب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کثرت سے کیا کرتے تھے۔ انھوں نے پوچھا حضور! مولانا رشید احمد گنگوہی کیسے آدمی ہیں؟ فرمایا کہ وہ ایسے آدمی ہیں انکی ایک طرف مولانا خلیل احمد ہوں گے دوسری طرف مولانا محمد یحیٰ ہوں گے۔ اور ایک بڑی جماعت علماء کی ان کے پیچھے پیچھے ہوگی اور ایک جم غفیر بے شمار مسلمانوں کا ان کے پیچھے ہوگا۔ ان سب کو لے کر جنت میں جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ پوچھ ہوگی کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دین دے کر بھیجا تھا تم نے اس کا کیا حق ادا کیا۔ صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ پانچ وقت کی نماز پڑھ لی دوسروں تک پہونچانے میں کیا کیا؟ اس کی بھی باز پرس ہوگی۔ پوچھا جائے گا وہاں دیکھا جائے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس دین کو لے کر آئے تھے کس شخص نے کس قدر اس میں ہاتھ بٹایا۔ خدمت کی اور ساتھ دیا۔ اس کو دیکھا جائے گا۔ اگر آج اعلیٰ قسم کا مکان بنالیا، بلڈنگ بنالی۔ قیامت میں اس کی پوچھ نہیں ہوگی کہ تمہاری بلڈنگ کیسی تھی؟ بلڈنگ تو یہاں ہی رہے گی، وہ قیامت میں ساتھ تھوڑا ہی آئے گی۔ کسی نے باغ لگایا تو قیامت میں یہ سوال نہیں ہوگا کہ تم نے کیسا باغ لگایا؟ کتنا پھل اس پر آتا تھا۔ بڑھیا تھا یا گھٹیا تھا؟ کیسے کپڑے پہنے، یہ سوال نہیں ہوگا۔ وہاں تو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ یہ ہوگا کہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے تھے اس کا تم نے کیا کیا؟ اس دین کا کیا کام کیا؟ وہاں یہ سوال ہوگا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا معیار

اس واسطے ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا نعرہ لگاتے ہیں۔ یہ تو بہت آسان ہے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کا جو معیار بتایا ہے اس کو سوچنے کی ضرورت ہے کہ

حضورا کرم ﷺ نے دین کی خاطر کتنی قربانی دی۔حضورا کرم ﷺ نے دین کی خاطر پتھر کھائے۔ پیٹ پر پتھر باندھے۔تم نے کیا قربانی دی۔آج ہم لوگ دنیا کے کاروبار میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ جو جس کام میں لگا ہوا ہے بس اسی میں ہے۔اسی کا ہو کر رہ گیا ہے۔اپنی اولاد کیلئے خیر خواہی چاہتے ہیں۔کیا کرتے ہیں۔بس یہی کہ ایک صاحب وکیل ہیں وہ سوچتے ہیں کہ میرا بیٹا میرے سامنے وکیل بن جائے،اپنے پیروں پر کھڑا ہو جائے۔ایک ڈاکٹر ہے۔وہ سوچتا ہے کہ میرا بیٹا میرے سامنے ڈاکٹر بن جائے۔اپنے پیروں پر کھڑا ہو جائے۔لیکن کیا یہ بھی تمنا ہے کہ حضورا کرم ﷺ کی سنتوں پر عامل ہو جائے۔کیا یہ بھی تمنا ہے کہ حضورا کرم ﷺ کے دین کی خاطر قربانیاں پیش کرے۔

تبلیغی جماعت کی ضرورت

اللہ پاک کا بڑا احسان ہے کہ یہ تبلیغی جماعتیں کام کر رہی ہیں۔ہر شخص کو یہاں کام کرنے کا موقع ہے۔ یہاں پڑھا ہوا اوران پڑھ،نیک اور بد اور اندر رہنے والا اور باہر رہنے والا سبھی قسم کے لوگ اس میں شریک ہو سکتے ہیں۔رکشا چلانے والا بھی شریک ہے،پان لگانے والا بھی اس میں شریک ہے۔دوکان پر بیٹھنے والا بھی شریک ہے۔سرکاری ملازم بھی شریک ہے۔عہدیدار بھی۔ یہ کام ایسا ہے کہ کوئی شخص نہیں کہہ سکتا ہے کہ میرے بس کا نہیں۔اپنی اپنی حیثیت کے مطابق سب پر لازم ہے۔اگر یوں کہا جائے کہ بخاری شریف پڑھاؤ تو اس کے واسطے ضرورت ہے باقاعدہ کسی مدرسہ میں آٹھ دس برس جا کر پڑھنے کی محنت کرنے کی، امتحان میں کامیاب ہو،اس کے بعد بھی برسوں محنت ہو،تب کبھی بخاری شریف پڑھانے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔اتنا آسان نہیں لیکن تبلیغ میں جانا آسان ہے۔کچھ نہیں تو ہفتہ میں ایک مرتبہ اجتماع ہوتا ہے۔اس میں جائے۔ایک مرتبہ گشت ہوتا ہے۔اس میں شرکت کرے،ایک مرتبہ تعلیمی حلقہ ہوتا ہے تو اس میں بیٹھ جائے۔یہ تو کر سکتا ہے۔یہ کرنا بہت آسان ہے۔کچھ مشکل نہیں۔

....

جماعت تبلیغ میں تعلیمی حلقہ

تعلیمی حلقہ بہت اہم ہے۔ اس کو بیکار نہیں سمجھنا چاہئے۔ بیٹھ کر ہر ہفتے میں ساری نماز سنی جاتی ہے، کچھ سورتیں سنتے ہیں۔ صحیح پڑھتے ہیں یا غلط پڑھتے ہیں۔ ایک شخص جس کی عمر ساٹھ برس کی تھی، اسی طرح تعلیمی حلقے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بیٹھ کر سن رہے ہیں۔ دعائے قنوت۔ اس میں ہے وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ اے اللہ ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں اور ہم تیرا کفر نہیں کرتے۔ اس نے پڑھا، وَلَا نَشْكُرُكَ وَنَكْفُرُكَ۔ ہم تیرا شکر نہیں کرتے تیرا کفر کرتے ہیں۔ اس کے اعمال کا کیا ٹھکانا ہے۔ کیا بات ہے؟ یہ کہ نماز بچپن میں پڑھی اور سیکھی تھی۔ کوئی لفظ صحیح یاد ہوا کوئی زبان پر غلط چڑھا۔ کبھی پھر اس کو دیکھنے اور سنانے کی نوبت نہیں آئی۔ اس واسطے ضرورت ہے کہ چھوٹے بڑے، استاذ و شاگرد، امام و مقتدی سب ایک دوسرے کو اپنی نماز سنائیں۔ جو غلطی ہو، اس غلطی کی اصلاح کریں۔ قرآن پاک صحیح کریں، اس کی ضرورت ہے۔ نہیں تو غلط ہی زبان پر چڑھ جائے گا پھر اسی کو آدمی پڑھے گا۔ چنانچہ وہ آدمی بہت روتا تھا کہ میری اتنی عمر ہوگئی۔ اب تک میں کفر کے کلمے خدا کے سامنے کہتا رہا۔

اسلئے تبلیغ کی زیادہ ضرورت اس وقت محسوس ہوتی ہے جب تعلیمی حلقہ ہوتا ہے۔ اسمیں بیٹھ کر سنایا جارہا ہے کہ کیسی کیسی غلطی آدمی کرتا ہے۔ کلمے کے الفاظ تک صحیح نہیں ہوتے۔ اس سیکھنے سے کوئی بے نیاز نہیں، سب کو سیکھنا چاہیئے۔ جاہل کو بھی سیکھنا چاہیئے عالم کو بھی، گریجویٹ کو بھی سیکھنا چاہیئے ان پڑھ کو بھی سیکھنا چاہیئے۔ اور جو طبقاتی کشمکش ہے وہ بھی اس تبلیغ کے ذریعہ سے ختم ہوتی ہے۔ مجمع کا مجمع، طبقہ کا طبقہ، کوئی اعلیٰ تعلیم والا، کوئی آن پڑھ کوئی نماز کا پابند، کوئی بالکل بے نمازی، سب کے سب ایک جگہ چلتے ہیں۔ ایک جگہ رہتے ہیں، ایک جگہ کھاتے ہیں، ایک جگہ بیٹھ کر اصلاح کرتے ہیں، دین سیکھتے ہیں، آپس میں میل محبت ہوتی ہے، ایک دوسرے کی قدر کرتے ہیں۔ اور اس مجمع میں ہر ایک بڑوں سے لیتا ہے اور چھوٹوں کو دیتا ہے۔ جب مختلف قسم کے لوگ ایک

مجلس میں ہوں گے تو جس کے پاس جتنا علم ہوگا دوسرے اسے حاصل کریں گے۔اور وہ اپنے اپنے چھوٹوں کو دیتے رہیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تبلیغ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کو دیکھئے وہ حضرات مبلغ بھی تھے کاشتکار بھی۔ یہ نہیں کہ کاشتکار صرف کاشتکاری کرتے تھے۔بلکہ وہ تبلیغ بھی ساتھ ساتھ کرتے تھے۔وہ تاجر بھی تھے مبلغ بھی تھے۔زیادہ تر دین تاجروں کے ذریعہ سے ہی پھیلا۔وہ دوسرے ممالک میں گئے۔ عرب سے نکل کر۔اور وہاں لوگوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی تعلیم دیتے تھے، اخلاق کی تعلیم کی وجہ سے لوگ مسلمان ہو گئے۔

ایک بستی یہودی کی۔اس میں کچھ مسلمانوں کی آبادی تھی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان مسلمانوں کو وہاں سے بلایا کہ اس بستی کو خالی کر کے یہاں آجاؤ۔ جب یہودیوں کو معلوم ہوا کہ مسلمان بستی کو خالی کر رہے ہیں تو وہ لوگ آئے، یہ کہنے لگے کہ یہ مسلمان ہماری بستی سے کیوں جائیں گے۔یہیں رہو۔اگر تم کو روپے پیسے کی ضرورت ہو تو روپے ہم دیں گے، تم کو دوکان کی ضرورت ہے تو دوکان ہم دیں گے۔سامان کی ضرورت ہو تو سامان دیں گے۔جس چیز کی ضرورت ہو ہم دیں گے۔تم یہاں سے کیوں جاؤ گے؟ جب سے تم آئے ہو ہمارے یہاں جھوٹ بولنا ختم ہو گیا ہے، چوری، ڈاکہ زنی ختم ہوگئی، زنا اور شراب نوشی بھی ختم ہوگئی۔تمہاری برکت سے یہ سب کچھ ہوا۔تم ہماری بستی سے کیوں جاتے ہو؟

جب مسلمان اپنی اصلاح کرتا ہے اور احکام شریعت پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اندر عجیب نورانیت پیدا کرتا ہے۔اس کی صورت کو دیکھ کر اللہ یاد آجاتا ہے۔اس کے پاس بیٹھ کر اللہ کا خوف دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے اندر آتی ہے۔

اسلئے یہ کام ایسے زمانے میں جبکہ عام بد دینی ہے، اخبار و رسالے دین کے خلاف نکل

رہے ہیں۔ قرآن پاک پر اعتراضات کئے جارہے ہیں، حدیث شریف پر اعتراضات کئے جارہے ہیں کہ یہ آیت غلط ہے۔ یہ آیت منسوخ ہوگئی ہے۔ یہ حدیث ضعیف ہے، کمزور ہے۔ یہ چیزیں پھیلتی جارہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کام کو چلایا اور سارے فنون کا علاج اسکے اندر ہے۔ بعضے آدمی کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ہر فن کی ایک اصطلاح ہوتی ہے۔ جب تک استاذ سے اس فن کو حاصل نہ کیا ہو تو وہ اصطلاح کو کیا سمجھے گا۔ مثلاً کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔ کوئی کہے گا جو اصطلاح سے ناواقف ہوگا کہ غریب کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث بھیک مانگنے کیلئے آئی تھی۔ غریب کے یہ معنیٰ نہیں اور معنیٰ ہیں۔ اسی طرح ضعیف کے اور کچھ معنیٰ ہیں، وہ اصطلاحات کی چیز ہے، علماء اس کو جانتے ہیں۔ عوام ان چیزوں کو نہیں جانتے۔ جب تک عوام استاذ سے باقاعدہ نہ پڑھے، خود مطالعہ کر کے کیا سمجھیں گے۔ اس لئے دین سارے کا سارا سیکھنے کی ضرورت ہے۔

نماز سیکھنے کی ضرورت

آپ بتائیے کہ نبی کریم ﷺ سے کوئی بڑھ کر ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نماز فرض کی معراج میں اپنے یہاں بلا کر اور اس نماز کی پوری ترکیب عملی طور سے بتانے کیلئے حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیجا۔ دو روز حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کے سامنے پانچوں وقت کی نماز پڑھی۔ ایک ایک چیز کو حضور اکرم ﷺ نے دیکھا۔ آج کوئی شخص کہے کہ میں قرآن شریف کو پڑھ کر قرآن کو دیکھ کر، اس کا ترجمہ دیکھ کر سارا مسئلہ سیکھ جاؤں گا۔ یہ اس کی غلط فہمی ہے، ناسمجھی کی بات ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔ قرآن پاک میں ہے: "وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ" (سورۃ المدثر) تکبیر کہیں۔ اسی طرح قرآن پاک میں ہے: "وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ" (سورۃ المدثر) کپڑے پاک کریں۔ قرآن پاک میں یہ بھی ہے: "فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" (سورۃ البقرۃ) یعنی قبلہ کی طرف منہ کرو۔ قرآن پاک کا یہ بھی حکم ہے: "فَاقْرَؤُا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ" (سورۃ المزمل) قرآن پڑھو۔ اسی طرح قرآن پاک میں موجود "وَارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا" رکوع

003 Khutbat-e-Mahmood J-2f

کرو، سجدہ کرو۔ نماز کی ساری چیزیں قرآن پاک میں موجود ہیں۔ لیکن اگر کسی شخص نے کسی کو نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور صرف قرآن پاک کو دیکھ کر چاہے کہ نماز پڑھے تو وہ نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اور حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ نہیں فرمایا کہ نماز اس طرح پڑھو جس طرح قرآن پاک میں لکھی ہوئی ہے بلکہ فرمایا: "صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ" (مشکوۃ: ح ۶۸۳) کہ جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اسی طرح سے نماز پڑھو۔ حضور اکرم ﷺ جس طرح عربی سمجھتے تھے دوسرے لوگ بھی اسی طرح سمجھتے تھے۔ قرآن پاک کی کوئی آیت کہیں ہے اور کوئی آیت کہیں۔ رکوع کا تذکرہ کہیں، قیام کا تذکرہ کہیں اور تسبیح کا تذکرہ کہیں اور سب ایک جگہ نہیں ہے۔ سارے قرآن پاک میں پھیلا ہوا ہے۔ ایک ٹکڑا یہاں ہے ایک ٹکڑا وہاں ہے۔ حضور اکرم ﷺ جانتے تھے کہ کونسا ٹکڑا کس کے ساتھ ملے گا۔ کوئی شخص ذاتی مطالعہ سے نماز پڑھ لے نہیں پڑھ سکتا۔

ایک شخص نے حضور اقدس ﷺ کی مسجد شریف میں نماز پڑھی پھر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ "قُمْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ" (مشکوۃ: ح: ۷۹۰) اٹھو نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اس نے پھر نماز پڑھی۔ حضور اکرم ﷺ نے پھر فرمایا، سہ بار فرمایا۔ اس شخص نے کہا حضور! اس سے اچھی نماز مجھے نہیں آتی۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کو شروع سے ساری نماز سکھائی، حالانکہ وہ بھی عربی تھا، عربی ان کی زبان تھی۔ قرآن پاک بھی عربی میں۔ سارے کے سارے یہ حضرات عربی۔ لیکن سب چیزیں سیکھنے سے آتی ہیں۔

آپ بتائیے کہ کوئی شخص کاشتکاری کرنا چاہتا ہے بغیر کسی سے سیکھے۔ کیا خود بخود کر سکتا ہے کہ کس موسم میں کیا بوئے گا۔ کس موسم میں پانی دے گا؟ جاننے والے سے پوچھنے کی ضرورت ہے۔ ایک شخص درزی کا کام سیکھنا چاہتا ہے کیا وہ بغیر استاد کے سیکھ سکتا ہے؟ نہیں سیکھ سکتا۔ کیا قرآن پاک کو محض مطالعہ کرکے ہر شخص سیکھ سکتا ہے؟ ایسا نہیں۔ اس طرح سیکھتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیکھ لیتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم ﷺ سے سیکھا۔ تابعین نے صحابہ سے سیکھا، تبع تابعین

....

نے تابعین سے سیکھا۔ اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اس سے ہٹ کر کوئی شخص ذاتی مطالعہ سے سیکھ لے، یہ نہیں ہوسکتا۔ اسلئے دین سیکھنے کا بہترین عام طریقہ یہ تبلیغ ہے۔ کھیتی بھی کرتے رہو، تعلیم بھی سیکھتے رہو، تو جیسے میں نے کہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کاشتکار بھی تھے اور مبلغ بھی، تاجر بھی تھے اور مبلغ بھی، وہ حکمران بھی تھے اور مبلغ بھی۔ ہر وقت انکے ساتھ تبلیغ رہتی تھی۔ مبلغانہ شان ان سے کبھی ہٹتی نہیں تھی۔ وہ برابر ساتھ رہتی تھی۔ اور ہر جگہ فرماتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ فرمایا، جھوٹ بولنے سے منع فرمایا، حضور اکرم ﷺ نے وعدہ خلافی سے منع فرمایا، حضور اکرم ﷺ نے دھوکہ دینے، سود دینے، لینے، چوری کرنے سے منع فرمایا۔ یہ چیزیں ان کی زندگی میں اتریں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہادری

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو قوت بھی عجیب عطا فرمائی تھی۔ بصرہ میں جہاد ہوا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جہاد کر رہے تھے۔ ایک نصرانی بادشاہ سے لڑائی ہو رہی تھی۔ مدینہ طیبہ انھوں نے خط لکھا کہ یہاں مدد کی ضرورت ہے۔ مدد بھیج دیجئے۔ جن صاحب کے یہاں خط لکھا انھوں نے دوسرے صاحب سے مشورہ کیا۔ انھوں نے پوچھا کتنے آدمی بھیجنے کا ارادہ ہے۔ بتایا کہ چار ہزار فوج بھیجنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ چار ہزار کو بھیج کر کیا کروگے؟ چار آدمیوں کو بھیجدو۔ ایک فلاں شخص کو بھیج دو۔ وہ ایک ہزار کے مقابلے ہے۔ ایک فلاں کو بھیج دو۔ وہ ایک ہزار کے مقابلے کیلئے کافی ہے۔ ایک فلاں کو بھیجو وہ ایک ہزار کے مقابلے میں ہے۔ ایک مجھے بھیج دو۔ میں ایک ہزار کے مقابلے میں ہوں۔ ایک ایک آدمی ایک ایک ہزار کا مقابلہ کرتا ہے چنانچہ اسی پر عمل کیا گیا۔ ان ہی چار آدمیوں کو بھیجا گیا۔ گنے چنے چار آدمی مدد کیلئے گئے۔ یہ صاحب جنہوں نے یہ مشورہ دیا تھا انھوں نے یہ کیا کہ سیدھے نصرانی بادشاہ کے پاس پہنچے۔ اول تو اس بادشاہ کو تعجب ہوا کہ یہ کیسے آگئے؟ باڈی گارڈ (محافظ) میرے ساتھ۔ فوج میرے ساتھ اور انتظام میرے پاس۔ اس سب کو چیر پھاڑ کر نکلتے میرے پاس کیسے پہنچ گئے؟ انھوں نے بادشاہ سے کہا کہ تم

مسلمانوں کو کیوں پریشان کرتے ہو؟ بادشاہ نے کہا ان میں کوئی کام کا آدمی نہیں۔ انھوں نے دریافت کیا کہ کام کا آدمی کسے کہتے ہیں؟ بادشاہ نے کہا۔ بارش نہیں ہوتی بارش برسادے۔ انھوں نے کہا۔ بارش برسانا اللہ کا کام ہے بندے کا کام تھوڑا ہی ہے۔ چلو اچھی بات ہے۔ جبھی انھوں نے وضو کیا۔ دو رکعت نماز پڑھی صلوٰۃ الحاجۃ۔ اور ہاتھ اٹھا یا دعا کیلئے۔ کہا اے اللہ! یہ تیرا دشمن، تیرے رسول ﷺ کا دشمن، مسلمانوں کا دشمن، دین اسلام کا دشمن۔ اس ضد میں ہے کہ بارش نہیں ہوتی، بارش برسادے۔ مہربانی کر کے بارش عطا فرما۔ کہ اسکے ظلم سے نجات ملے۔ دعا کر کے ابھی منہ پر ہاتھ نہیں پھیرا تھا کہ بادل آیا، بارش خوب برسی۔ اس بادشاہ سے کہا۔ بتا اب تو بارش بھی ہوگئی۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے میں فوج کو ہٹالیتا ہوں۔ جنگ بند کر دی۔ فوج ہٹالی۔ کچھ روز کے بعد پھر اس نے حملہ کیا۔ اب یہ خود گئے اس جہاد میں اور وہ سارے لشکر کو چیرتے پھاڑتے نصرانی بادشاہ کے وہاں پہونچے۔ وہ بیٹھا ہوا تھا۔ دیکھ کر یہ پہچان گیا۔ انھوں نے اس سے کہا او نصرانی تو نے کیا وعدہ کیا تھا؟ وعدہ خلافی کرتا ہے۔ پھر یہ کیا حرکت کرنی شروع کی؟ اسکو اتنی ہیبت ہوئی کہ وہاں سے اٹھ کر بھاگا۔ ساری فوج اسکو دیکھ رہی تھی۔ کسی کو اتنی مجال نہیں کہ اس کو روک دے۔ بھاگتے بھاگتے آ کر اس نے دریا میں چھلانگ لگادی۔ یہ پیچھے پیچھے دوڑے اور ٹانگ پکڑ کر اس کو وہیں سے گھسیٹ کر لائے۔ ساری فوج کے سامنے سے۔ ساری فوج کو اتنی ہمت نہیں کہ ان کو روک دے اور اپنے بادشاہ کو چھڑالے۔ اللہ نے ان کو ہیبت اتنی دی تھی۔ اس واسطے کہ حدیث پاک میں ہے کہ کسی دل میں دو خوف جمع نہیں ہو سکتے۔ کہ خالق کا بھی ڈر ہو اور مخلوق کا بھی ڈر ہو۔ جس شخص کے دل میں خالق کا ڈر ہو اسکے دل میں مخلوق کا ڈر نہیں ہوتا۔ مخلوق کا ڈر اسکے دل دل سے بھی نکل جائیگا اور جس کے دل میں خالق کا ڈر نہ ہو وہ مخلوق سے ڈرتا ہے۔ اس سے بھی ڈرے گا اس سے بھی ڈرے گا۔

مسلمانوں کی بہادری کا راز

ایک صاحب نے سوال کیا کہ تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں ملتا ہے کہ

مسلمانوں کی تعداد ہتھیار سامان سب کم ہے حتیٰ کہ کھانے پینے کا سامان بھی کم ہے اور مقابلہ میں جو دشمن ہے وہ ہر اعتبار سے زیادہ، فوج کئی گنا زیادہ، ہتھیار سامان بھی زیادہ، مگر جب لڑائی ہوتی ہے تو تاریخ بتلاتی ہے کہ مسلمانوں کے قدم آگے بڑھتے ہیں اور دشمن پیچھے بھاگتا ہے۔ یہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا ہر شخص اپنے مقصود کے پیچھے دوڑتا ہے۔ مسلمان کا مقصود ہے خدا کی راہ میں جان دینا۔ جب مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ دشمن کے اندر گھس کر میرا یہ مقصود حاصل ہوگا۔ اس لئے آگے بڑھتا ہے اور دشمن کا مقصود تو اپنی جان کو بچانا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میدان سے ہٹنے اور پیچھے بھاگنے سے میری جان بچ جائے گی۔ اس لئے وہ پیچھے کو بھاگتا ہے۔

آج آپ حضرات سے مطالبہ میدان جنگ میں جانے، اور سر کٹانے کا نہیں بلکہ اس سے بہت ہلکا مطالبہ ہے۔ وہ یہ کہ وقت نکالیں۔ ایک بستی سے دوسری بستی میں جائیں۔ چلّے کا موقع ہو تو وہ گذاریں، پانچ سات روز کا موقع ہو وہ گذاریں۔ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق جس کو جتنا موقع ہو وہ گذارے۔ یہ مطالبہ تو زیادہ سخت نہیں، کچھ زیادہ مشکل نہیں۔ کوئی پریشانی کا باعث نہیں۔ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہم جائیں گے تو ہماری دوکان کو کون سنبھالے گا، گھر کو کون سنبھالے گا۔ ارے وہ سنبھالے گا جس نے گھر دیا ہے۔ جس نے یہ دوکان دی ہے۔ بچوں کو وہ سنبھالے گا جس نے یہ بچے عطا فرمائے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے اور اپنے گھروں سے بالکل مطمئن تھے۔ جب دیکھا کہ جہاد کا موقع نہیں ہے، جہاد اس وقت نہیں ہو رہا ہے ہم نے سوچا کہ اپنے گھر اپنے اہل وعیال کے پاس چلے جائیں تاکہ ان کی خبر گیری حفاظت کریں۔ اس سے اگلے روز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا واپس چلو۔ گھر پہنچنے سے پہلے معلوم ہوا کہ حملہ ہوگیا۔ جب تک فکر تھی دین کی، اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے گھر کی حفاظت کی۔ اور جب اپنے بچوں کی خود فکر شروع کی تو دشمن نے حملہ کر دیا۔ اسلئے حفاظت کرنے والا تو اللہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص سفر کرے سفر کرنے سے پہلے گھر میں دو رکعت نماز پڑھے، تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کی جان کی حفاظت کرتا ہے۔ جہاں پہنچ کر ٹھہرے

پہلے وہاں دو رکعت نفل نماز پڑھے۔ اللہ تعالیٰ وہاں کی سب چیزوں سے حفاظت فرمائیں گے۔ آپ کو قفل (تالا) پر تو ایمان ہے قفل لگا دیا۔ چابی جیب میں رکھ دی، لیکن دو رکعت نماز پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ قفل نہ لگائیں۔ قفل بھی لگائیں اور جو طریقہ حضور اکرم ﷺ نے اختیار فرمایا، اس کو بھی اپنایئے۔ اصل محافظ حق تعالیٰ ہے محافظ نہ قفل ہے نہ کوئی اور ہے۔ اللہ چاہے تو حفاظت ہو، اور نہ چاہے تو حفاظت نہ ہو۔ بس اللہ کی راہ میں جائیں۔

جماعت جانے والوں کی نصرت

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں نہ جاسکے وہ کم از کم جانے والوں کی اعانت کریں۔ پڑوس میں ایک شخص گیا ہے چلے میں۔ جو دوسرے پڑوسی ہیں آس پاس وہ ان کی حفاظت کریں، ان کے گھر کی حفاظت کریں۔ پوچھ لیں، بھئی کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔ وہ بھی انشاء اللہ ان کے شریک ہیں، ان کو بھی اجر و ثواب ملے گا۔ اس طریقے پر ایک دوسرے کی نصرت کرتے ہوئے کام کرتے رہیں۔

افریقہ کے ڈاکٹروں کا تبلیغ میں حصہ لینا

افریقہ میں ایک جگہ تین ڈاکٹر ہیں۔ انھوں نے آپس میں طے کر رکھا ہے کہ چار مہینے یہ ڈاکٹر تبلیغ میں جائے گا باقی دو ڈاکٹر کام کریں گے۔ جتنی آمدنی ہوگی اس کا ایک تہائی حصہ اس کے مکان پر پہونچا دیں گے جو گیا ہوا ہے۔ پھر چار مہینے کے لئے دوسرا جائے گا۔ اسی طرح ہوگا۔ کام بھی چل رہا ہے ڈاکٹری بھی چل رہی ہے۔ سب کی آمدنی بھی ہو رہی ہے۔ اللہ کے دین کی خدمت بھی ہو رہی ہے۔ اشاعت بھی ہو رہی ہے۔ کتنا اچھا طریقہ ہے۔ اگر یہاں بھی اس قسم کا کوئی نظام بنا لیا جائے میں نہیں کہتا کہ ساری جماعت ایک دم نظام بنالے بلکہ جیسے جیسے جس کے حالات کے مناسب ہو اس طریقہ پر بنا لیا جائے۔ تو انشاء اللہ اس طرح گھر کا کاروبار

بھی چلتا رہے گا اور دین کی خدمت بھی ہوتی رہے گی۔ دین سیکھتے بھی رہیں گے۔

لندن میں ایک غیر عالم کی تبلیغی کی تقریر

اس سے اتنا بڑا فائدہ یہ ہے کہ لندن میں تبلیغی جماعت میں ایک صاحب کی تقریر سنی جو عالم نہیں تھے۔ انھوں نے تقریر میں تقریباً دو سو حدیثیں بیان کیں۔ الفاظ حدیث عربی کے بیان نہیں کئے بلکہ کہا ہم نے علماء سے سنا ہے کہ حدیث شریف میں ایسا آیا ہے۔ غور سے میں سنتا رہا۔ سب صحیح صحیح بیان کیا۔ کوئی غلط چیز بیان نہیں کی، حالانکہ عالم نہیں اس کے باوجود جب تعلیمی حلقہ ہوتا ہے جب کتاب سنائی جاتی ہے اس کو غور سے سنتے ہیں اور سن سن کر یاد کرتے ہیں، یاد کر کے بیان کرتے ہیں۔

معذور آدمی کیا کرے؟

اور جو لوگ بہت ہی معذور ہیں وہ کم از کم دوسری طرح کی اعانت تو کر سکتے ہیں کہ کسی جگہ پر لیٹنے بیٹھنے کی ضرورت ہے، کسی کے پاس بستر نہیں، کوئی شخص کمزور ہے، وضو کرنے کے لئے اسکو دور جانا پڑے گا۔ لوٹا پانی کا بھر کے دیدو وضو کرنے کے لئے اسی طرح جسمانی خدمت کر سکتا ہے۔ غرض کوئی بھی شخص اعانت سے، دین کی خدمت سے بے نیاز نہ ہو جس جس طریقے سے بھی ہو سکے خدمت کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ کہنے والے کو بھی سننے والے کو بھی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

❑❑❑